بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ○

اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات

(حصہ دوم)

ازافادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مرتب

حضرت مولانا محمد انعام الحق قاسمی زید مجدہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

ں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اُحِبُّكَ بِقَلْبِیْ كُلِّهٖ وَاُرْضِیْكَ بِجَهْدِیْ كُلِّهٖ۔

○

اے اللہ مجھے ایسا بنا دے کہ اپنے سارے دِل کے ساتھ تجھ سے محبّت کروں، اور اپنی ساری کوششیں تجھے راضی کرنے میں لگا دوں۔

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا میں اپنی جنت دیکھنے کا مجرب عمل

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی نے روزانہ (بلاناغہ) ایک مرتبہ یہ (کلمات) کہے۔ (بطور وظیفہ کے) وہ آدمی مرے گا نہیں یہاں تک کہ جنت میں اپنا مکان دیکھ لے یا اسے دکھا دیا جائے گا۔ وہ دعائیہ کلمات مبارکہ یہ ہیں:

سُبْحَانَ الْقَائِمِ الدَّائِمِ سُبْحَانَ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ، سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْحِ سُبْحَانَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی۔

(ابن شاہین فی الترغیب وابن عساکر عن ابان عن انسؓ جامع الاحادیث جلد سابع ص ۳۱۹ حدیث نمبر ۲۲۶۸۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان)

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم !امابعد

کلام ربانی اور کتاب الٰہی کا ایک حصہ واقعات وقصص پر مشتمل ہے جس کا مقصد کسی بڑی حقیقت کو واقعاتی اور تمثیلی انداز میں ذہن نشین کرنا' خوابیدہ دلوں کو بیدار کرنا' اور خاصان خدا کے نقش پا پر چلنے کی ترغیب دینا ہے' اور قوموں کے عروج وزوال کی داستان سنا کر اعلیٰ اخلاق و کردار کا مشعل دکھلانا ہے' اسی حکمت ومصلحت کے پیش نظر ہر دور میں علوم نبوت کے پاسبان تقریر وتحریر میں' طاعت وعبادت' محبت ومعرفت' علم واستقامت اور اخلاق حسنہ سے پیراستہ ہونے کیلئے تڑپا دینے والے واقعات بیان کرتے آئے ہیں' اسی قسم کے واقعات کا یہ مجموعہ ہے' جو حضرت اقدس عارف باللہ حضرت ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہیں۔

اس کی ترتیب میں مندرجہ باتیں ملحوظ رہی ہیں:

(۱)..... ہر واقعہ کو کسی نہ کسی عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

(۲)..... واقعات حضرت والا کے الفاظ میں ہی نقل کئے گئے ہیں۔

(۳)..... ایک ہی واقعہ کے چند پہلوؤں کے پیش نظر حضرت نے مختلف مقامات پر ایک ہی واقعہ کو بیان فرمایا ہے' لیکن یہاں طوالت سے بچنے کیلئے کسی ایک ہی باب میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۴)..... حضرت کی سترہ کتابوں (خطبات ذوالفقار ۱۲/حصے' سکون دل' تمنائے دل اور دوائے دل' عشق الٰہی' عشق رسول ﷺ میں مذکورہ واقعات اس میں جمع کئے گئے ہیں۔

(۵) ۱۴۲۲ھ میں موسم حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں حضرت اقدس مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کو یہ مسودہ پیش کیا تو حضرت اقدس نے ہی اس کتاب کا نام تجویز فرمایا

(۶) پہلی دفعہ یہ مجموعہ ایک حصے میں مرتب کیا گیا تھا' بعد میں پھر اسے دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے تا کہ جلد کافی ضخیم نہ رہے۔ البتہ ان دونوں حصوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جن حضرات کے واقعات اس میں شامل ہیں' ان کی مختصر تاریخ حاشیہ میں لکھ دی گئی ہے' تا کہ

قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ کون بزرگ کس صدی کے ہیں اور کن کن بزرگوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔

امتنان وتشکر

اس کتاب کی تالیف میں اپنے ان تمام محسنین کا شکر ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کا تعاون شامل رہا، جن میں بطور خاص حضرت اقدس کے خلیفہ خاص جناب مولانا صلاح الدین صاحب نقشبندی ہیں جن کی ہمت افزائی اور رہنمائی سے حوصلہ ملا اور ان کے مفید مشورے اور دعائیں اس عاجز کے لئے زادِ راہ ہیں نیز رفیق مکرم جناب مولانا رضی عالم صاحب قاسمی کا تہہ دل سے بھی ممنون ہوں جنہوں نے ہر قسم کی مشغولیات کے باوجود تصحیح کا کام بخوبی انجام دیا۔ نیز رفیق محترم جناب مولانا مظہر عالم صاحب قاسمی کا بھی بصمیم قلب مشکور ہوں جنہوں نے نقل وتبییض میں بھرپور تعاون پیش فرمایا اسی کے ساتھ مولانا ساجد صاحب بھائی جی خان پوری کا بھی شکر گذار ہوں کہ جنہوں نے اپنی کشادہ ظرفی کے ساتھ کمپوزنگ کا کام بحسن وخوبی انجادم دیا۔

"جزاهم الله خير الجزاء في الدارين"

بسم اللہ الرحمن الرحیم
"وماخلقت الجن والانس الالیعبدون"
عبادت
و
ریاضت
ازافادات
پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوق عبادت

سیدۃ فاطمۃ الزہرۃؓ کے بارے میں آتا ہے سردیوں کی لمبی رات ہے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر انہوں نے دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی۔ قرآن میں ایسی لذت ملی، دل میں ایسی چاشنی تھی کہ قرآن پاک پڑھنے میں لطف آ رہا تھا۔ پڑھتی رہیں، پڑھتی رہیں۔ رکوع و سجود میں لطف آ رہا تھا۔ جی چاہتا ہی نہیں تھا کہ سجدہ سے سر اٹھائیں۔ چنانچہ جب دو رکعتیں مکمل کی اور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو دیکھا کہ سحری کا وقت ہونے والا ہے۔ رونے بیٹھ گئیں۔ کہنے لگیں۔ یا اللہ تیری راتیں کتنی چھوٹی ہو گئیں میں نے دو رکعت پڑھی اور تیری رات مکمل ہوئی۔ چنانچہ ان عورتوں کو راتوں کے چھوٹی ہونے کا شکوہ ہوا کرتا تھا۔ (خطبات ذوالفقار: ۱/۱۵۳)

تیروں پر تیر کھاتے رہے مگر......

مشہور روایت ہے کہ دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگی کہ پہاڑ کی چوٹی پر تم جاؤ اور پہرہ دو۔ دونوں نے سوچا کہ دونوں جاگیں گے تو آخری رات میں سو جائیں گے۔ لہٰذا یہ طے پایا کہ ایک جاگے اور دوسرا سوئے۔ اب جاگنے والے نے یہ سوچا کہ میں جاگ ہی رہا ہوں تو کیوں نہ قرآن ہی پڑھ لوں۔ انہوں نے دو رکعت کی نیت باندھ لی۔ اتنے میں دشمن نے تیر مارا پھر دوسرا مارا۔ پھر تیسرا مارا۔ اب ان کے جسم سے خون نکل رہا ہے اور اتنا نکلا کہ ان کو ڈر محسوس ہوا کہ کہیں بے ہوش ہو کر گر گیا تو فرض منصبی میں کوتاہی ہو گی۔ لہٰذا جلدی سے سلام پھیر کر ساتھی کو جگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آج فرض منصبی میں کوتاہی کا ڈر نہ ہوتا تو میں تیروں پر تیر کھاتا رہتا۔ لیکن مکمل سورہ کہف پڑھے بغیر نماز مکمل نہ کرتا ان کو تیر لگتے تھے اور ہمارے قریب سے مچھر گزر جائے یا مکھی آ کر بیٹھ جائے تو نمازی کی کیفیت چلی جاتی ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید سے ہم لطف اندوز نہیں ہو رہے ہوتے ہیں۔ جب لطف اندوز ہونا شروع کر دیں گے تب اس وقت ہمیں قرآن پڑھنے کا مزہ آئے گا۔ اللہ اکبر کبیرا! (دوائے دل: ۶۱)

بوقت شہادت بھی شوق عبادت

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ[1] کو جب حجاج بن یوسف نے شہید کرنا تھا تو پوچھا کہ تمہاری آخری تمنا کیا ہے؟ فرمانے لگے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے جلدی جلدی نفل پڑھ لیے۔ فرمایا جی تو چاہتا تھا کہ لمبا قیام کروں مگر دل میں خیال آیا کہ تو یہ سوچے گا کہ موت کے ڈر کی وجہ سے نماز لمبی کر لی۔ اس لیے میں نے جلدی پڑھ لی۔ اب ذرا سوچئے ادھر جلاد آپ کا سر قلم کرنے کیلئے تیار ہے اور ادھر ان کی حالت یہ ہے کہ جی تو چاہتا تھا کہ دو رکعت لمبی پڑھ لیتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ ان کو اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر لطف عطا فرما دیا تھا۔ ان کیلئے راتوں کا جاگنا کوئی مشکل نہیں تھا۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۴۸/۵)

امام اعظم کا معمول

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی دوپہر کو قیلولہ کی نیت سے سو جاتے تھے اور باقی پورا وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ یہ بات پہلے سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ لیکن ذکر کی لائن میں لگنے کے بعد بالآخر سمجھ میں آ گئی کہ ہمارے مشائخ کو ساری ساری زندگی عبادات کی توفیق کیسے مل جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیند کے وقت میں برکت دے دیتے تھے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کی نیند ان کے جسم کو سکون دے دیتی تھی۔ ان کے نزدیک سونا برائے سونا تو ہوتا نہیں۔ نیند کا مقصد تو جسم کو راحت دینا ہوتا ہے کہ جسم تازہ دم ہو جائے۔ اور پھر کام میں لگ جائے اسی لیے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے اب میرے لیے دن اور رات کا فرق ختم ہو گیا ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۱/۱۵۷)

جذبہ عبادت کی قدر و منزلت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک لوہار (حداد) رہتا تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو بعد میں کسی محدث نے خواب میں دیکھا' اس نے پوچھا' سنایئے آگے کیا معاملہ پیش آیا؟ وہ

---

[1] آپ کا نام امام سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ہے حجاج بن یوسف نے آپ کو ۹۵ھ میں شہید کر ڈالا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک ۵۰ سال کی تھی۔ حجاج بن یوسف کی موت کے بعد اس کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا پوچھا خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا اس نے کہا ہر مقتول کے بدلہ میں مجھے ایک ایک مرتبہ قتل کیا گیا' اور ابن جبیر کے انتقام میں ستر مرتبہ۔ (سیر التابعین: ۱۵۳/حصہ اول)

کہنے لگا کہ مجھے بھی احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ میں رکھ دیا گیا ہے اور اب میں ان کے ساتھ رہ رہا ہوں۔ جس محدث نے یہ خواب دیکھا وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ لوہار تو سارا دن لوہا کوٹتا تھا اور امام احمد بن حنبل دین کا کام کرنے والے تھے اور مسئلہ خلق قرآن کے معاملہ میں قربانیاں دینے والے اللہ کے ایک مقبول بندے تھے۔ اس لوہار کو ان کے برابر مرتبہ دے دیا گیا۔ چنانچہ انہوں نے دوسرے محدثین کو بتایا انہوں نے جواب دیا کہ اس کا کوئی نہ کوئی عمل ایسا ہے جو اللہ کے یہاں پسند آ گیا۔

انہوں نے کہا کہ اچھا ان کے اہل خانہ سے پتہ کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اس لوہار کی اہلیہ سے جا کر کہا کہ میں نے تمہارے خاوند کو خواب میں بڑے اچھے درجے میں دیکھا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا کوئی عمل پسند آ گیا ہے۔ آپ مجھے اس کا کوئی خاص عمل بتائیں۔ اس نے جواب دیا کہ وہ ایک عیال دار اور غریب آدمی تھا۔ وہ سارا دن بھٹی میں لوہا کوٹتا رہتا تھا اور وقت پر نمازیں بھی پڑھتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی خاص عبادت نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے کہا پھر بھی ذرا سوچ کر بتائیں۔ اس کی بیوی نے سوچ کر بتایا کہ مجھے اس کی زندگی میں دو باتیں نمایاں محسوس ہو رہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے اندر نماز اور اذان کا اتنا ادب تھا کہ اگر لوہا کوٹتے ہوئے کبھی اس کا ہاتھ اوپر ہوتا اور اس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہوتا اور عین اسی لمحہ اللہ اکبر کی آواز آتی تو وہ اس کو مارنے کی بجائے رکھ دیتا تھا کہ اب میرے مالک کے منادی نے پکارا ہے اور مجھے اب اس کے دربار میں حاضری دینی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ سارا دن محنت کر کے رات کو تھکا ہوا آتا تھا تو ہم میاں بیوی بچوں کے ساتھ اپنے گھر کی چھت پر سوتے تھے اور ہمارے پڑوس میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ساری رات قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے۔ یہ انؒ کی طرف دیکھتا اور حسرت سے ٹھنڈی سانس لیتا اور کہتا کہ میرے بچے زیادہ ہیں اور گھر میں کوئی ایک بندہ ایسا نہیں ہے جو محنت کر سکے۔ مجھے ہی سارا دن لوہا کوٹنا پڑتا ہے اور اس محنت کی وجہ سے اتنا تھک جاتا ہوں کہ میں اللہ کی عبادت نہیں کر سکتا اگر میری بے فکری ہوتی تو میں بھی امام احمد بن حنبل کی طرح قیام کرتا۔ وہ محدث یہ سن کر فرمانے لگے کہ اذان کے اس ادب اور دل میں یہ ... کا شوق رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا رتبہ عطا فرما دیا۔

سبحان اللہ! اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر انسان کسی ایسے ماحول میں پھنس جائے کہ وہ نیکی نہ کر سکے تو کم از کم دل میں تڑپ ضرور رکھنی چاہئے کیونکہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ دل کی تڑپ پر بھی وہ نعمت اور اجر عطا فرما دیتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۱/۲۲۹)

سفر طیبہ اور ذوق عبادت

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ گیا مجھے جاتے ہوئے سواری اوپر سولہ دن لگے اور ۱۶ دنوں میں میرے ۱۶ قرآن مکمل ہو گئے' ان کو کیوں اتنا عبادت کا شوق ہوتا تھا؟ آپ کو پھل کھانے کا شوق ہے' جوس پینے کا شوق ہے آئس کریم کھانے کا شوق ہے اسی طرح ان حضرات کو بھی عبادت کا شوق ہوتا تھا آپ کو مختلف کھانے کھا کر مزہ آتا ہے ان کو مختلف عبادات کر کے مزہ آتا تھا۔ (خطبات ذوالفقار: ۵/۱۲۷)

خواتین ذوق عبادت حضرت رابعہ سے پوچھیں......

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس ایک آدمی دعاؤں کیلئے حاضر ہوا۔ وہ اس وقت ظہر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ اس نے سوچا کہ میں بعد میں آؤں گا۔ جب وہ بعد میں آیا تو وہ نفلیں پڑھ رہی تھیں۔ پھر آیا تو عصر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ عصر کے بعد آیا تو وہ ذکر اذکار میں مشغول تھیں۔ پھر آیا تو مغرب کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ پھر آیا تو وہ اوابین کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ پھر آیا تو وہ عشاء پڑھ رہی تھیں۔ جب عشاء کے بعد آیا تو دیکھا کہ لمبی رکعت کی نیت باندھے ہوئے تھیں۔ سلام ہی نہیں پھیر رہی تھیں۔ وہ بیٹھا رہا' بیٹھا رہا۔ جب بہت تھک گیا تو کہنے لگا' اچھا سو جاتا ہوں اور فجر کے بعد مل لوں گا۔ پھر فجر کا وقت آیا تو وہ فجر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ جب کے بعد وہ اشراق پڑھ کر تھوڑی دیر کیلئے لیٹیں تو وہ آدمی پھر آیا۔ کسی نے بتایا کہ اشراق کے نفل پڑھ کر ابھی لیٹیں ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں بس تھوڑی دیر ہی بیٹھا تھا کہ وہ گھبرا کر اٹھیں اور آنکھیں مل کر کہنے لگیں: "اللھم انی اعوذبك من عین لا تشبع من النوم"

(اے اللہ! میں ایسی آنکھوں سے تیری پناہ مانگتی ہوں۔ جو نیند سے پر نہیں ہوتیں) یہ کہہ کر اٹھ بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱/۱۵۶)

میری نماز جنازہ وہ پڑھائے جن کی......

جب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو کہرام مچ گیا۔ جنازہ تیار ہوا ایک بڑے میدان میں جنازہ پڑھنے کیلئے لایا گیا۔ مخلوق مورو ملخ کی طرح جنازہ پڑھنے کیلئے نکل پڑی تھی۔ انسانوں کا ایک سمندر تھا جو حدنگاہ تک نظر آتا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک بپھرے ہوئے دریا کے مانند یہ مجمع ہے۔ جب جنازہ پڑھانے کا وقت آیا ایک آدمی آگے بڑھا۔ کہتا ہے کہ میں وصی ہوں۔ مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی میں اس مجمع تک وہ وصیت پہنچانا چاہتا ہوں۔ مجمع خاموش ہوگیا۔ وصیت کیا تھی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کے اندر چار خوبیاں ہوں۔ پہلی خوبی یہ ہے کہ زندگی میں اس کی تکبیر اولی کبھی قضا نہ ہوئی ہو اور دوسری شرط اس کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی ہو تیسری بات یہ ہے کہ اس نے غیر محرم پر کبھی بھی بری نظر نہ ڈالی ہو چوتھی بات یہ ہے کہ اتنا عبادت گزار ہو حتی کہ اس نے عصر کی سنتیں بھی کبھی نہ چھوڑی ہوں۔ جس شخص میں چار خوبیاں ہوں وہ میرا جنازہ پڑھائے۔ جب یہ بات کی گئی تو مجمع کو سانپ سونگھ گیا۔ سناٹا چھا گیا لوگوں کے سر جھک گئے۔ کون ہے جو قدم آگے بڑھائے' کافی دیر ہوگئی حتی کہ ایک شخص روتا ہوا آگے بڑھا۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کے قریب آیا۔ جنازے سے چادر ہٹائی اور کہا قطب الدین! آپ خود تو فوت ہوگئے مجھے رسوا کر دیا' اس کے بعد بھرے مجمع کے سامنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر قسم اٹھائی میرے اندر یہ چاروں خوبیاں موجود ہیں لوگوں نے دیکھا یہ وقت کا بادشاہ شمس الدین التمش تھا۔ اگر بادشاہی کرتے والے دینی زندگی گزار سکتے ہیں کیا ہم دکان کرنے والے یا دفتر میں جانے والے ایسی زندگی نہیں گزار سکتے۔

اللہ رب العزت ہمیں نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (خطبات ذوالفقار: ۹۸/۱)

آہ...... تکبیر تحریمہ فوت ہوگئی

ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے۔ آپ نے بیان فرمایا' بیان کے بعد دعا ہوگئی اور ساتھ ہی نماز کیلئے اذان ہوگئی۔ حضرت باوضو تھے۔ آپ اسٹیج سے اٹھے تاکہ نماز کیلئے مسجد میں جائیں۔ آگے سلام کرنے والوں کا اتنا مجمع تھا کہ انہوں نے آپ کو گھیر لیا۔ اب مجمع میں بندہ بعض دفعہ ایسا گھر جاتا ہے کہ اس کو پتہ

ہوتا ہے دوسروں کو پتہ نہیں ہوتا۔ بندہ سوچتا ہے کہ اب میں کروں تو کیا کروں۔ اب حضرت چاہتے تھے کہ لوگ ہٹیں اور میں مسجد میں پہنچوں حتیٰ کہ جب مجمع کو ہٹاتے ہوئے بڑی مشکل سے مسجد میں پہنچے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور امام نے ایک رکعت پڑھا لی تھی حضرت نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور بڑی حسرت کے ساتھ کہا: آج تیئس سال کے بعد تکبیر اولیٰ قضا ہو گئی۔

اب اس قضا ہونے میں ان کا اپنا کوئی قصور نہیں تھا۔ جلسہ گاہ کے ساتھ ہی مسجد تھی۔ وہ وقت سے پہلے نماز کیلئے تیار بھی تھے اور باوضو بھی تھے۔ جا رہے تھے مگر اللہ کے بندے درمیان میں آ گئے۔ وہ جانے ہی نہیں دے رہے تھے۔ اللہ اکبر! تیئس سال تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کی۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۱/۱۷)

سجدے سے سر اٹھاؤں تو کیسے؟

حضرت مولانا محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نماز کا لمبا سجدہ کیا کرتے تھے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ جب سجدہ کرتا ہوں تو دل یہ کہتا ہے کہ معلوم نہیں پھر یہ موقع ملے یا نہ ملے۔ اس لئے میرا سر اٹھانے کو دل نہیں چاہتا۔

اسی طرح حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ صاحب لمبا سجدہ کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ حضرت اتنا لمبا سجدہ فرمانے لگے کہ روایت میں آیا ہے کہ (الساجد یسجد علی قدمی الرحمن) سجدہ کرنے والا اللہ کے قدموں پر سجدہ کر رہا ہوتا ہے۔ تو جب سجدہ کرتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سر رکھ دیا اس لئے میرا سر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔ (تمنائے دل: ۱۲۲)

نشانِ سجود تیری جبیں پہ ہوا تو کیا
کوئی ایسا سجدہ کر کہ زمیں پر نشان رہے

باوضو زندگی گزارنے کی تڑپ

مجھے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک صاحب کے گھر جانے کا موقع ملا ان کے بچے گھر کے گراونڈ میں فٹ بال کھیل رہے تھے نئی آبادی تھی مسجد قریب نہیں تھی اس لیے گھر میں ہی جماعت سے نماز ادا کرنا پڑتی تھی جب ہم نے مغرب کی نماز کیلئے اذان دی اور صفیں بنانی شروع کیں تو ہم نے دیکھا کہ بچے جو فٹ بال کھیل رہے تھے چھوٹے بڑے سارے ہی آئے اور آ کر صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے صاحب خانہ سے پوچھا کہ

ان بچوں نے وضو نہیں کرنا' انہوں نے کہا وضو کیا ہوا ہے اس عاجز نے سمجھا کہ شاید انہوں نے سوچا ہوگا کہ مہمان آیا ہوا ہے نماز تو پڑھنی ہی ہے اس لیے ہم پہلے سے وضو کر کے کھیلتے ہیں۔ لیکن نماز پڑھنے کے بعد صاحب خانہ نے بتایا کہ ہمارے خاندان میں اوپر مشائخ سے عمل چلتا آ رہا ہے کہ کوئی بچہ بھی جب چار پانچ سال کی عمر سے بڑا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو بھی جاگتے ہوئے ہوش کی حالت میں بے وضو نہیں دیکھیں گے' آج کے دور میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ جن کو باوضو زندگی گزارنے کی تڑپ اور تمنا ہوتی ہے۔ "کما تعیشون تموتون" فرمایا تم جس حال میں زندگی گزارو گے تمہیں اسی حال میں موت آئے گی' تو باوضو زندگی گزارنے والوں کو اللہ تعالیٰ باوضو موت عطا فرمائیں گے۔ (خطبات ذوالفقار: ۵/۱۲۵)

مسجد میں گدھا' میں تو نہیں......

ایک دیہاتی کا گدھا مسجد میں آ گیا' مولانا صاحب نے دیکھا تو اس کو ایک ڈنڈا لگایا۔ دیہاتی نے پوچھا کہ مولانا صاحب اس کو ڈنڈے کیوں مار رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ مسجد میں جو گھس آیا ہے۔ کہنے لگا جی کیا کروں یہ جانور ہے اسے پتہ نہیں تھا۔ کبھی مجھے بھی آپ نے مسجد میں دیکھا ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ۵/۱۳۷)

اذان کی مختلف تعبیر

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا۔ حضرت! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اذان دے رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا' تجھے عزت ملے گی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی کہا کہ حضرت! مجھے خواب آیا ہے کہ میں اذان دے رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ تجھے ذلت ملے گی۔ اور ایسا ہی ہوا۔ لوگوں نے پوچھا حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا قرآن مجید میں دو جگہ اذان کا لفظ ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۱/۲۲۷)

بے وقت اذان دینے والے کا خواب

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا' حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں مردوں کے منہ پر اور عورتوں کے پوشیدہ اعضا پر مہر لگا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں نے یہ عجیب سا خواب دیکھا ہے۔ اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ آپ مجھے اس کی تعبیر

بتا دیں۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ لگتا ہے کہ تم موذن ہو۔ اس نے کہا جی ہاں! میں موذن ہوں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم رمضان المبارک میں سحری کے وقت طلوع فجر سے پہلے اذان دے دیتے ہو اور تمہاری اذان کی وجہ سے لوگوں کا کھانا پینا اور جماع کا معاملہ بند ہو جاتا ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ۲۲۸/۱۱)

موسم عبادت میں اکابر کی ریاضت

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز تراویح اس وقت ختم ہوتی تھی جب سحری کا وقت ہو جاتا تھا' چنانچہ تراویح ختم کرتے ہی سحری کھاتے اور ساتھ ہی فجر کی نماز کیلئے تیار ہو جاتے تھے' ساری رات عبادت میں گزار دیتے ایک مرتبہ کئی دن مسلسل مجاہدے میں گزر گئے تو گھر کی مستورات نے محسوس کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں نقاہت اور کمزوری ہے ایسا نہ ہو کہ طبیعت زیادہ خراب ہو جائے تو انہوں نے منت سماجت کی کہ حضرت! آپ درمیان میں ایک رات وقفہ کر لیں طبیعت کو کچھ آرام مل جائے گا' پھر دس دن گزر جائیں گے لیکن حضرت فرمانے لگے کہ معلوم نہیں آئندہ رمضان کون دیکھے گا اور کون نہیں دیکھے گا؟ گھر کی مستورات نے کسی بچے کے ذریعے قاری کو پیغام بھجوایا کہ "قاری صاحب! آپ کسی رات بہانہ کر دیں کہ میں تھکا ہوا ہوں' آرام کرنے کو جی چاہتا ہے" (حضرت کی عادت شریفہ تھی' کہ دوسروں کے عذر بڑی جلد قبول کر لیا کرتے تھے) قاری صاحب نے کہا بہت اچھا' کہ وہ میرے شیخ و مرشد ہیں ان پر اس وقت کمزوری اور ضعف غالب ہے تو چلو آج کی رات ذرا آرام میں گزرے گی' قاری صاحب تراویح پڑھانے کیلئے آئے تو کہنے لگے کہ حضرت! آج میری طبیعت بہت تھکی ہوئی ہے' اس لیے آج میں زیادہ تلاوت نہیں کر سکوں گا' حضرت نے فرمایا ہاں بہت اچھا' آپ بالکل تھوڑی سی تلاوت کریں' قاری صاحب آپ تھکے ہوئے ہیں اب آپ گھر نہ جایئے بلکہ یہیں میرے بستر پر سو جائیں قاری صاحب کو مجبوراً تعمیل کرنا پڑی' حضرت کے بستر پر لیٹ گئے حضرت نے فرمایا قاری صاحب! آپ بالکل آرام کریں اور سو جائیں پھر لائٹ بجھا دی اور کواڑ بند کر دیئے قاری صاحب فرماتے ہیں کہ جب تھوڑی دیر کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ کوئی بندہ میرے پاؤں دبا رہا ہے۔ مٹھی چاپی کر رہا ہے میں حیران ہو کر اٹھ بیٹھا جب قریب ہو کر دیکھا تو

میری حیرت کی انتہا نہ رہی' کہ میرے پیرو مرشد حضرت شیخ الہند اندھیرے میں بیٹھے میرے پاؤں دبا رہے ہیں' میں نے کہا' حضرت! آپ نے یہ کیا کیا؟ فرمانے لگے کہ قاری صاحب! آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ میں تھکا ہوا ہوں تو میں نے سوچا کہ چلو میں آپ کے پاؤں دبا دیتا ہوں' آپ کو کچھ آرام مل جائے گا' قاری صاحب کہنے لگے حضرت! اگر آپ نے رات جاگ کر ہی گزارنی ہے تو چلیں میں قرآن سناتا ہوں آپ قرآن سنتے رہیں رات یوں بسر ہو جائے گی' چنانچہ قاری صاحب پھر مصلے پر آ گئے انہوں نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا' حضرت نے قرآن سننا شروع کر دیا۔ اللہ اکبر

ماہ رمضان میں یکسو ہو جایئے......

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں لکھا ہے کہ جب ۲۹ شعبان کا دن ہوتا تھا تو اپنے مریدین و متوسلین کو جمع فرما لیتے اور سب کو مل لیتے اور فرماتے کہ بھئی! اگر زندگی رہی تو اب رمضان المبارک کے بعد ملاقات ہو گی اور اپنے خادم کو بلاتے اور اسے ایک بوری دے دیتے اور فرماتے کہ رمضان المبارک میں جتنے خطوط آئیں وہ سب اس بوری میں ڈال دینا زندگی رہی تو رمضان المبارک کے بعد ان کو کھول کر پڑھیں گے' رمضان المبارک میں ڈاک نہیں دیکھا کرتے تھے فرماتے تھے کہ یہ مہینہ بس میں نے اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے اگر زندگی رہی تو اس کے بعد پھر دوستوں سے ملاقات ہو گی آپ کے ہاں پورا رمضان المبارک اعتکاف کی حالت میں گزارنے کا معمول تھا ۲۹ شعبان المعظم کے دن جو شخص آپ کی مسجد میں بستر لے کر جاتا اس کو مسجد میں بستر لگانے کی جگہ نہیں ملا کرتی تھی' دور دراز سے لوگ رمضان المبارک کا مہینہ وہاں گزارنے کیلئے آتے تھے اور پورا رمضان المبارک عبادت اور یاد الٰہی میں گزار دیا کرتے تھے۔

ایک امریکی غیر مسلم کا اعتراف

مجھے ایک صاحب ملے' کہنے لگے میں روزے رکھتا ہوں وہ امریکن تھے میں نے کہا وہ کیوں؟ تم تو غیر مسلم ہو تم کیسے روزے رکھتے ہو؟ کہنے لگا کہ سال میں کچھ وقت انسان پر ایسا گزرنا چاہیے کہ وہ ڈائٹنگ کرے جب ہم کچھ عرصہ کیلئے Digestive system کو فارغ رکھتے ہیں تو جسم کے اندر کچھ رطوبتیں ایسی ہوتی ہیں جو کہ ختم ہو جاتی ہیں' بہت سی پیچیدہ

قسم کی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں بھوکا رہنے سے Digestive system پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے اور بہتر طریقے سے کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے میں نے اور میری بیوی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم سال میں ایک مہینہ اس طرح روزہ رکھ کر ڈائٹنگ کیا کریں گے میں نے اسے بتایا کہ یہ سنت ہے کہ ہر مہینے ایام بیض کے تین روزے رکھیں بالخصوص وہ لوگ جو غیر شادی شدہ ہوں وہ زیادہ روزے رکھیں' یہ بھوکا رہنا انسان کے اندر ڈسپلن اور صبر وضبط پیدا کرتا ہے غیر شادی شدہ کو اس کی زیادہ تلقین کی گئی ہے تاکہ اس کی شہوانی قوت مناسب رہ سکے' آج کے غیر مسلم اس کے اندر مادی فائدہ دیکھ کر اس کو اپنانے کی کوشش کر رہے ہیں فقیر نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سو سے زیادہ ایسی مثالیں دیکھی ہیں کہ جن کو ہو بہو سائنس کی دنیا تسلیم کرتی ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ۱/۱۹۸)

فرانس کے ایک سرجن کی تحقیق

تبلیغی جماعت کے ایک دوست فرانس گئے وہ فرماتے ہیں کہ وہاں میں وضو کر رہا تھا تو ایک آدمی کھڑا غور سے دیکھ رہا ہے' میں نے محسوس کیا لیکن خیر میں وضو کرتا رہا' جب میں نے وضو مکمل کیا تو اس نے مجھے بلا کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا مسلمان ہوں کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا پاکستان سے' کہنے لگا کہ پاکستان میں کتنے پاگل خانے ہیں؟ بڑا عجیب سا سوال تھا' میں نے کہا دو ہیں یا چار مجھے تو پتہ ہی نہیں ہے وہ کہنے لگا You do not Know? میں نے کہا میں تو نہیں جانتا' کہنے لگا کہ یہ ابھی آپ نے کیا کیا؟ میں نے کہا وضو کیا' کہنے لگا روزانہ کرتے ہیں؟ میں نے کہا بلکہ ایک دن رات میں پانچ دفعہ کرتے ہیں وہ کہنے لگا۔ Oh I See میں نے جب اس سے پوچھا بھئی آپ کا کیا مطلب ہے؟ وہ کہنے لگا میں یہاں پاگل لوگوں کے ہسپتال میں سرجن ہوں' میں تحقیق کرتا رہتا ہوں کہ لوگ پاگل کیوں ہوتے ہیں؟ میری تحقیق یہ ہے کہ انسانی دماغ کے سگنل پورے جسم کے اندر جاتے ہیں تو ہمارے جسم کے اعضاء کام کرتے ہیں' اس دماغ سے چند باریک باریک رگیں ہماری گردن کی پشت سے پورے جسم کو جارہی ہیں' میں نے ریسرچ کی ہے کہ اگر بال بہت بڑھا دیئے جائیں اور اس گردن کے پیچھے حصے کو بہت خشک رکھا جائے تو رگوں کے اندر کئی دفعہ خشکی پیدا ہوتی ہے رگیں کھنچتی ہیں تو کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اس

لیے ڈاکٹرز نے سوچا کہ اس جگہ کو دن میں چار دفعہ تر رکھنا چاہیے میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے ہاتھ منہ تو دھویا ہی ہے لیکن گردن کی پچھلی طرف بھی آپ نے کچھ کیا' اس لیے آپ لوگ کیسے پاگل ہو سکتے ہیں۔(خطبات ذوالفقار:۹۹/۱)

عورت مرد کے برابر ثواب میں

ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک صحابیہؓ آئی اور عرض کرنے لگی کہ میں عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آئی ہوں اور آپ ﷺ سے سوال پوچھنا چاہتی ہوں' اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ سوال پوچھو' وہ کہنے لگی سوال میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ مرد لوگ نیکی میں ہم سے آگے نکل گئے' فرمایا: وہ کیسے؟ کہنے لگی کہ مرد لوگ مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں انہیں اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے' جہاد میں آپ کے ساتھ جاتے ہیں۔ یہ قبرستان میں جا کر جنازہ پڑھتے ہیں مردے کے کفن دفن میں شریک ہوتے ہیں جبکہ ہم گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں تو ہمیں یہ نیکیاں نہیں ملتیں' مرد ہم سے آگے نکل گئے' اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: پوچھنے والی نے بہت اچھا سوال پوچھا' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت گھر کے اندر نماز پڑھ لیتی ہے اس کو اس مرد کے برابر ثواب ملتا ہے جو مسجد میں جا کر نماز پڑھ لیتا ہے اللہ تعالیٰ فرض نماز مسجد میں جا کر ادا کرنے والے کے برابر ثواب عطا کر دیتے ہیں اور پھر یہ بھی فرمایا جو عورت اپنے بچے کی خاطر رات کو جاگتی ہے (بچہ دودھ کیلئے جاگا یا اپنی کسی قضائے حاجت کیلئے جاگا اور ماں کو جاگنا پڑا) فرمایا: جو عورت اپنے بچوں کی وجہ سے رات جاگتی ہے' اللہ تعالیٰ اس کو اس مجاہد کے برابر اجر عطا فرماتے ہیں' جو سرحد پر کھڑا ہو کر ساری رات پہرہ دیتا ہے' سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار:۱/۱۵۷)

ٹیلے کے برابر آٹا صدقہ کرنے کا اجر

ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں قحط پڑا۔ لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ ایک آدمی شہر سے باہر نکلنے لگا۔ تو اس نے اپنے سامنے ریت کا ایک بڑا ٹیلہ دیکھا۔ جو پہاڑ کی طرح تھا۔ یہ دیکھ کر اس کے دل میں بات آئی کہ اگر میرے پاس اتنا آٹا ہوتا تو میں شہر کے سارے لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ پاک نے فرشتے کو اس وقت حکم دیا کہ جاؤ اور میرے بندہ کے نامہ اعمال میں اتنا آٹا صدقہ کرنے کا اجر لکھ دو۔ (خطبات ذوالفقار:۱۱/۲۳۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
"واتموا الحج والعمرة لله"
حج بیت اللہ
ازافادات
پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ
مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

معذور مشتاق حرم کا کربناک روئیداد سفر

ایک نوجوان کی بات کتابوں میں لکھی ہے۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گرمیوں کا موسم تھا اور اتنی گرمی تھی کہ پرندے بھی درختوں کے سایہ میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے اور ہو کا عالم طاری تھا۔ سورج آگ برسا رہا تھا۔ باہر کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ اتنے میں مجھے کسی ضروری کام کی وجہ سے نکلنا پڑ گیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان جو دونوں ٹانگوں سے معذور ہے وہ اپنی سرین کے بل زمین کے اوپر گھسٹتا گھسٹتا آ رہا ہے۔ میں بڑا حیران ہوا۔ جب قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ گرمی کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا۔ اور کپڑے پسینے میں شرابور تھے۔ میں سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ تعارف ہوا۔ پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ جواب دیا کہ میں حج کیلئے جا رہا ہوں میں نے اسے کہا کہ دیکھو تم میرے گھر کے اندر تھوڑا آرام کر لو۔ جب گرمی ذرا کم ہو گی عصر کے وقت تو پھر چل پڑنا۔ وہ کہنے لگا مالک بن دینار آپ تو پاؤں کے بل چلتے ہیں سفر جلدی طے ہوتا ہے۔ میں تو سرین کے بل گھسٹ گھسٹ کر چل رہا ہوں مجھے وقت زیادہ لگتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہ سفر لمبا ہے مجھے وقت زیادہ لگ جائے اور کہیں حج کے ایام ہی نہ نکل جائیں۔ اس لئے میں راستے میں رک نہیں رہا۔ میں نے کہا' اے اللہ کے بندے! تم رک جاؤ۔ ہم سواری کا بندوبست کر دیتے ہیں۔ تم بجائے پیدل جانے کے سواری پر سوار ہو کر چلے جاؤ۔ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو اس نوجوان نے غصے کی نظر سے میری طرف دیکھا اور کہنے لگا کہ مالک بن دینار میں تمہیں عقلمند سمجھتا تھا' آج پتہ چلا کہ تم عقل سے بالکل عاری ہو۔ میں نے کہا وہ کیسے؟ عرض کیا کہ تم بتاؤ اگر کسی غلام نے اپنے مالک کا جرم کیا ہو' نافرمانی کی ہو اور پھر وہ سوچے کہ میں اپنے مالک کو منانے کیلئے جاؤں۔ اب مجھے بتاؤ کہ اس غلام کو سوار ہو کے جانا اچھا لگتا ہے یا پیدل؟! اپنے مالک کی خدمت میں تو عاجزی کے ساتھ پیش ہونا اچھا لگتا ہے۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی بات نے حیران کر دیا۔ خیر وہ تو چلا گیا اور میں بات بھول گیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی سال حج کیا اور میں جب شیطان کو کنکریاں مار کر واپس لوٹا میں نے دیکھا کہ ایک جگہ مجمع ہے۔ میں نے پوچھا کیا ہے وہ کہنے لگے ایک نوجوان اللہ سے دعائیں مانگ رہا ہے اور اس کی دعائیں ایسی عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ لوگ

کھڑے بن رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ذرا مجھے بھی دیکھنے دو۔ کہتے ہیں راستہ لیا' جب دیکھا تو وہی نوجوان دعائیں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے اللہ! تیری مہربانیاں شامل حال ہوئیں' میں نے تیرے گھر کا بھی طواف کیا' حجر اسود کو بھی بوسہ دیا۔ میں نے مقام ابراہیم پر بھی سجدے کیے۔ غلاف کعبہ کو پکڑ کر بھی دعائیں مانگیں۔ اللہ وقوف عرفات میں بھی حاضر ہوا۔ مزدلفہ میں بھی حاضر ہوا۔ اے مالک! میں نے شیطان کو کنکریاں مار کے اپنی دشمنی اور نفرت کا اظہار کر دیا۔ اے اللہ! اب قربانی کا وقت آ گیا۔ یہ ارد گرد سب ذی استعداد لوگ کھڑے ہیں۔ یہ جائیں گے اور جانوروں کو قربان کریں گے۔ اور مالک تو جانتا ہے کہ میرے پاس تو احرام کے کپڑوں کے سوا کچھ اور نہیں۔ اے اللہ! آج میں اپنی جان آپ کے نام پر قربان کرنا چاہتا ہوں۔ میرے مالک میری اس قربانی کو قبول کر لیجئے۔ کہتے ہیں مجمع کے سامنے اس نے یہ بات کہی' کلمہ پڑھا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ اللہ کے چاہنے والے ایسے بھی گزرے ہیں۔ اللہ کی محبت میں جان دینے والے اور اللہ کے نام پر جان دینے والے۔ اللہ اکبر (تمنائے دل:۵۳)

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا پیدل سفر حج

ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور سے حج کرنے چلے اور وہ اڑھائی سال میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ انہوں نے ہر قدم پر دو رکعت نفل پڑھے۔ جب وہاں پہنچے تو جا کر دعا مانگی۔ اے اللہ! لوگ تو تیرے گھر میں قدموں کے بل پہنچتے ہیں اور میں پلکوں کے بل چل کر آیا ہوں۔ چنانچہ حج کا تعلق مال سے نہیں' اعمال سے ہے۔ یہ بات یاد رکھے گا ان شاء اللہ فائدہ ملے گا۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے والے اعمال اپناؤ' اللہ تعالیٰ راستہ کھول دیں گے۔ (خطبات ذوالفقار:۱۱۴/۱۱)

حج مال سے نہیں اعمال کی برکت سے

﴿۱﴾...... چند سال پہلے کی بات ہے کہ پاکستان میں ہی ایک ایسا مالدار آدمی تھا کہ اگر وہ چاہتا تو وہ پاکستان سے جا کر روزانہ عمرہ کر سکتا تھا۔ وہ درجنوں دفعہ یورپ اور امریکہ تو گیا ہے لیکن اسے حج کی توفیق نہ ملی۔ وہ مجھے ملا تو میں نے پوچھا کہ آپ حج اور عمرہ سے محروم کیوں ہیں؟ خیر' اس نے حج کرنے کی آمادگی ظاہر کر دی۔ جب حج کرنے کا موقع آیا تو انکم ٹیکس میں الجھ گیا' جس کی وجہ سے نہ جا سکا بعد میں ملا تو پوچھا' بھئی! حج پر کیوں نہیں گئے؟ وہ کہنے لگے' جی میں انکم ٹیکس میں الجھ گیا تھا۔ میں نے کہا الجھ نہیں گئے تھے الجھا دیئے گئے تھے۔

لہٰذا توبہ کرو۔ (خطبات ذوالفقار:۱۱/۱۱۳)

﴿۲﴾......ایک سول انجینئر صاحب تھے۔ وہ ریٹائرڈ ہوئے تو ہم نے اسے ترغیب دی کہ آپ پر حج فرض ہے کیونکہ آپ ذی حیثیت ہیں۔ لہٰذا آپ اپنا فرض پورا کریں۔ آپ اب تو بڑی آسانی سے جاسکتے ہیں کیونکہ آپ کی عمر پینسٹھ سال ہے۔ چنانچہ اس نے حج کیلئے درخواست دے دی۔ اس کی درخواست منظور ہوگئی اور اسے گروپ لیڈر بنا دیا گیا۔ اطلاع آئی کہ فلاں تاریخ کو آپ کی فلائٹ ہے' پاسپورٹ بنا' ٹکٹ بنی اور پاسپورٹ پر ویزہ لگ گیا۔

روانگی سے دو دن پہلے اس کا بڑا بھائی اس سے ملنے آیا۔ اس نے مل کر اسے کوئی ایسی زہریلی بات کہی کہ اس بندے نے حج پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ہم نے اسے بڑا سمجھایا کہ بھئی! چلے جاؤ۔ وہ کہنے لگا کہ اب تو نہیں جاؤں گا۔ البتہ اگلے سال چلا جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس کی ٹکٹ پر لکھا ہوا تھا کہ اسے فلاں تاریخ کو جانا ہے اور فلاں تاریخ کو آنا ہے وہ آدمی نہ گیا۔

لیکن جس تاریخ کو اسے واپس آنا تھا اس تاریخ کے تین دن بعد اس کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ اس دنیا سے چلا گیا۔ اگر وہ حج پر چلا جاتا' جیسے ہم نے اس کو تجویز دی تھی تو اس کے پچھلے گناہ بھی معاف ہو جاتے اور حج سے واپس آ کر تین دن بعد تو اس کا جانا مقدر تھا اس طرح وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر دنیا سے رخصت ہو جاتا۔

طواف کعبہ کا یا تجلیات کعبہ کا

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک جوان لڑکی کو دیکھا۔ وہ بڑے ہی عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ جیسے کوئی اپنے محبوب کے عشق میں ڈوبا ہوتا ہے اور محبوب کی ملاقات کیلئے بے قرار ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی بے چینی میں آہیں بھر رہی تھی اور عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی میں نے اس لڑکی سے کہا' اے لڑکی! تو نوجوان ہے! اور تجھے ایسے کھلے کھلے عاشقانہ اشعار پڑھنا زیب نہیں دیتا۔ اس نے میری طرف دیکھا تو کہنے لگی' جنید! مجھے یہ بتاؤ کہ تم بیت اللہ کا طواف کر رہے ہو یا رب البیت کا طواف کر رہے ہو؟ یعنی کیا تم گھر کا طواف کر رہے ہو یا گھر والے کا طواف کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تو بیت کا طواف کر رہا ہوں جب میں نے یہ کہا تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی ہاں جن کے دل پتھر ہوتے

ہیں وہ پتھر کے گھر کا طواف کیا کرتے ہیں۔ اللہ اکبر

کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو گھر کو دیکھ کر آتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو گھر والے کی تجلیات کو دیکھ کر آتے ہیں۔ اسی لیے حج کے بعد کے طواف کا نام "طواف زیارت" ہے جی ہاں قسمت والوں کو زیارت نصیب ہوتی ہوگی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی گھر بلائے اور ملاقات نہ کرے۔ کوئی خود آئے اور اگلا ملاقات سے انکار کر دے تو اور بات ہوتی ہے۔ بلا کر تو کوئی بھی ملاقات کرنے سے انکار نہیں کرتا جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے خود ان الفاظ میں حج کے لئے بلایا۔

واذن فی الناس بالحج (الج) اور ان لوگوں کے درمیان حج کا اعلان کر دو۔

میرے پیارے ابراہیم! وواذان' کرو اعلان کہ آؤ میرے بندو حج کیلئے' جب اس محبوب نے بلایا ہے تو اپنا دیدار بھی عطا کرتا ہوگا۔ واہ میرے مولا! وہ بہت ہی عجیب جگہ ہے وہاں پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات بارش کی طرح چھم چھم برس رہی ہوتی ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۱/۱۱۵)

ستر طواف کی دولت کیسے نصیب

ایک بزرگ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ستر سال کی عمر تھی اور ستر سال کی عمر میں وہ روزانہ ستر مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے ہر طواف کے سات چکر ہوتے ہیں اور ستر طواف کے ۴۹۰ چکر اور ہر طواف کے دو رکعت واجب الطواف واجب لغیرہ ادا کرنے پڑتے ہیں' ستر ہوں تو ۱۴۰ رکعت نفلیں' اب ہم ۱۴۰ رکعت نفلیں ہی پڑھ کر دیکھ لیں کہ حالت کیا بنتی ہے' یہ ان کے عملوں میں سے ایک عمل تھا کہ ۴۹۰ چکر لگاتے اور اس کے اوپر ۱۴۰ رکعت نفلیں پڑھتے اور یہ زندگی کا ایک معمول تھا باقی معمولات اس کے علاوہ ہوا کرتے تھے۔ (خطبات ذوالفقار: ۵/۱۲۷)

کعبہ دل کی دنیا بدل دیتا ہے

مجھے امریکہ میں ایک جگہ پر بتایا گیا کہ یہاں ایک خاتون ہے جو پہلے یہودی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اور اب مسلمان ہو چکی ہے۔ وہ بڑی پکی مسلمان ہے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ بہت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتی ہے۔ جب وہ نماز پڑھتی ہے تو اس میں ڈوب ہی جاتی ہے۔ وہ اہتمام سے وضو کرتی ہے۔ پھر وہ اپنے خاص کپڑے پہنتی ہے جو اس نے نماز کیلئے بنائے ہوئے ہیں۔ پھر وہ تعدیل ارکان کے ساتھ نماز پڑھتی ہے حتیٰ کہ

مسلمان عورتیں اس کو دیکھ کر شرما جاتی ہیں اور صحیح معنوں میں دیندار بننے کی کوشش کرتی ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ کچھ مسائل پوچھنا چاہتی ہے۔ میں نے کہا' بہت اچھا! چنانچہ وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر انگلش میں گفتگو کرنے لگی۔ وہ مسائل پوچھتی رہی۔ اس نے تقریباً دو گھنٹے اسلام سے متعلق بڑے اچھے اچھے سوال کیے۔ واقعی اس کے دل میں علم حاصل کرنے کی طلب تھی۔ گفتگو کے دوران میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کونسا لمحہ تھا جب آپ کے دل کی دنیا بدلی اور آپ مسلمان بن گئیں؟

وہ کہنے لگی کہ میرے خاوند کی جدہ میں ملازمت تھی اور میں بھی اس کے ساتھ وہاں رہتی تھی۔ اس سے پہلے ہم دونوں امریکہ میں ایک دفتر میں کام کرتے تھے۔ دفتر والوں نے کہا کہ ہم نے جدہ میں ایک نیا دفتر کھولا ہے۔ اگر کوئی وہاں جانا چاہے تو ہم تنخواہ اور سہولیات بھی زیادہ دیں گے۔ اور انہیں ایک اور ملک دیکھنے کا موقع بھی مل جائے گا۔ ہم دونوں میاں بیوی تیار ہو گئے۔ چنانچہ اسی طرح ہم جدہ بھی پہنچ گئے۔ میں یہودی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اور وہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں میں کچھ لوگوں کو دیکھتی کہ وہ سفید لباس پہن کر کہیں جا رہے ہوتے تھے۔ کبھی کاروں میں' کبھی بسوں میں' میں حیران ہوتی کہ یہ لوگ کہاں جاتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے بارے میں اپنے خاوند سے پوچھتی۔ وہ کہتا کہ یہاں مسلمانوں کا کعبہ ہے یہ وہاں جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ ہم مسلمانوں کے کعبہ کو جا کر کیوں نہیں دیکھتے؟ وہ کہنے لگا کہ وہاں غیر مسلم نہیں جا سکتے۔ میں نے کہا کہ اگر ہم نہیں جا سکتے تو کم از کم کوشش تو کر سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں موقع دے دے۔ وہ کہنے لگی کہ اگلے دن میں نے مسلمان عورتوں جیسا ایک رومال لیا اور سر پر باندھ لیا اور میرے خاوند نے بھی سر پر ٹوپی کر لی اور ہم بھی اسی راستہ پر چل پڑے۔ قدرتی بات ہے کہ وہ ایسا وقت تھا کہ جب ٹریفک پولیس والے کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے ایک بندہ چیک کرنے کیلئے کھڑا کیا ہوا تھا۔ ٹریفک زیادہ تھی اور وہ چیک کرنے والا ایک بندہ تھا' وقت بھی رات کا تھا' لہٰذا وہ دور سے ہی سب کو جانے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اس طرح ہم بھی اس ٹریفک میں آگے نکل گئے اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ مسلمانوں کا کعبہ کہاں ہے؟ انہوں نے حرم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہاں ہے۔ چنانچہ ہم حرم میں داخل ہو گئے۔ ہم

چلتے چلتے جب مطاف میں پہنچے تو ہم نے بیت اللہ شریف پر نظر ڈالی' ہمیں وہاں اتنی برکتیں' اتنی رحمتیں اور اتنے انوارات نظر آئے کہ ہم دونوں کی نگاہیں وہاں لگی رہ گئیں۔

میں بھی رونے لگی اور میرا خاوند بھی رونے لگا۔ کچھ دیر تک ہم دونوں وہاں کھڑے روتے رہے۔ دل کی دنیا بدل چلی تھی۔ بالآخر ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں اس جگہ حقیقت ملی ہے اور میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہیں حقیقت ملی ہے تو ہم دونوں نے کہا کہ ہاں حقیقت ملی ہے۔ چنانچہ اسی لمحے ہم دونوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ ہمیں کسی مسلمان نے نہیں کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ بلکہ ہمیں اللہ کے گھر نے مسلمان بنایا ہے۔ سبحان اللہ! دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو صرف بیت اللہ شریف کو دیکھنے سے ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ (خطبات ذوالفقار:۱۱/۸۸)

ایک بچہ کے دل میں کعبہ کی محبت

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے کہ ہم حرم شریف میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک چھوٹا سا بچہ وقتاً فوقتاً ہمارے خیمہ میں آتا۔ ہم اسے کھانے کیلئے روٹی دے دیتے اور وہ خوشی خوشی چلا جاتا تھا۔ اس کے بار بار آنے سے ہمیں اس کے ساتھ محبت ہو گئی اور وہ چھوٹا سا بچہ بھی ہم سے مانوس ہو گیا۔ جب ہمارا قیام پورا ہو گیا اور ہمیں آگے سفر پر جانا تھا تو میری اہلیہ نے اس بچے کو بلایا اور کہا کہ اگر تم ہمارے ساتھ چلو تو ہم تمہیں لے چلتے ہیں۔ اس نے کہا۔ کہاں؟ انہوں نے کہا کہ اپنے ملک میں۔ وہ کہنے لگا۔ ''وہاں کیا ہو گا؟ انہوں نے کہا وہاں گرمی بھی کم ہے وقت پر کھانا بھی مل جاتا ہے اور پانی بھی مل جاتا ہے۔ تمہیں وہاں ہر سہولت میسر ہو گی۔ کوئی تنگی نہیں ہو گی اچھا لباس بھی ملے گا۔ غرض ہر طرح کی نعمت ملے گی۔ انہوں نے بات مکمل کر لی تو اس وقت بچے نے بیت اللہ شریف پر نظر ڈالی اور اس کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا' کیا بیت اللہ شریف بھی وہاں ہو گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو وہاں نہیں ہو گا۔ یہ سن کر بچہ کہنے لگا کہ اگر یہ وہاں نہیں ہو گا تو مجھے وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو صرف بیت اللہ کا پڑوس چاہیے۔ (خطبات ذوالفقار:۱۱/۹۵)

فرش حرم تک پہنچ کر بھی دید کعبہ سے محروم

کسی ملک میں ایک ڈاکٹر صاحب ملے۔ انہوں نے اپنا واقعہ خود سنایا کہ ہم گھر والے

عمرہ کرنے کیلئے گئے۔ ہم اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لے کر گئے۔ وہ بھی ڈاکٹر تھا۔

کئی تو P.H.D ڈاکٹر ہوتے ہیں اور کئی P.H.D صرف ہوتے ہیں کیا مطلب؟ پی کا مطلب ''پھرا'' ایچ کا مطلب ''ہوا'' اور ڈی کا مطلب ''دماغ'' یعنی پھرا ہوا دماغ۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے احرام باندھے اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ جب عمرہ کرنے کیلئے مسجد حرام کے دروازے پر پہنچے تو ہمارا بیٹا کہنے لگا کہ میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے لہٰذا میں اندر نہیں جاتا۔ ہم نے اسے سمجھایا لیکن وہ کہنے لگا نہیں۔ ہم نے کہا کہ پھر تم یہیں بیٹھ جاؤ تاکہ تمہاری طبیعت کچھ سنبھل جائے۔ جب ہم دونوں میاں بیوی عمرہ کرنے کیلئے آئے تو بیٹا واپس کمرہ میں آیا' کپڑے بدلے اور وہاں سے واپس اپنے ملک آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بیت اللہ شریف کے دروازے سے واپس دھتکار دیا۔ بیت اللہ کے دروازے تک پہنچ گیا لیکن بیت اللہ شریف دیکھنے کی توفیق نہ ملی۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۱/۱۱۴)

حسرت ہے اس مسافر مضطر کے حال پر
جو تھک کے رہ گیا ہو منزل کے سامنے

ایک گوالے کا سچا جذبہ حج

جامعہ اشرفیہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں' مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ[1] انہوں نے معارف القرآن بھی لکھی ہے۔ وہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ چونکہ وہ ایک فقیہ وقت تھے اس لیے ان کا سنایا ہوا واقعہ سنانے کی جرأت کر رہا ہوں۔ لاہور کا ایک گوالا تھا۔ گائے بھینس کے دودھ دوہنے والے کو گوالا کہتے ہیں۔ وہ نوجوان تھا۔ اس کے دل میں حج کرنے کی بڑی طلب تھی۔ چنانچہ جب لوگ حج کر کے واپس آتے تو وہ ان سے بڑے شوق اور محبت کے ساتھ سفر حج کے احوال پوچھتا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے حج کے موسم میں لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ لوگ حج پر کیسے جاتے ہیں؟ کسی نے اسے بتا دیا کہ حج کیلئے کراچی سے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس نے لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ کراچی کیسے جاتے ہیں؟ کسی نے کہا کہ اسٹیشن سے جاتے ہیں۔ پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ اسٹیشن کہاں سے جاتے ہیں؟ کسی نے اس کو اسٹیشن پہنچا دیا۔

---

[1]: ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۹ء میں دارالعلوم کی تدریس سے مستعفی ہو کر پاکستان ہجرت فرمائی۔ ۸ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء کو آپ کی رحلت ہوئی۔ (معارف القرآن ادریسی ص ۱/۳۰)

اب وہاں اسٹیشن پر پوچھتا پھر رہا تھا کہ مجھے کراچی جانا ہے کراچی کیسے جاتے ہیں وہ کئی دنوں تک لاہور اسٹیشن پر پھرتا رہا۔ بالآخر ٹرین کے ایک کنڈیکٹر گارڈ نے سوچا کہ یہ بے چارہ کئی دنوں سے پھر رہا ہے لہٰذا اس کے ساتھ کچھ تعاون کرنا چاہیے چنانچہ اس کو اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ ٹرین میں بیٹھ جاؤ میں تمہیں کراچی لے جاتا ہوں۔ اس طرح وہ ٹرین کے ذریعے کراچی پہنچ گیا۔

کراچی ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر اس نے پھر پوچھنا شروع کر دیا کہ مجھے حج پر جانا ہے کیسے جاؤں۔ کسی نے اسے حاجی کیمپ جانے کا راستہ بتا دیا اور وہ حاجی کیمپ چلا گیا۔ وہاں تو پورا شہر آیا ہوتا ہے۔ لوگ روزانہ بحری جہاز پر سوار ہو کر جا رہے ہوتے ہیں۔ جب وہ لوگوں کو سوار ہو کر جاتے دیکھتا تو اس کے جذبات کے سمندر میں اور زیادہ جوش آ جاتا۔ اگرچہ اس کے پاس سفر کے وسائل نہیں تھے۔ نہ ٹکٹ تھا نہ پاسپورٹ تھا اور نہ ہی پیسے تھے مگر اس کے دل میں حج کرنے کا سچا جذبہ موجود تھا۔ چنانچہ وہ وہاں بھی یہی کہتا رہا کہ مجھے حج پر جانا ہے۔

ایک دن اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ جو حاجیوں کا سامان جہاز پر لے جانے والے قلی ہیں ان کی ایک مخصوص وردی ہے اور ان کو اوپر جانے کی اجازت ہے لہٰذا مجھے کسی قلی سے دوستی لگانی چاہیے۔ چنانچہ اس نے ایک قلی سے دوستی لگائی اور اسے کہا بھئی! آپ اپنی وردی مجھے دے دیں۔ میں بھی حاجیوں کا سامان اوپر پہنچاؤں گا۔ جب سامان ختم ہو جائے گا تو میں اپنے کپڑے پہن کر آپ کی وردی واپس بھیج دوں گا۔ میرا بھی کام بن جائے گا اور آپ کی وردی بھی واپس آ جائے گی۔ چنانچہ اس قلی نے اسے اپنی وردی دے دی اور وہ سامان اٹھانے کے بہانے اس جہاز پر آتا جاتا رہا۔ جب سارا سامان ختم ہو گیا تو وہ ادھر ہی کہیں چھپ گیا اور اپنے کپڑے پہن کر قلی کی وردی واپس بھجوا دی۔ اب وہ وہیں پر ادھر ادھر وقت گزارتا رہا۔ وہاں تو ایک جہاز میں ہزاروں لوگ ہوتے ہیں کیا پتہ چلے کہ کون کیا ہے؟ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ایسی محبت تھی کہ پاسپورٹ اور ٹکٹ کے بغیر وہ جذبات کے گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کا گھر دیکھنے جا رہا تھا۔ لوگ تو اپنے کمروں میں بستروں پر سوتے اور وہ بے چارہ بیٹھ کر وقت گزار لیتا۔

اس نے جہاز میں ایک بندے کے ساتھ واقفیت پیدا کر لی اور اسے کہا کہ بھئی! جب

جدہ آ ئے تو مجھے بتا دینا۔ چنانچہ جب جدہ شہر کی روشنیاں سامنے نظر آ نے لگیں اور بحری جہاز ساحل کے قریب پہنچ گیا تو اس آدمی نے کہا' وہ دیکھو جدہ آ گیا ہے۔ اس آدمی نے دیکھا کہ وہ نوجوان جہاز کے عرشے کے اوپر چڑھا اور کھڑے ہو کر اس نے سمندر کے اندر چھلانگ لگا دی۔ اسے تیرنا تو آ تا نہیں تھا چنانچہ جب وہ نیچے گیا تو پھر اوپر ابھر ہی نہ سکا۔ جب اس آدمی نے دیکھا کہ یہ تو نظر ہی نہیں آ رہا تو وہ سمجھ گیا' کہ وہ نوجوان ڈوب گیا ہے اور اس نے دل میں سوچا کہ اچھا' اللہ کو یہی منظور تھا۔

جب اس آدمی نے حج کیا اور طواف زیارت کے بعد حرم شریف سے باہر نکل رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہ گوالا بھی حرم شریف سے باہر نکل رہا ہے اور اس نے عربوں جیسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اس نے اس سے پوچھا' کیا آپ وہی ہیں جس نے سمندر میں چھلانگ لگائی تھی؟ وہ کہنے لگا ہاں میں وہی ہوں۔ وہ وہاں ایک دوسرے کو خوب ملے۔ اس نے گوالے سے پوچھا کہ سناؤ تمہارے ساتھ کیا بنی؟ اس نے کہا میرے ساتھ چلو میں تمہیں آ گے جا کر بتاؤں گا۔ چنانچہ وہ آدمی اس کے ساتھ چل پڑا۔ جب وہ باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک بالکل نئی کار کھڑی ہے اور ڈرائیور انتظار کر رہا ہے۔ گوالا کار کے اندر بیٹھا اور ساتھ اس آدمی کو بھی بٹھا لیا اور ڈرائیور ان کو ایک مکان کی طرف لے گیا جو بالکل نیا بنا ہوا تھا۔ اندر جا کے دیکھا کہ کوٹھی سجی ہوئی ہے۔ گوالے نے اسے ایک جگہ پر بٹھا دیا اور نوکر سے کہا کہ مہمان کیلئے کھانے پینے کی کوئی چیز لے آؤ۔ چنانچہ وہ مشروبات اور پھل لے آیا۔ اس آدمی نے حیران ہو کر پوچھا' بھئی! مجھے بتاؤ کہ قصہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں تمہیں قصہ بعد میں بتاؤں گا پہلے یہ دیکھو کہ یہ کار بھی میری ہے' ڈرائیور بھی میرا ہے اور مکان بھی میرا ہے اس نے پوچھا کہ بھئی! یہ سب کچھ تمہیں کیسے مل گیا؟

وہ کہنے لگا کہ ہے تو یہ راز کی بات لیکن چونکہ تم میرے محرم راز ہو اس لیے میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ کہنے لگا کہ میرے دل میں اللہ کا گھر دیکھنے کا بہت شوق تھا اور اس شوق اور محبت میں میں نے یہ حیلہ کیا۔ جب میں جدہ پہنچا تو میں نے کہا' اے اللہ! بس میں اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے چھلانگ لگا دی۔ مجھے تیرنا تو آتا نہیں تھا' بس ایسے ہی ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے لہریں خود ہی دھکیل دھکیل کر ساحل کی طرف

لے جاتی رہیں میرے اندر بھی پانی چلا گیا اور میرے ہوش اڑ گئے۔ جب میں ساحل پر پہنچا تو نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ میں باہر نکلا اور وہیں لیٹ گیا۔ جب اٹھا تو صبح تہجد کا وقت تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا تو باہر جانے کے سب راستے بند تھے۔ ساحل کے ساتھ گرل لگی ہوئی تھی اور آگے دروازہ بند تھا میں وہیں گرل کے پاس بیٹھ گیا' میں نے دیکھا کہ اس گرل کے دوسری طرف کوٹھی نما ایک گھر ہے اور اس گھر کے صحن میں ایک گائے بندھی ہوئی ہے۔ دو آدمی اس گائے کا دودھ نکالنے کیلئے آئے مگر گائے ان سے مانوس نہیں تھی جس کی وجہ سے قابو نہیں آ رہی تھی۔ جب وہ دودھ نکالنے کیلئے بیٹھے تو گائے نے انہیں بیٹھنے ہی نہ دیا۔ وہ بڑی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ایک آدمی گائے کو پکڑتا اور دوسرا تھن کو ہاتھ لگاتا تو گائے بھاگ کر دوسری طرف چلی جاتی تھی۔ وہ تقریباً آدھا گھنٹہ اس کے ساتھ کشتی کرتے رہے۔ میرا تو کام ہی یہی تھا۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں نے انہیں اشارہ کیا کہ اگر مجھے کہو تو میں اس کا دودھ نکال دیتا ہوں۔ وہ تو عربی بولتے اور سمجھتے تھے اس لیے ان کو اشارے سے ہی دودھ نکال دینے کی پیشکش کی۔ انہوں نے کہا آ جاؤ۔ میں نے کہا کہ یہ جنگلہ ہے میں تو نہیں آ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ کوٹھی اس Sea Port (سی پورٹ) کے ڈائریکٹر کی تھی اس کا ایک بیٹا تھا۔ ڈاکٹروں نے اسے ہدایت کی ہوئی تھی کہ اپنے بیٹے کو گائے کا دودھ پلایا کریں اس زمانے میں فیڈر کی ماں نہیں ہوتی تھی اس نے اسپیشل اپنے بیٹے کیلئے وہ گائے رکھی ہوئی تھی۔ گائے کے اندر دودھ تو ہوتا تھا مگر اسے نکالنے نہیں دیتی تھی۔ جس کی وجہ سے ڈائریکٹر اور اس کی بیوی کو بڑی پریشانی تھی کہ بچے کو دودھ پورا نہیں ملتا اب جب میں نے کہا کہ میں گائے کا دودھ نکال دیتا ہوں تو ان دونوں نے جا کر ڈائریکٹر سے کہا کہ یہاں جنگلے کے اندر مسافروں میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں تمہیں دودھ نکال دیتا ہوں۔ اس نے کہا یہ چابی لو اور جا کر اسے لے آؤ۔ وہ گیٹ کا تالا کھول کر میرے پاس آئے اور مجھے ڈائریکٹر صاحب کے پاس لے گئے۔ جب میں نے گائے کو ذرا ہاتھ پھیرا اور اسے پیار کی بات کہی تو وہ مانوس ہو گئی۔ میں نے نیچے بیٹھ کر ان کو آٹھ دس کلو دودھ نکال کر دے فرمادیا۔

جب ڈائریکٹر کی بیوی نے دیکھا تو وہ بڑی خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ آج تو میرا بیٹا سارا دن دودھ پیے گا۔ پھر وہ کہنے لگی کہ اس بندے کو نہیں جانے دینا۔ جب ڈائریکٹر صاحب

سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میں تو پاکستان سے حج کرنے آیا ہوں۔ وہ کہنے لگا کہ ہم تمہیں واپس نہیں جانے دیں گے اس لیے کہ تم اچھا دودھ نکالتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں دودھ تو نکال دیا کروں گا لیکن میں نے حج بھی کرنا ہے وہ کہنے لگا کہ تم فکر نہ کرو ہم تمہیں حج بھی کروا دیں گے۔ دوسرے دن اس کی بیوی نے اپنے والد کو فون کیا اور اسے ساری تفصیل بتا دی اس کے والد نے دو سو گائے بھینسوں کا باڑا بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ جب اس نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ ہمیں تو خود ایسے ٹرینڈ بندے کی ضرورت ہے۔ بعد میں اس نے ڈائریکٹر صاحب کو فون کیا اور کہا کہ اس بندے کو میرے پاس بھیج دو۔ اس نے کہا' جی بہت اچھا میں بھیج دیتا ہوں۔ چنانچہ ڈائریکٹر صاحب نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھایا اور اپنے سسر صاحب کے گھر پہنچا دیا۔ اس کے سسر نے مجھے کہا کہ میں تمہیں یہاں رکھتا ہوں۔ تمہارے ذمے یہ کام ہے کہ تم صبح و شام میری گائے بھینسوں کا دودھ نکال دیا کرو گے۔ جب دودھ دوہنے کا وقت آیا تو میں نے اس کو بیس پچیس گائے بھینسوں کا دودھ منوں کے حساب سے نکال دیا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ اتنا دودھ بھی نکل سکتا ہے۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ بس اب تم نے یہیں رہنا ہے اور میں نے اسے کہا کہ مجھے حج پر جانا ہے۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد یہی کہتا کہ بس اب تم نے یہیں رہنا ہے لیکن میں جواب میں یہی کہتا ہے کہ مجھے حج پر جانا ہے۔ میں تین دن وہاں رہا اور تینوں دن وہ مجھے بار بار یہی کہتا کہ تم نے یہیں رہنا ہے اور میں اس سے کہتا کہ مجھے حج پر جانا ہے' تیسرے دن وہ کہنے لگا' میاں! ہم تجھے حج بھی کروائیں گے لیکن تو نے رہنا یہیں ہے میں نے کہا کہ میں حج تو کروں گا لیکن باقی باتیں بعد میں کریں گے۔

اس نے مجھے حج بھی کروا دیا ہے حج کرنے کے بعد میں نے اسے کہا کہ میرا حج ہو گیا ہے اب مجھے گھر واپس جانا ہے' وہ کہنے لگا نہیں تو نے یہیں رہنا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے تو بیوی بچے وہاں ہیں' اس نے کہا فکر نہ کرو' میں نے ایک نیا گھر بنایا ہے وہ گھر میں تجھے دیتا ہوں۔ یہ میری نئی گاڑی ہے' یہ بھی تجھے دیتا ہوں' اور یہ ڈرائیور ہے یہ بھی میں تجھے دیتا ہوں۔ اب تم اپنے بیوی بچوں کے نام اور ایڈریس بتا دو' میں پیغام بھیج دیتا ہوں اور آنے والے جہاز میں تمہارے بیوی بچے بھی پہنچ جائیں گے۔ پھر ایک حج کیا ہر سال حج کرتے

رہتا۔ اب ایک ہفتے بعد میری بیوی بچے بھی میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ میں نے حج بھی کر لیا ہے' اللہ نے گھر بھی دے دیا ہے اور گاڑی بھی دے دی ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو دیکھنے کی برکت ہے' کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کی نعمتیں بھی عطا کر دی ہیں۔ اب میں یہیں رہوں گا۔ ہر سال بیت اللہ شریف کا حج کروں گا۔ بھئی! ہم سے تو وہ گوالا اچھا کہ اس نے دودھ نکالنے کی برکت سے بیت اللہ شریف دیکھ لیا۔ سچ ہے کہ جب جذبہ سچا ہو تو پھر بات بھی بن جاتی ہے۔

(خطبات ذوالفقار: ۹۵ تا ۱۰۱/۱۱)

بیت اللہ شریف کی برکت کا ایک حیرت انگیز واقعہ

بیت اللہ شریف کی برکت کا ایک واقعہ ابھی یاد آیا ہے۔ وہ بھی آپ کو سناتا چلوں' ایک نوجوان کسی فیکٹری میں ہمارے ساتھ کام کرتا تھا۔ وہ اتنا خوبصورت تھا کہ اسے دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا تھا۔ اس کے نقش نین اس کا قد اور اس کا ڈیل ڈول قابل دید تھا اور اس کی چھاتی ایسی باڈی بلڈرز کی طرح تھی کہ اگر اس کے سینے پر پانی کا گلاس رکھتے تو وہ بھی ٹھہر سکتا تھا۔ جب وہ چلتا تو پتہ چلتا تھا کہ ایک نوجوان چل کے آ رہا ہے۔ جہاں اس کی Personality (شخصیت) خوبصورت تھی وہاں اللہ تعالیٰ نے اسے مال و متاع بھی بڑا دیا تھا۔ وہ کئی مربع زرعی زمین کا وارث تھا۔ اس کا ایک اور بھائی بھی تھا جو میجر تھا۔ وہ نوجوان یونیورسٹی کے ماحول میں جا کر دہریہ بن گیا تھا۔

جب ہمیں پتہ چلا کہ وہ دہریہ ہے تو ہمیں تشویش ہوئی۔ میں نے اپنے ساتھ والے انجینئر سے کہہ دیا کہ آپ لوگوں نے اس سے کوئی بحث نہیں کرنی۔ البتہ جب کبھی کوئی بات ہوئی تو یہ عاجز فقیر ہی اس سے بات کرے گا۔ چونکہ ہم دونوں کا ایک ہی Sattus (عہدہ) تھا اس لیے وہ میرے ساتھ ذرا حساب سے بات کرتا تھا۔

اس نے طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں' کسی سے کہتا' یار! جس طرح تم اللہ سے ڈرتے ہو میں نہیں ڈرتا۔ کبھی کچھ کہتا اور کبھی کچھ...... کوئی ملازم آ کر کہتا' جی مجھے چھٹی چاہیے' وہ پوچھتا کیوں؟ وہ بتاتا کہ مجھے جماعت کے ساتھ جانا ہے' وہ آگے سے کہتا' اچھا اچھا تم جہالت پھیلانے جا رہے ہو۔ ایک دن اس نے آ کر انجینئر سے یہ کہا' یار! میں آج جنازہ پڑھنے گیا تھا میں نے کئی قبروں کو ہاتھ لگا کر دیکھا لیکن مجھے تو ان میں سے کوئی بھی گرم محسوس

نہیں ہوئی اس طرح وہ Taunt (ملامت) کرتا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر ہم اس کی ہدایت کیلئے دعا بھی کیا کرتے تھے اور اس انتظار میں بھی کہ کسی مناسب وقت میں اس سے بات کریں گے۔

ایک دن اس نے بتایا کہ میری والدہ نے میری شادی کا پروگرام بنایا ہے‘ ہم نے کہا‘ بہت اچھا‘ جب اس نے یہ بات ظاہر کی تو ادھر ادھر سے Proposals (تجاویز) آنی شروع ہوگئیں۔ کبھی کرنل کی بیٹی کیلئے ڈیمانڈ آتی تو کبھی جنرل کی بیٹی کیلئے۔ کبھی لیڈی ڈاکٹر کیلئے ڈیمانڈ آتی تو کبھی پروفیسر کیلئے۔ ہم حیران تھے کہ اس کے پاس ایک مہینے میں ایک سو نو (109) رشتے آئے کیونکہ جو بندہ بھی اس کو دیکھتا تو اس کا جی چاہتا کہ ہمارے قریب ہی کہیں اس کا رشتہ ہو جائے۔ اس نے مجھ سے مشورہ کیا کہ اب میں کیا کروں؟ میں نے کہا‘ جی آپ سب کو پڑھ لیں کہ یہ کیسے کیسے لوگ ہیں؟ پھر ان میں سے جو پانچ دس آپ کو مناسب نظر آئیں ان سے ملاقات کر لیں۔ اس کے بعد آپ کیلئے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔

اسی بات چیت کے دوران میں نے اسے کہا‘ جی آپ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی جرأت والی گفتگو نہ کیا کریں کیونکہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ وہ کہنے لگا‘ آپ کہتے ہیں تو آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کروں گا۔ ویسے میں اتنا ڈرتا نہیں ہوں۔ جب اس نے یہ بات کہی تو میں نے اس سے کہا‘ اچھا! پھر میری بات بھی سن لیں کہ اب آپ ذرا تیار ہو جائیں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر اتنی جرأت کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے تگنی کا ناچ نچا دیتے ہیں۔ جو باتوں سے نہیں مانتا وہ لاتوں سے مانتا ہے اور آپ تو اب باتوں کی حد کراس کر گئے ہیں۔ وہ کہنے لگا‘ ٹھیک ہے آپ بھی یہیں ہیں اور میں بھی یہیں ہوں میں نے بھی کہا:

"فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ"

(پس تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں)

دوسرے تیسرے دن ہمیں اطلاع ملی کہ وہ موٹر سائیکل پر جا رہے تھے۔ اس کا اچانک ایکسیڈنٹ ہوا ہے‘ اس کو چوٹیں تو آئی ہیں مگر اتنی Serious نہیں‘ اسی وجہ سے وہ آج چھٹی پر ہے۔ ہم اس کی طبع پرسی کیلئے اس کی رہائش گاہ پر گئے۔ ہم نے اس سے پوچھا‘ جی

آپ کا ایکسیڈنٹ کیسے ہوا؟ وہ کہنے لگا بس اچانک ہی ایکسیڈنٹ ہوا۔ سڑک بالکل صاف تھی' میں تو آرام سے موٹر سائیکل چلاتے ہوئے جا رہا تھا آنکھوں کے سامنے اچانک اندھیرا سا آیا اور میری موٹر سائیکل نیچے گر گئی۔

دو چار دن بعد اطلاع ملی کہ وہ پیدل چل رہا تھا کہ اچانک نیچے گر گیا۔ اس نے لاہور جا کر اپنا چیک اپ کروایا تو انہوں نے اس کا علاج شروع کر دیا۔ علاج کرتے کرتے کسی نے بتایا کہ اس کے Nerve System (عصبی نظام) میں کوئی خرابی ہے' لہٰذا اس کا آپریشن کرنا پڑے گا' اس کے بھائی نے نو بریگیڈ جنرل ڈاکٹروں کا ایک پینل بنوایا۔ وہ سب کے سب باہر سے پڑھ کر اور تجربہ کر کے آئے تھے۔ انہوں نے شہرہ میں ایک فوجی ہسپتال میں اس کا آپریشن کیا۔ آپریشن آٹھ گھنٹوں میں مکمل ہوا۔ جب وہ واپس آیا تو کچھ دنوں کے بعد اس کی طبیعت تھوڑی سی ٹھیک ہوئی۔ اس کے بعد پتہ چلا کہ اب اس کو بخار ہو گیا ہے۔ بخار کا افاقہ ہوا تو پھر اس نے دفتر آنا شروع کر دیا۔

ایک دن اس نے مجھے بتایا کہ مجھے تو چیزیں دو دو نظر آ رہی ہیں۔ یعنی وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میری آنکھیں ایک چیز نہیں دیکھ رہیں بلکہ ان کا Focus (مرکز) ختم ہو چکا ہے' اب ہر آنکھ علیحدہ علیحدہ چیز دیکھ رہی ہے' اس طرح اس کو ایک کی بجائے دو بندے نظر آنے لگے' سلام اس کو کرے یا اس کو کرے۔ ایسا بندہ کارخانے میں کس طرح کام کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہ گویا بیٹھ ہی گیا۔

ابھی دو چار دن ہی گزرے تھے کہ اس کے ہاتھوں سے پسینہ بہنا شروع ہو گیا۔ اتنا پسینہ کہ اگر وہ ہاتھوں کا رخ نیچے کرتا تو پانی کے قطرے نیچے ٹپک رہے ہوتے تھے۔ وہ تین چار تولیے اپنے پاس رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کیلئے کسی کاغذ پر سائن کرنا مشکل ہو گیا۔ وہ عجیب مصیبت میں مبتلا تھا۔

ہم نے اسے کہا کہ یہ خدا کا ایک غیبی نظام ہے جو حرکت میں آ گیا ہے' اس کا ایک ہی حل ہے کہ اپنے رب کو تسلیم کرو اور معافی مانگو ورنہ نہیں چھوٹو گے۔ وہ ہنس کے ٹال دیتا اور کہتا کہ زندگی میں صحت بیماری تو ہوتی ہی رہتی ہے۔

کیا مسلمان بیمار نہیں ہوتے؟

......کیا کفر کی صحت نہیں ہوتی؟

ہم نے کہا ٹھیک ہے اور دیکھ لو۔

اسکے بعد اسے بخار ہو گیا اور وہ لمبی چھٹی پر گھر چلا گیا۔ ایک مہینے کے بعد ہمیں اطلاع ملی کہ وہ تو اپنی زندگی کے بالکل آخری لمحات میں ہے۔ ہم سرگودھا اس کے گھر اس کی عیادت کیلئے گئے۔ میں نے اس بندے کو جا کر دیکھا تو وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا۔ اس کا وزن چالیس کلو کے قریب رہ گیا ہوگا۔ اس کو کمزوری اتنی ہو چکی تھی کہ وہ اپنی کروٹ بھی خود نہیں بدل سکتا تھا۔ اس کی امی اس کو کروٹ بدلواتی تھی۔ وہ اپنے ہاتھ سے روٹی بھی نہیں کھا سکتا تھا۔ وہ اپنے کپڑے بھی نہیں بدل سکتا تھا۔ ذرا سوچئے کہ وہ کیسا ہو گیا ہوگا۔ اس کی جوانی بھی ہم نے دیکھی تھی اور اس کا یہ حال بھی ہم نے دیکھا۔

اس کی حالت دیکھ کر مجھے دل میں بہت ہی دکھ ہوا۔ میں نے اس سے کہا کہ ہم آپ کے علاج کی کوئی تجویز بناتے ہیں ہم آپ کو باہر ملک بھجوائیں گے' مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ صحت مند ہو جائیں گے' کیا آپ واپس آتے ہوئے عمرہ کر کے آئیں گے؟ اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

انڈسٹری کے جو بڑے تھے ان کے ساتھ عاجز کی محبت کا ایک تعلق تھا۔ چنانچہ میں نے واپس آ کر انہیں کہا' جی دیکھیں کہ وہ جوان آدمی ہے دنیا میں جہاں کہیں بھی اس بیمار کا علاج ہو سکتا ہے آپ اس کو وہاں بھیجیں اور اس کا خرچہ ادا کریں' انہوں نے کہا ٹھیک ہے' میں آپ کے ذمے کر دیتا ہوں آپ ٹکٹیں بنوائیں اور ان کو بھیجیں' میں ساری Payment (ادائیگی) کر دوں گا۔

ہم نے فوراً World Health Organizition (عالمی ادارہ صحت) کو خط لکھا کہ یہ بیمار ہے' پوری دنیا میں اگر کہیں اس بیماری کا علاج ہو سکتا ہے تو ہمیں بتاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس بیماری کا علاج کینیڈا میں فقط ایک ڈاکٹر کے پاس ہے اور اس کے پاس اب تک صرف نو مریض ٹھیک ہوئے ہیں۔ ہم نے ان سے رابطہ کیا۔ اس ڈاکٹر نے بتایا کہ میری بیوی بھی اس مرض میں مبتلا تھی میں نے دن رات محنت کی اور وہ صحت مند ہو گئی اس وقت تک میرے پاس نو مریض ٹھیک ہو چکے ہیں' اگر آپ بھی آنا چاہتے ہیں تو آ جائیں اتنا

اتنا خرچہ ہوگا۔

ہم نے جہاں اس کی کینیڈا کے لئے ٹکٹیں ہوائیں وہاں ساتھ اس کے بھائی کی بھی ہوالیں کیونکہ وہ خود تو جا نہیں سکتا تھا۔ اللہ کی شان کہ جب اس عاجز نے ان کی ٹکٹیں ہوائیں تو واپسی سعودی عرب کے ذریعہ ہوائیں۔ ہم نے اس کے بھائی سے کہہ دیا کہ دیکھو اس نے عمرہ کرنے کیلئے ہاں کی ہوئی ہے لہٰذا آپ واپسی پر خود بھی عمرہ کرنا اور اس کو بھی عمرہ کروانا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ جب وہ واپس آیا تو جیسے ہم توقع کر رہے تھے۔ وہ وہاں علاج کروا کے صحت مند ہو جائے گا۔ اسی طرح وہ کافی صحت مند واپس آیا اور ملا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھا تو کہنے لگا۔

''نماز کا وقت ہو گیا ہے''

میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور کہا خیر تو ہے وہ کہنے لگا نماز کیلئے تیاری کر لیں۔ میں نے کہا نماز کیلئے تو ابھی آدھا گھنٹہ باقی ہے۔ اس وقت میں آپ ہمیں اپنے سفر کی روئیداد سنا دیں اس کے بعد ان شاء اللہ نماز بھی پڑھیں گے۔ اب اس نے اپنی روئیداد خود سنائی۔

وہ کہنے لگا کہ جب میں یہاں سے کینیڈا گیا تو ڈاکٹر نے مجھے مشین پر لٹا دیا۔ میرے ساتھ کمپیوٹر مشینیں جوڑ دیں اور لیبارٹری میں پتہ نہیں کیا کچھ تھا۔ میری ہر چیز مانیٹر ہو رہی تھی۔ Misthenea Gravous بیماری نکلی۔ اس نے میرا پورا خون Centrifugral Machine (سینٹری فیوجل مشین) کے ذریعہ نکال کر اس کو صاف کیا اور پوری Plazma (پلازما) نکال کر باقی واپس کر دیا۔ اس نے ایک دفعہ بھی ایسا کیا اور پھر کئی دن بعد دوسری مرتبہ کیا اور پھر کئی دن بعد تیسری مرتبہ کیا۔ جب وہ تین دفعہ اس طرح کر چکا تو اس نے میرے بھائی کو بلایا اور کہا بھئی! آپ کے بھائی کی زندگی کے چند دن ہی ہیں بچنے کی امید نہیں ہے۔ بھائی نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا! ''میں نے جتنے مریضوں کا علاج کیا ان کیلئے میں نے صرف ایک ایک مرتبہ یہ طریقہ اپنایا اور وہ سب ٹھیک ہو گئے جب کہ یہاں تین دفعہ یہ طریقہ استعمال کر چکا ہوں لیکن ٹھیک نہیں ہوا'' میرے بھائی نے کہا

''ڈاکٹر صاحب! جب آپ کی طرف سے جواب ہے تو بجائے اس کے کہ میں بھائی کی لاش لے کر واپس جاؤں' اسے زندہ ہی لے جاتا ہوں تاکہ یہ امی کو ایک نظر دیکھ لے''

اس نے کہا ہاں لے جاؤ اس طرح ہم وہاں سے بغیر علاج کے واپس آ گئے۔ جب جدہ پہنچے تو وہاں سے اگلی فلائیٹ نہیں ملتی تھی۔ میرے بھائی نے کہا' جی میرے ساتھ مریض ہے انہوں نے کہا جو مرضی ہے' اس وقت فلائیٹس پیک ہیں اور آپ لوگوں کو یہاں دو دن انتظار کرنا پڑے گا۔ میرے بھائی نے کہا' میرے ساتھ بہت ہی Serious مریض ہے' انہوں نے کہا' مریض ہے تو ہم کیا کریں' ہم اتنا کر سکتے ہیں کہ ہم آپ کو پرائیویٹ سواری دے سکتے ہیں تاکہ آپ ایئرپورٹ سے شہر چلے جائیں اور وہاں دو دن ٹھہر کر واپس چلے آئیں وہ کہنے لگے کہ اس طرح ہم جدہ شہر میں آ گئے۔

شہر میں پہنچ کر بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں آپ کو وہاں لے جاؤں جہاں کا آپ نے ان سے وعدہ کیا تھا' میں نے کہا ٹھیک ہے لے جاؤ۔ چنانچہ بھائی مجھے مکہ مکرمہ لے کر چلے گئے اور میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ بیت اللہ شریف کو دیکھا۔

وہ کہنے لگا کہ بیت اللہ شریف کو دیکھ کر میرے دل پر عجیب سا اثر ہوا۔ اب دیکھئے کہ وہ مسلمان نہیں تھا بلکہ دہریہ تھا اور خدا کے وجود کو نہیں مانتا تھا اس بندے کی یہ حالت تھی۔ اس نے کہا کہ میرے دل میں کچھ عجیب سی کیفیت بنی اور میں نے بیٹھے بیٹھے دعا مانگی۔ ذرا توجہ فرمایئے گا۔

''اللہ! اگر تو ہے تو مجھے صحت عطا فرما تاکہ میں کل چل کے تیرے گھر کا طواف کر سکوں''

اس کے بعد میرے دل میں ایک عجیب خوشی کی کیفیت آ گئی۔ میں نے دوائی لینا بند کر دی' اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ جب میں اگلے دن سو کر اٹھا تو صبح تر و تازہ تھا' میں بھائی کے ساتھ بیت اللہ شریف کے پاس آیا' کلمہ پڑھا اور میں نے چل کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا' اللہ اکبر کبیرا !!!

میرے دوستو! اگر اللہ رب العزت اس گھر میں جانے والے دہریوں کی دعائیں بھی قبول کر لیتا ہے اور ان کو ہدایت بھی دے دیتا ہے اور ان کی مرادیں بھی پوری کرتا ہے تو جو مومن یہاں سے اللہ کے گھر کے دیدار کیلئے جاتے ہوں گے وہ وہاں جا کر اللہ کی رحمتوں سے

کتنے حصے پا کے ہو گئے۔ (خطبات ذوالفقار ۱۴، ۱۱۳:۱۱)

شوق ہو تو سفر حج آسان

پچھلے سال حج کے موقع پر سعودی عرب کے اخبار میں ایک خبر آئی۔ یمن کے ایک حاجی صاحب آئے ہوئے تھے۔ ان کی تصویر بھی اخبار میں چھپی تھی۔ ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ انہوں نے بیان دیا کہ میں نے پہلا حج بیس سال کی عمر میں کیا اور اس مرتبہ میں زندگی کا سواں حج کرنے آیا ہوں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے بیس حج سواری پر کئے اور اسی حج پیدل چل کر کئے۔ (خطبات ذوالفقار ۱۱۳:۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"فاقرؤا ما تیسر من القرآن"

تلاوت کلام پاک

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

قرآن سننے کی خواہش رب جلیل نے کی

ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب[1] رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ نبی علیہ السلام نے ان کو بلا کر فرمایا کہ مجھے سورہ سناؤ۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ مجھے سورہ بینہ سناؤ۔ وہ بڑے سمجھدار تھے۔ چنانچہ آگے سے پوچھنے لگے۔ اے اللہ کے محبوب ﷺ! اللہ سمانی ؟ کیا اللہ رب العزت نے میرا نام لے کر فرمایا؟ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ نعم الله سماک ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لے کر فرمایا ہے کہ ابی بن کعب سے کہو کہ قرآن سنائے۔ محبوب ﷺ! آپ بھی سنیں گے اور میں (پروردگار) بھی سنوں گا۔ یہ سن کر ابی بن کعبؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ان کا یہ رونا خوشی کا رونا تھا۔ (دوائے دل ۱۳۲ خطبات ذوالفقار ۲۹۸: ۱۰)

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی ....

قرآن سننے کے لئے مشتاق فرشتے بھی......

ایک صحابیؓ اپنے گھر کے اندر تہجد میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ طبیعت ایسی مچل رہی تھی کہ جی چاہتا تھا کہ ذرا جہر (اونچی آواز) سے پڑھیں۔ مگر قریب ہی ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور چارپائی پر بچہ لیٹا ہوا تھا۔ محسوس کیا کہ جب اونچا پڑھتا ہوں تو گھوڑا بدکتا ہے۔ لہٰذا دل میں خوف پیدا ہوا کہ گھوڑا کہیں بچے کو نقصان نہ پہنچا دے۔ پھر آہستہ پڑھنا شروع کر دیتے۔ ساری رات یہی معاملہ ہوتا رہا۔ جب تہجد مکمل کی اور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ ستاروں کی مانند روشنیاں ہیں جو ان کے سر کے اوپر آسمان کی طرف واپس جا رہی تھیں۔ یہ ان روشنیوں کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ صبح ہوئی تو وہ صحابیؓ نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں نے رات جو تہجد اس انداز سے پڑھی کہ بچے کے خوف کی وجہ سے آہستہ پڑھتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ ذرا آواز کے ساتھ پڑھوں۔ مگر دعا کے وقت میں نے کچھ روشنیاں آسمان کی طرف جاتے دیکھیں۔ اللہ رب العزت کے

---

[1] آپ کا لقب سید القراء ہے اور دور صدیقی میں ترتیب قرآن پر مامور صحابہ کے سرکردہ تھے۔ اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ خود باری تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ ان سے قرآن سنیں۔ ۱۹ھ میں بروز جمعہ آپ کی وفات ہوئی۔ مدینہ میں مدفون ہوئے۔ (سیر الصحابہ ۱۴۰/۳)

محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ رب کریم کے فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے کیلئے عرش رحمان سے نیچے اتر آئے تھے۔ اگر تم اونچی آواز سے قرآن پڑھتے رہتے تو آج مدینہ کے لوگ اپنی آنکھوں سے فرشتوں کو دیکھ لیتے۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار: ۳/۲۱۲)

تلاوت قرآن پر نزول رحمت

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ تہجد کا وقت تھا۔ ایک طرف دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نوافل پڑھ رہے ہیں اور آہستہ قرآن مجید پڑھ رہے ہیں تو دوسری طرف سیدنا عمر فاروقؓ ذرا جہرا (اونچی آواز) سے قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ تہجد میں دونوں طرح پڑھنے کی اجازت ہے۔ جب دونوں نماز پڑھ چکے تو حاضر خدمت ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا۔ ابوبکر! تم آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے؟ عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! میں اس ذات کو قرآن سنا رہا تھا جو سینوں کے بھید بھی جانتی ہے۔ مجھے بھلا اونچا پڑھنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا عمر! تم اونچا کیوں پڑھ رہے تھے؟ عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ میں سوئے ہوؤں کو جگا رہا تھا۔ شیطان کو بھگا رہا تھا۔ سبحان اللہ! قرآن پڑھا جاتا تھا اور شیطان ان جگہوں سے بھاگ جایا کرتا تھا۔ اللہ رب العزت کی رحمتیں ہوتی تھیں۔ آج بھی اگر کوئی انسان اس قرآن کو محبت سے پڑھے گا تو اللہ رب العزت کی رحمتیں اتریں گی اور اس کی برکت سے سینے روشن ہو جائیں گے۔ اسی لئے فرمایا: لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ کہ یہ قرآن انسانوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ۳/۲۱)

رحمتوں کے جھرمٹ میں رحمت سے محرومی

یہ بات بڑے افسوس سے کہہ رہا ہوں کہ ایک قاری صاحب اپنے حالات بتاتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ حضرت! جب میں بچوں کو پڑھا رہا تھا تو عین سبق سننے کی حالت میں میری شہوت بھری نظر ایک بچے پر پڑ رہی تھی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ جہاں قرآن پڑھا جائے وہاں رحمت اترتی ہے۔ اب وہ بندہ جس نے فجر سے پہلے کلاس لینی شروع کی اور پھر فجر کے بعد سے لے کر عشاء تک مختلف وقفوں سے بچوں کو اللہ کا قرآن پڑھایا۔ خود بھی پڑھا بچوں سے بھی سنا اور ایک وقت میں

درجنوں بچوں کے قرآن پڑھنے کی آواز اس کے کانوں میں جاتی رہی تو وہ تو دن کے بارہ چودہ گھنٹے اللہ کی رحمتوں کے جھرمٹ میں بیٹھا رہا۔ ایسے بندے کا دل تو بالکل دھل جانا چاہئے تھا' اس پر نفس و شیطان نے غلبہ کیوں کیا اور اس پر قرآن مجید کی تلاوت کا اثر کیوں نہ ہوا؟ ہمارے مشائخ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اللہ کی رحمتوں کے اترنے میں تو کوئی شک ہی نہیں مگر اس کا دل ان رحمتوں کو جذب نہیں کر رہا ہوتا۔

ایک مثال سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گی۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اگر آپ اس کو پہلے دن بھینس کا دودھ پلا دیں تو اس کا معدہ اسے برداشت نہیں کر سکے گا۔ اس کا پیٹ خراب ہو جائے گا اور اسے اسہال کی تکلیف ہو جائے گی۔ اس لیے بچے کو یا ماں کا دودھ پلایا جائے یا بکری کا دودھ پلایا جائے' چونکہ بکری کا دودھ بہت ہلکا اور پتلا ہوتا ہے اس لیے بچہ اسے برداشت کر لے گا اور جوان ہو کر بھینس کا ایک کلو دودھ بھی برداشت کر لے گا۔ کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ شروع میں اس کی استعداد کمزور تھی اس لیے اسے کسی ہلکی پھلکی چیز کی ضرورت تھی' جب ہلکی غذا ملتی رہی اور وہ پرورش پاتا رہا تو پھر اس کے اندر استعداد بڑھتی گئی حتیٰ کہ اس کے اندر گائے کا دودھ جذب کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ پھر جب بڑھتے بڑھتے وہ جوان ہو گیا تو اب اس کے اندر بھینس کا دودھ برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ بالکل اسی طرح قرآن مجید کے انوارات ثقیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ "اِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا" (المزمل ۵)

(ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری بات نازل کریں گے)

اس لیے اس کے انوارات کو برداشت کر لینا ہر بندے کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ کے انوارات بہت لطیف ہوتے ہیں' لہٰذا جو بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اس کا قلب گناہوں کی میل کی وجہ سے جتنا بھی گندہ ہو ذکر کے انوارات و قبول کر لیتا ہے' اس ذکر اللہ سے اس کے قلب کی نورانیت بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کا قلب لا الٰہ الا اللہ کے انوارات قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے کرتے انسان کی ایک ایسی کیفیت بن جاتی ہے کہ جب وہ قرآن مجید کے انوارات سے بھی فیض پانا شروع کر دیتا ہے۔ اب اس کے قلب کی روحانیت اتنی بن چکی ہوتی ہے کہ یہ

قرآن سن کر پھڑک اٹھتا ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ۶/۱۰)

آپ کے منہ سے مشک کی خوشبو آنے لگی......

امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد نبوی میں جاتے تھے تو وہاں قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ ان کے منہ سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ کسی نے پوچھا' حضرت! کیا آپ منہ میں الائچی رکھتے ہیں یا کوئی اور چیز رکھتے ہیں۔ ہم نے اتنی خوشبو کبھی کہیں نہیں سونگھی۔ وہ کہنے لگے نہیں۔ بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ عاصم! تو اتنی محبت کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے کہ مجھے بہت پسند آتا ہے۔ آؤ میں تمہارے منہ کو بوسہ دے دوں۔ جب سے نبی علیہ السلام نے خواب میں میرے منہ کا بوسہ لیا ہے اس وقت سے میرے منہ سے خوشبو آتی ہے۔ سبحان اللہ۔ (خطبات ذوالفقار: ۲۰/۱۱)

تلاوت کی آواز پر فرشتے اتر پڑے......

ایک صحابیؓ اپنے گھر میں تہجد کی نماز میں قرآن پاک پڑھ رہے ہیں' طبیعت پر کیف ہے ذرا اونچی آواز سے قرآن پڑھنے کو جی چاہتا ہے' گھر کا صحن چھوٹا ہے گھوڑا بھی بندھا ہے اور ایک چارپائی پر بچہ بھی سویا ہوا ہے جب اونچا پڑھتے ہیں تو گھوڑا بدکنے لگتا ہے' دل میں ڈر سا محسوس ہوتا ہے کہ کہیں بچے کو تکلیف نہ پہنچا دے' لات نہ مار دے' آہستہ آہستہ قرآن پڑھنے لگ جاتے ہیں' تھوڑی دیر کے بعد پھر طبیعت مچلتی ہے تو اونچا پڑھتے ہیں گھوڑا بدکتا ہے پھر آہستہ آہستہ قرآن پڑھنے لگ جاتے ہیں' بس یہی کچھ تقریباً ساری رات ہوتا رہا' جب انہوں نے صبح کے وقت دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو ان کی نگاہ آسمان پر پڑی' کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ روشنیاں نہایت تیزی کے ساتھ ان کے سر سے دور آسمان کی طرف جارہی ہیں' حیران ہوئے کہ یہ کیا چیز ہے؟ چنانچہ صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میرے ساتھ یہ معاملہ ہوتا رہا' اونچا پڑھتا تھا تو ڈر محسوس ہوتا تھا' کہ بچے کو تکلیف نہ پہنچ جائے اور آہستہ پڑھتا تھا تو پھر طبیعت مچلتی تھی کہ اونچا پڑھوں' جب میں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو نگاہ آسمان کی طرف اٹھی' میں نے کچھ روشنیاں دور جاتی ہوئی دیکھیں' اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے' جو تیرا قرآن سننے کیلئے آسمان سے نیچے اتر آئے تھے اگر تم اونچی آواز سے پڑھتے رہتے تو آج مدینہ کے لوگ

فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے' وہ فرش پر قرآن پڑھتے تھے تو عرش سے فرشتے اترآتے تھے۔ (واقعات فقیر: ۱/۲۱۸)

دوران تلاوت تیروں کی چبھن کا احساس کہاں؟

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ جہاد سے واپس تشریف لا رہے تھے' آپ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور ارشاد فرمایا کہ دو آدمی رات کو پہرہ دیں تاکہ بقیہ لوگ آرام کی نیند سو سکیں' دو صحابہ کرامؓ نے اپنے آپ کو اس خدمت کیلئے پیش کیا' آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاؤ اور دشمن کا خیال رکھو' ایسا نہ ہو کہ دشمن شب خون مارے اور لوگوں کو نقصان ہو' وہ دونوں صحابہؓ پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے' تھوڑی دیر تو بیٹھے رہے' تھوڑی دیر کے بعد آپس میں مشورہ کیا کہ اگر دونوں جاگتے رہے تو ممکن ہے کہ آخری پہر میں دونوں کو نیند آ جائے تو بہتر یہ ہے کہ ایک بندہ ابھی سو جائے اور دوسرا جاگتا رہے' بعد میں دوسرا جاگ جائے اور پہلا سو جائے' اس طرح فرض منصبی بھی پورا ہو جائے گا اور وقت بھی اچھا گزر جائے گا' چنانچہ انہوں نے سوچا کہ میں خاموشی سے فقط ادھر ادھر دیکھ رہا ہوں کتنا ہی اچھا ہو کہ میں دو رکعت ہی پڑھ لوں' چنانچہ دو رکعت کی نیت باندھی اور سورۃ کہف پڑھنا شروع کر دی' سورۃ کہف پڑھنے میں کچھ ایسا مزہ آیا کہ پڑھتے ہی رہے' اسی اثنا میں دشمن ادھر کہیں آ نکلا' اس نے دیکھا کہ لشکر تو سویا ہوا ہے' قریب کوئی ایسا تو نہیں جو پہرے میں ہو' اس نے اوپر پہاڑ کی چوٹی پر دیکھا تو ایک آدمی کھڑا نظر آیا' اس نے دور ہی سے ایک تیر مارا جو ان کے جسم پر لگا اور خون نکل آیا' مگر وہ سورۃ کہف پڑھتے رہے' دوسرا تیر مارا تو خون دوسری جگہ سے نکل آیا مگر پھر بھی قرآن پڑھتے رہے' اس طرح کئی تیر ان کے جسم میں لگے اور خون نکلتا رہا' خون نکلنے سے وضو کے ٹوٹنے کا مسئلہ اس وقت تک واضح نہیں ہوا تھا' وہ قرآن پڑھتے رہے پڑھتے رہے حتیٰ کہ محسوس ہوا کہ جسم سے اتنا خون نکل چکا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاؤں' اگر گر گیا تو پھر میرے بھائی کو کون جگائے گا اور لشکر کی حفاظت کون کرے گا' یہ تو ذمہ داری میں کوتاہی ہو گی۔ لہٰذا جلدی سے سلام پھیرا اور بھائی کو جگا کر کہنے لگے کہ دشمن تیروں پہ تیر مارتا رہتا تو میں ان کو کھاتا رہتا مگر سورۃ کہف کو مکمل کیے بغیر میں کبھی سلام نہ پھیرتا' مجھے قرآن کے پڑھنے میں یوں مزہ آ رہا تھا۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار: ۳/۲۱۹)

چراگاہ سے دربارِ خلافت تک

سیدنا عمر بن خطابؓ اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ فوج کو لے کر مکہ مکرمہ کی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے۔ دوپہر کا وقت ہے۔ چلچلاتی دھوپ ہے۔ ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور نیچے وادی میں دیکھنا شروع کر دیا۔ فوج ساری کھڑی ہے۔ پسینہ میں شرابور ہے۔ کوئی سایہ نہیں۔ بچاؤ کی صورت نہیں۔ سب پریشان ہو گئے، کسی نے کہا امیر المومنین، خیریت تو ہے؟! آپ یہاں کھڑے ہیں۔ فرمایا میں نیچے وادی میں دیکھ رہا ہوں۔ جہاں اسلام لانے سے پہلے میں اپنے اونٹوں کو چرانے آتا تھا اور بچپن میں مجھے اونٹ چرانے کا طریقہ نہیں آتا تھا، میرے اونٹ خالی پیٹ گھر جاتے تو میرا والد خطاب مجھے ڈانٹتا تھا، کوستا تھا۔ کہتا تھا عمر تو کیا کامیاب زندگی گزارے گا۔ تجھے تو اونٹ بھی چرانے نہیں آتے ہیں۔ اس وقت کو یاد کر رہا ہوں کہ جب عمر کو اونٹ چرانے نہیں آتے تھے اور آج اس وقت کو دیکھ رہا ہوں کہ جب اسلام اور قرآن کے صدقے اللہ نے عمر کو امیر المومنین بنا دیا ہے۔ یہ کتاب یوں اٹھاتی ہے۔ ہم بھی اگر اس کو پڑھیں گے اللہ رب العزت ہمیں بھی عزت عطا فرمائیں گے۔ (روشن دل، ص ۷۵)

تلاوتِ قرآن کے شیدائی

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ آپ رمضان المبارک میں ترسٹھ مرتبہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ایک قرآن پاک دن میں پڑھتے تھے، ایک قرآن پاک رات میں پڑھتے تھے۔ اور تین قرآن پاک تراویح میں سنا کرتے تھے رمضان المبارک میں ترسٹھ قرآن پاک۔ ساٹھ قرآن پاک دن اور رات میں اور تین قرآن پاک تراویح کی نماز میں ختم فرماتے۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۳۱/۱)

سورۂ بقرہ کی تکمیل ڈھائی سال میں

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سورۂ بقرہ کو اڑھائی سال میں مکمل کیا۔ مادری زبان تو عربی تھی، ان کو پڑھنے میں کیا دقت تھی؟ حقیقت یہ تھی کہ وہ قرآن پاک کی آیت پڑھتے تھے تو اس پر عمل کرتے تھے۔ ادھر قرآن مکمل ہوتا تھا اور ادھر ان کا عمل قرآن کے مطابق ہو جاتا تھا۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل بالقرآن کے

بارے میں کہا جاتا ہے، "کان وقافاً عند حدود اللّٰہ" "وہ اللہ کے احکام سن کر اپنی گردن جھکا دیا کرتے تھے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۲۳۰ ج ۳)

پانچ سالہ حافظ قرآن

ہارون الرشید[1] کے زمانہ میں ایک پانچ سالہ بچے کو پیش کیا گیا۔ اس کے باپ نے بتایا کہ یہ بچہ قرآن مجید کا حافظ ہے۔ ہارون الرشید خود بھی قرآن مجید کا حافظ تھا۔ اس نے کہا کہ میں بچے سے قرآن مجید سنوں گا۔ چنانچہ باپ نے بیٹے سے کہا "بیٹا! قرآن سناؤ" وہ بچہ اتنا چھوٹا تھا کہ ضد کرنے لگا کہ ابو! پہلے مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ مجھے گڑ لے کر دیں گے۔ اس زمانہ میں گڑ ہی چیونگم ہوتا تھا۔ بیٹے کے اصرار پر باپ نے وعدہ کیا کہ ہاں میں تمہیں گڑ کی ڈلی لے کر دوں گا۔ اس نے کہا اچھا سناتا ہوں۔ ہارون الرشید نے پانچ جگہوں سے اس سے قرآن پاک سنا اور اس نے پانچوں جگہوں سے قرآن پاک صحیح صحیح سنا دیا۔ سبحان اللہ۔
(خطبات ذوالفقار ص ۱۸۹/۱)

بدنگاہی کی نحوست سے قرآن بھول گئے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا۔ اس نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا۔ وہ کہنے لگا۔ حضرت! یہ لڑکا غیر مسلم ہے۔ کیا یہ بھی جہنم میں جائے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ لگتا ہے کہ تو نے اسے بری نظر سے دیکھا ہے۔ اب اس کا وبال تجھ پر ضرور پڑے گا۔ وہ حافظ قرآن تھا۔ اس ایک نظر کی وجہ سے ان کا وہ مرید قرآن مجید بھول گیا۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ اب تک جو گناہ ہو چکے وہ معاف فرما دیں اور آئندہ گناہوں سے محفوظ فرما دیں۔ اے مالک! ہم کمزور ہیں۔ ہمیں اپنی مدد عطا فرما دیجئے اور ہمیں نفس اور شیطان کے مقابلے میں کامیاب فرما دیجئے۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۲۸/۹)

عورت جو قرآنی آیتوں سے بات کرتی تھی

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عورت کا واقعہ بیان کیا جو قرآن کریم کی آیتوں سے

---

[1] عراق کے مشہور شہر رے میں ذی الحجہ کی آخری تاریخ میں ۱۴۸ھ میں ولادت ہوئی۔ موت سے پہلے اپنی قبر مقام طوس میں کھدوائی۔ اور اس میں قرآن کی تلاوت کروائی۔ ۱۹۳ھ میں [illegible] وہاں ہی میں مدفون ہوئے۔ ان کی چار بیٹیاں اور بارہ بیٹے تھے۔ (تاریخ امت، ۱۸۴/۳)

بات کا جواب دیا کرتی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل بیان کرنے سے بات زیادہ لمبی ہو جائے گی تاہم فرماتے ہیں کہ میں ایک جگہ سویا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کوئی سواری پر سوار میرے پاس آیا۔ میں نے پوچھا تو کون ہے؟ ادھر سے جواب ملا اسلامٌ قولاً مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ' عورت کی آواز تھی۔ جب ان الفاظ میں سلام کیا۔ میں نے پوچھا' اماں کدھر سے آ رہی ہو' ادھر سے جواب ملا۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ میں پہچان گیا کہ عمرہ کر کے آ رہی ہیں۔ میں نے پوچھا' یہاں کیسے ہو؟ کہنے لگی' مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ میں سمجھ گیا کہ یہ راستہ گم کر گئی ہیں۔ میں نے پوچھا اماں جان کہاں جانا چاہتی ہو؟ کہنے لگی۔ اُدْخُلُوا الْمِصْرَ اِنْ شَآءَ اٰمِنِيْنَ میں سمجھ گیا یہ شہر جانا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں نے ان کی سواری کی مہار پکڑ لی اور چلنا شروع کر دیا۔ درمیان میں میں نے پوچھنا چاہا تمہاری زندگی کیسی ہے۔ شوہر ہے یا نہیں؟ میں نے یہ بات پوچھی تو انہوں نے آگے آیت پڑھی۔ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ جب انہوں نے یہ آیت پڑھی میں سمجھ گیا کہ یہ اس بارے میں مجھ سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی۔ میں نے کچھ عربی کے اشعار شروع کر دیئے۔ فرماتے ہیں اس نے آگے سے قرآن پڑھا۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (اگر تمہیں کچھ پڑھنا ہی ہے تو قرآن پڑھو) کہنے لگے۔ میں قرآن پڑھتا رہا۔ جب شہر آ گیا میں نے پوچھا یہاں کون ہے؟ کہنے لگی اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ میں سمجھ گیا کہ ان کے بچے ہیں۔ پوچھا ان کا نام کیا ہے؟ فرمانے لگی۔ ابراہیم واسماعیل واسحٰق میں سمجھ گیا کہ ان کے تین بچے ہیں اور یہ ان کے نام ہیں۔ جب دروازہ پر جا کر آواز لگائی تو تین خوبصورت نوجوان جن کے چہرے پر اتنا نور تھا' اتنی جاذبیت تھی کہ بندے کی نگاہ ٹکتی نہیں تھی۔ ہیرے اور موتی کی طرح چمکتے چہروں والے وہ نوجوان آئے' ان کے چہروں پر تقویٰ کے آثار تھے۔ نیکی کے آثار تھے۔ فرماتے ہیں میں تو ان کے حسن و جمال کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ آئے اپنی والدہ سے ملے وہ خوش ہوئے۔ امی ہم تو پریشان تھے۔ آپ کہاں رہ گئیں۔ اب ان کی ماں نے کہا' وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ جب انہوں نے یہ الفاظ کہے تو بچوں نے فوراً دسترخوان بچھا دیا۔ کھانے کیلئے جو کچھ ان کے پاس تھا' نکال کر رکھ دیا اور کہا آپ کھا لیجئے۔ میں نے انکار کیا تو کہنے لگی۔ ''انما نطعمکم لوجہ اللہ'' میں سمجھ گیا اللہ کی رضا کیلئے کچھ کھلانا چاہتی ہے۔ میں نے کہا

لیا۔ کھانے کے بعد میں ایک طرف کو جانے لگا تو انہوں نے مجھے الوداعی بات کہی۔ "اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا" میں بڑا حیران۔ میں نے ان کے بچے سے پوچھا یہ آپ کی ماں کا عجیب معاملہ ہے۔ جب سے یہ مجھے ملی تب سے ہر بات کے جواب میں قرآن پاک کی آیت پڑھتی ہیں۔ انہوں نے کہا ہماری والدہ قرآن پاک کی حافظہ ہیں حدیث کی عالمہ ہیں ان کے دل میں خشیت الٰہی اتنی آچکی ہے۔ یہ سوچتی ہیں قیامت کے دن جب میرے نامہ اعمال کو کھولا جائے گا کہیں ایسا نہ ہو اس میں الٹی سیدھی گفتگو درج ہو۔ پچھلے بیس سال سے ان کی زبان سے قرآن پاک کی آیت کے سوا کچھ نہیں نکلا۔ سبحان اللہ (سکون دل ۱۷۷)

قرآنی اثر انگیزی پر اہل خانہ مشرف باسلام

ہمارے ملک پاکستان کے صوبہ سندھ میں ایک ہندو گھرانے کے اسلام لانے کا ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک جوان کا تعلق ہندو گھرانے سے تھا۔ اسے کینسر کا مرض لاحق ہوا۔ ڈاکٹروں نے لا علاج قرار دے کر ہاسپٹل سے گھر بھیج دیا۔ اس کی عمر چالیس بیالیس سال تھی۔ وہ گھر آکر بڑا اداس اور پریشان رہنے لگا۔ اسے رہ رہ کر یہ خیال آتا کہ میں تو بس چند دنوں کے بعد مر جاؤں گا۔ ایک دن اس کی بیوی اس کے پاس بیٹھی تھی۔ وہ اس کے ساتھ محبت بھری باتیں کر رہا تھا۔ اس دوران وہ کہنے لگا' اب تو میں اور آپ جدا ہو جائیں گے کیونکہ اب میری صحت کے بحال ہونے کا کوئی چانس باقی نہیں ہے۔

بیوی نے کہا' اگر آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ میں جو بھی کہوں گی آپ میری بات مانیں گے تو اس شرط پر میں آپ کو ایک چیز پلاتی ہوں' آپ بالکل صحت مند ہو جائیں گے۔

اس نے جواب دیا' جب ہاسپٹل میں میرے علاج کیلئے دوائیاں نہیں ہیں تو آپ کے پاس کونسی چیز آگئی ہے؟ وہ کہنے لگی' کیا آپ کو مجھ سے محبت ہے؟ اس نے کہا جی ہاں بہت محبت ہے۔ بیوی نے کہا' اگر آپ کو مجھ سے واقعی محبت ہے تو پھر وعدہ کریں۔ آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے' پھر ہم اکٹھے لمبی زندگی گزاریں گے' بس آپ وعدہ کریں کہ جو بات میں کہوں گی آپ ضرور مانیں گے۔ اس نے کہا' میں تو آپ کی باتیں ویسے ہی مانتا ہوں پہلے زمانے میں تو جانور کو رسی ڈال کر پیچھے لے کر چلتے تھے لیکن آج کل کے نوجوان ایسے سدھائے ہوئے ہیں کہ ویسے ہی پیچھے چل رہے ہوتے ہیں۔

خیر میاں نے وعدہ کرلیا کہ آپ جو بات بھی کہیں گی میں مانوں گا۔ اس کے بعد اس کی بیوی اس کے پاس کرسی ڈال کر بیٹھ گئی۔ جب وہ فارغ ہوئی تو اس نے میاں کو اس میں سے کچھ پانی پلا دیا۔ پھر جب بھی اس کو پیاس محسوس ہوتی وہ اس جگ میں سے اسے پانی پلا دیتی۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ اس نے ابھی چند دن ہی وہ پانی پیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو Healthy (صحت مند) محسوس کرنے لگا۔ اس نے جا کر لیبارٹری ٹیسٹ کروایا تو پتہ چلا کہ اس کے اندر کا بلڈ کینسر ختم ہو چکا تھا۔ اس کو یقین نہ آیا۔ جب اس نے ساری صورت حال اپنی بیوی کو بتائی تو اس نے کہا کہ کسی دوسری لیبارٹری سے چیک کروالیں۔ چنانچہ وہ دوسری لیبارٹری میں چلا گیا۔ وہاں سے بھی یہی رپورٹ ملی کہ بلڈ کینسر ختم ہو چکا ہے۔ وہ بڑا حیران ہوا۔

جب وہ دوسری رپورٹ لے کر گھر آیا تو بیوی سے کہنے لگا میری بیماری تو واقعی ختم ہو چکی ہے اور میں اپنے آپ کو بہتر محسوس کر رہا ہوں' مگر سچ سچ بتائیں کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟
بیوی کہنے لگی' پہلے تو آپ وعدہ پورا کریں جو میرے ساتھ کیا تھا' پھر بتاؤں گی' اس نے کہا' ٹھیک ہے' آپ مطالبہ کریں' آپ جو بات بھی کہیں گی میں پوری کروں گا۔ وہ کہنے لگی' "آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان بن جائیں"۔ جب اس کی بیوی نے یہ کہا تو وہ ہندو جوان حیران رہ گیا۔ وہ اس کے چہرے کی طرف غور سے دیکھ کر بولا' آپ کیا کہہ رہی ہیں؟
بیوی نے کہا' میں آپ کی بیوی ہوں' اب آپ کو صحت مل چکی ہے' آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے' لہٰذا اب آپ اپنا وعدہ نبھائیں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں۔ اس نے کہا' میں تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ مجھ سے یہ کہیں گی۔
بیوی نے کہا' جی آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے' لیکن اب جو کہہ دیا ہے وہ پورا کریں۔ اس نے پوچھا' کیا آپ مسلمان ہیں؟ بیوی کہنے لگی' ہاں میں مسلمان ہوں۔
اس نے کہا' تمہارا باپ تو اتنا پکا ہندو ہے کہ وہ تو اوروں کو بھی ہندو بناتا ہے اگر اسے آپ کے بارے میں پتہ چل گیا تو وہ تو آپ کا گلا کاٹ دے گا' تم ایسے گھر کی لڑکی ہو پھر تم کیسے مسلمان بن گئی؟ بیوی نے کہا یہ لمبی کہانی ہے پھر سناؤں گی' آپ پہلے کلمہ پڑھیں

اور مسلمان بن جائیں۔ میاں اب اچھی طرح قابو میں آچکا تھا اس لیے اسے کلمہ پڑھنا ہی پڑا۔ الحمدللہ وہ مسلمان بن گیا۔ اس کے بعد اس نے بیوی سے کہا کہ اب بتاؤ کہ اصل میں معاملہ ہوا کیا تھا؟ اب اس نے اسے یہ کہانی سنائی جواب میں سنا رہا ہوں۔

بیوی نے کہا کہ جب میں چھوٹی عمر میں سکول پڑھتی تھی اس وقت میری کلاس میں ایک مسلمان لڑکی بھی تھی۔ وہ میری سہیلی بن گئی۔ وہ ہمارے پڑوس میں ہی رہتی تھی۔ میں شام کے وقت اس کے گھر کھیلنے کیلئے جاتی تھی۔ اس کی والدہ مسلمان بچوں کو قرآن مجید پڑھاتی تھی میری سہیلی بھی اپنی والدہ سے قرآن مجید پڑھتی تھی۔ چونکہ وہ میری سہیلی تھی اس لیے جب وہ اپنا سبق یاد کرتی تو میں بھی اس کے پاس بیٹھ جاتی تھی میں بھی ذہین تھی اسے بھی سبق یاد ہو جاتا اور مجھے بھی اس کا سبق یاد ہو جاتا۔ جب وہ اپنی امی کو سناتی تو میں بھی ان سے کہتی کہ خالہ! میں بھی سناتی ہوں۔ اس طرح وہ مجھ سے بھی سبق سن لیتی تھی۔

جب خالہ نے چند دنوں میں میرا شوق دیکھا تو انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ بیٹی! تم روزانہ ہی تو آتی ہو تم بھی اس کے ساتھ ساتھ روزانہ یاد کرتی ہو۔ چونکہ میری کلاس فیلو تھی اس لیے میں نے کہا' جی ٹھیک ہے۔ جب میں نے یہ کہا تو خالہ کہنے لگی "بیٹی! یہ کسی کو نہ بتانا" میں نے کہا' جی میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ اس طرح میں دو سال تک ان کے گھر جاتی رہی اور سبق بھی پڑھتی رہی۔ جس طرح ان کی بیٹی نے ناظرہ قرآن پاک مکمل کیا اسی طرح میں نے بھی اس کے ساتھ قرآن پاک مکمل کر لیا۔

میں نے جب قرآن پاک مکمل پڑھ لیا تو میں نے خالہ سے کہا' باقی بچے تو گھر میں پڑھتے ہیں لیکن میں تو گھر میں نہیں پڑھ سکتی۔ انہوں نے کہا' قرآن مجید میں الم نشرح ایک سورت ہے۔ یہ سورت پڑھ کر اگر کسی مریض پر دم کر دیں یا پانی پر دم کر کے اسے پلا دیں تو اس کو صحت مل جاتی ہے یہ عمل مجھے کسی بزرگ نے بتایا تھا۔ اب یہی عمل میں آپ کو بتا رہی ہوں' اسے یاد رکھنا یہ کبھی نہ کبھی تیرے کام آئے گا' وہ مجھے اس قسم کی باتیں سناتی رہتی تھیں۔

جب میں جوان ہوئی' اور میری شادی ہونے لگی تو چند دن پہلے میں ان کے پاس گئی اور ان کے پاس بیٹھ کر بہت روئی۔ میں نے کہا' خالہ! آپ کی بیٹی میری سہیلی تھی' اس کی وجہ سے میں آپ کے گھر میں آیا کرتی تھی' اسی بہانے سے میں نے قرآن پاک بھی پڑھ لیا تھا اور

آپ نے مجھے کلمہ بھی پڑھا دیا تھا' اندر سے تو میں مسلمان ہو چکی ہوں' لیکن اب جہاں میری شادی ہو رہی ہے وہاں تو میں نہ اپنے ایمان کا اظہار کر سکتی ہوں اور نہ ہی میرے پاس قرآن مجید ہوگا وہاں میرا کیا بنے گا؟ خالہ نے کہا' بیٹی! تم پریشان نہ ہونا۔ میں کسی نہ کسی طرح تمہارے ساتھ جہیز میں قرآن مجید بھیج دوں گی۔ میں نے کہا' یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے۔ چنانچہ خالہ نے میری والدہ کو پیغام بھجوایا کہ آپ کی بیٹی میری بیٹی کی سہیلی ہے' میری بیٹی اسے ہدیے کے طور پر جہیز کے کچھ کپڑے دینا چاہتی ہے' اگر اجازت ہو تو میں بھی کپڑے بنوا دوں۔ میرے والدین کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی' انہوں نے سوچا کہ یہ دونوں پرائمری سے لے کر کالج تک کلاس فیلوز ہیں اور آپس میں محبت بھی رکھتی ہیں۔ اس لیے انہوں نے اجازت دے دی کہ ٹھیک ہے آپ بھی کچھ جوڑے بنوا دیں۔ چنانچہ انہوں نے جواب بھیجا کہ ہم اسکو جہیز میں سات جوڑے بنوا کر دیں گے۔

اس خالہ نے میرے لیے بہت ہی قیمتی جوڑے بنوائے' انہوں نے ان کپڑوں کو بہت ہی خوبصورت طریقے سے گفٹ پیک کروایا اور ان کے درمیان میں قرآن مجید بھی گفٹ پیک کر کے ہمارے گھر پہنچا دیا۔ اور ساتھ یہ بھی کہ کہ ہم نے اس کے کپڑے گفٹ پیک کیے ہیں' آپ اسے یہاں اپنے گھر نہ کھولنا بلکہ آپ کی بیٹی اپنے نئے گھر میں جا کر کھولے گی تاکہ اس کا خاوند بھی دیکھ کر خوش ہو۔

میرے والدین کو ان کی یہ بات بہت اچھی لگی۔ چنانچہ انہوں نے بھی کہا کہ یہ گفٹ پیک واقعی بہت خوبصورت ہے' بہتر یہی ہوگا کہ دلہن اسے اپنے گھر میں جا کر ہی کھولے۔ میں جب آپ کے گھر میں آئی تو میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جس کمرے میں میری رہائش تھی' میں نے قرآن پاک نکال کر اس میں کہیں چھپا دیا۔ جب آپ روزانہ دفتر چلے جاتے تو میں پیچھے قرآن پاک کھول کر پڑھ لیتی اور جب آپ کے واپس آنے کا وقت قریب ہوتا تو میں اسے اچھی طرح چھپا کر رکھ دیتی تاکہ آپ اس کو دیکھ نہ لیں' زندگی کے اتنے سال میں نے آپ سے اپنا ایمان چھپائے رکھا۔ بالآخر آپ بیمار ہو گئے اور دوائیوں نے کام نہ کیا۔ میرے دل میں پکا یقین تھا کہ جہاں دوائیاں کام نہیں آتیں وہاں اللہ کا کلام کام آ جاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسی کلام میں فرماتے ہیں:

﴿شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ﴾

﴿(یہ قرآن مجید) سینے (دل) کی بیماریوں کیلئے شفا ہے﴾

وہ کہنے لگی کہ جب آپ اپنی زندگی سے ناامید ہو گئے اور آپ نے مجھے کہا کہ اب میں مرنے کے قریب ہوں تو پھر میں نے آپ سے کہا کہ وعدہ کریں کہ جو میں کہوں گی آپ اسے پورا کریں گے تو میں آپ کو کچھ پانی پلاتی ہوں' آپ نے میری بات مان لی اور میں نے وہی سورت آپ کو پانی پر دم کر کے دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا عطا فرما دی۔ میں نے بھی کلمہ پڑھا ہوا تھا اور اب آپ بھی مسلمان بن چکے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اب آپ کو نئی زندگی دی ہے اب آپ اس زندگی کو اللہ کے دین کی خدمت میں صرف فرما دیجئے۔ اللہ اکبر

(خطبات ذوالفقار ۱۰/۱۰۲)

سورۂ فاتحہ کا اثر

امریکہ میں جب کوئی آدمی بہت زیادہ سکون محسوس کرتا ہے تو کہتا ہے: I am feeling natural high,, کہ میں قدرتی طور پر بہت زیادہ سکون محسوس کر رہا ہوں امریکہ کا ایک امیر آدمی تھا' جس کی زندگی میں سکون نہیں تھا اس وجہ سے اس کے سر میں درد اکثر رہتا تھا۔ ہمارے ایک دوست ''مسٹر احمد'' کسی سرکاری کام کے سلسلہ میں وہاں گئے اور ایک مکان میں رہائش اختیار کر لی' اس مکان کے قریب ہی وہاں کے مقامی لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہوئی تھی' مسٹر احمد نے بھی وہاں نماز پڑھنا شروع کر دی' تاہم اس امیر آدمی سے اس کی دوستی ہو گئی۔ اس کا مکان بھی قریب ہی تھا۔

ایک دفعہ مسٹر احمد نماز پڑھنے کیلئے اپنے گھر سے نکلے تو اس انگریز نے پیچھے سے آواز دے کر کہا' مسٹر احمد ادھر آئیں' میں آپ کو گانا سنانا چاہتا ہوں' مسٹر احمد نے کہا' میں گانا سننے سے نفرت کرتا ہوں اور اب میں نماز کیلئے جا رہا ہوں میں نہیں آ سکتا' اس نے اصرار کرتے ہوئے' پھر وہی بات دہرائی' بالآخر وہ کہنے لگا' مسٹر احمد! آپ کو وہ گانا سنانا چاہتا ہوں جو آپ اس مینار سے روزانہ پانچ مرتبہ سنتے ہو۔

مسٹر احمد فرماتے ہیں کہ شاید اذان کی بات کر رہا ہے' اس کمرے میں ٹیبل پر ایک طبلہ رکھا ہوا تھا' اس نے کمرہ بند کر دیا اور طبلہ بجانا شروع کر دیا' میں پریشان تھا کہ جماعت کا وقت

نکل جائے گا۔ مگر اس نے تھوڑی دیر کے بعد طبلہ کے سر پر "الحمدللہ رب العالمین" پڑھنا شروع کر دیا' میں تو سمجھ گیا کہ حقیقت میں وہ کیا پڑھ رہا تھا' اس نے گانے کی سربنا کر پوری سورۂ فاتحہ پڑھ دی' میں نے بعد میں اس سے پوچھا کہ تو نے یہ گانا کس سے حاصل کیا؟ اس نے بتایا کہ مجھے بہت زیادہ ذہنی پریشانی رہتی تھی' مصر میں ایک مسلمان دوست رہتے تھے' میں نے ان سے اپنی ذہنی پریشانی بیان کی تو انہوں نے مجھے یہ گانا دیا' اور کہا کہ جب تمہیں بہت زیادہ پریشانی ہو تو کسی تنہا کمرے میں بیٹھ کر پڑھ لیا کرو' تمہیں سکون مل جایا کرے گا' اس کے بعد جب بھی مجھے کوئی پریشانی ہوتی ہے تو میں اسی طرح یہاں بیٹھ کر یہ گانا گالیتا ہوں تو مجھے زیادہ سکون ملتا ہے اور پھر میں اپنے دوستوں کو بتاتا ہوں کہ I am Feeling Natural high میں قدرتی طور پر بہت زیادہ سکون محسوس کر رہا ہوں۔ (خطبات ذوالفقار:۳/۲۲۴)

ایک عیسائی لڑکی کا اقرار اب اصل انجیل کہاں

فقیر نے ایک مرتبہ سویڈن کے ایک کالج میں اسلام کے عنوان پر لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ قرآن دنیا کی واحد کتاب ہے جو آج تک اصلی حالت میں موجود ہے' ایک عیسائی لڑکی نے سوال کیا کہ ہمارے پاس اصلی کتاب نہیں ہے؟ فقیر نے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کس زبان میں نازل ہوئی؟ کہنے لگی سریانی زبان میں' میں نے پوچھا کہ آج کس زبان میں ہے؟ کہنے لگی انگریزی زبان میں' فقیر نے کہا' معلوم ہوا کہ جس زبان میں نازل ہوئی تھی آج اس زبان میں انجیل آپ کے پاس موجود نہیں ہے لڑکی کہنے لگی ہاں میں تسلیم کرتی ہوں کہ ہمارے پاس اس کا انگریزی ترجمہ (Translation) ہے' فقیر نے کہا کہ اس کو آپ خدا کا کلام (Words of God) نہیں کہہ سکتے' اس نے ساری کلاس کے سامنے تسلیم کیا کہ واقعی اصل انجیل اس وقت موجود نہیں ہے۔ (واقعات فقیر:۱/۲۳۸)

☆ ذلک الکتاب لاریب فیہ ☆

جرمنی میں میونخ یونیورسٹی کا ایک مذہبی شعبہ "ڈپارٹمنٹ آف تھیالوجی" کے نام سے مشہور ہے وہاں کے پروفیسر نے بہت ساری رقم مختص کروائی تا کہ وہ دنیا کے مختلف حصوں سے مسلمانوں کی کتاب (قرآن مجید) کو اکٹھا کر کے دیکھیں کہ ان میں کیا کوئی فرق تو نہیں چنانچہ پوری دنیا کے مختلف علاقوں سے قرآن پاک کے چالیس ہزار نسخے اکٹھے کیے گئے اور

ان سب نسخوں کے ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطے کو جب آپس میں ملایا گیا تو کہیں بھی فرق نہ نکلا' سبحان اللہ' اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (اس نصیحت نامے کو ہم نے نازل کیا اور اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے) بہر حال قرآن پاک کے جمع ہونے میں کوئی آدمی شک نہیں کر سکتا' پس یہ خدا کا کلام (Words of God) ہے۔

پتوں پر لکھا قرآن بھی دیکھا ہم نے......

فقیر کو سمرقند جانے کا موقع نصیب ہوا تو وہاں کی لائبریری میں لوہے کی تختیوں پر لکھا ہوا قرآن پاک دیکھا' لائبریری کی انچارج عورت نے ایک دوسرا نسخہ دکھایا' کہنے لگی' یہ ایک نادر چیز ہے' جب فقیر نے دیکھا تو آپ یقین کیجئے کہ اس کے پتوں کی رگیں ابھی تک اس طرح صاف نظر آتی ہیں' فقیر نے ان کو ہاتھ لگا کر دیکھا' وہ درخت کے پتے تھے مگر انہیں کتابی شکل میں بند کیا گیا تھا' یہ معلوم نہیں کہ کب لکھا گیا تھا تاہم یہ یقینی طور پر کاغذ کی ایجاد سے پہلے کی بات ہوگی' سبحان اللہ آج تک پتوں پر لکھا ہوا قرآن محفوظ ہے۔ (خطبات ذوالفقار:۱/۲۲۳)

ماضی قریب میں قرآن مجید کا عجیب معجزہ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا ایسا عظیم الشان کلام ہے جس کے معجزے ہر دور میں نظر آتے رہے' ۱۹۸۰ء کی بات ہے' کہ اس عاجز کو امریکہ میں کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا' اس وقت مصر کے مشہور قاری عبدالباسط' جن کی کیسٹیں آپ اکثر سنتے رہتے ہیں' وہ بھی وہاں تشریف لائے' کچھ ایسا سلسلہ بنا کر مختلف محفلوں میں' وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے اور یہ عاجز کہیں اردو میں کہیں انگلش میں جیسا مجمع ہوتا تھا اسی کے حساب سے کچھ باتیں عرض کر دیا کرتا تھا' اسی انداز سے مختلف جگہوں پر پروگرام ہوتے رہے' آپ کو پتہ ہی ہے کہ قاری عبدالباسط کتنا ڈوب کر قرآن پڑھتے تھے' اللہ کریم نے ان کو آواز بھی ایسی دی تھی کہ جوان کی زبان سے قرآن سنتا تھا وہ عش عش کر اٹھتا تھا' ان کو اس عاجز سے اتنی محبت تھی کہ وہ میرا نام لے کر مجھ سے بات نہیں کرتے تھے' بلکہ جب بھی بات کرنی ہوتی تو وہ مجھے "رجل صالح" کہہ کر بات کرتے تھے' ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا' قاری صاحب! آپ اتنا عرصے کا قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ آپ نے بھی کبھی قرآن کا معجزہ دیکھا ہے۔ وہ کہنے لگے' قرآن کا

ایک معجزہ؟ معلوم نہیں کہ میں نے قرآن کے سینکڑوں معجزے آنکھوں سے دیکھے ہیں میں نے کہا کوئی ایک تو سنا دیجئے' تو یہ واقعہ انہوں نے خود سنایا:

قاری صاحب فرمانے لگے کہ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب جمال عبدالناصر مصر کا صدر تھا' اس نے رشیا (روس) کا سرکاری دورہ کیا' وہاں پر کمیونسٹ حکومت تھی' اس وقت کمیونزم کا طوطی بولتا تھا' دنیا اس سرخ انقلاب سے گھبراتی تھی' دنیا میں اس کو ریچھ سمجھا جاتا تھا' آج تو اس سپر پاور کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کی برکت سے صفر پاور بنادیا ہے' جمال عبدالناصر ماسکو پہنچا' اس نے وہاں جا کر اپنے ملکی امور کے بارے میں کچھ ملاقاتیں کیں' ملاقاتوں کے بعد انہوں نے تھوڑا سا وقت تبادلہ خیالات کیلئے رکھا ہوا تھا' اس وقت وہ آپس میں گپیں مارنے کیلئے بیٹھ گئے' جب آپس میں گپیں مارنے لگے تو ان کمیونسٹوں نے کہا' جمال عبدالناصر! تم کیا مسلمان بنے پھرتے ہو تم ہماری سرخ کتاب کو سنبھالو' جو کمیونزم کا بنیادی ماخذ تھا' تم بھی کمیونسٹ بن جاؤ' ہم تمہارے ملک میں ٹیکنالوجی کو روشناس کرادیں گے' تمہارے ملک میں سائنسی ترقی بہت زیادہ ہو جائے گی' اور تم دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں شمار ہو جاؤ گے' اسلام کو چھوڑ دو اور کمیونزم اپنالو' جمال عبدالناصر نے انہیں اس کا جواب دیا تو سہی مگر دل کو تسلی نہ ہوئی' اتنے میں وقت ختم ہو گیا اور واپس آ گئے' مگر دل میں کسک باقی رہ گئی' کہ نہیں مجھے اسلام کی حقانیت کو اور بھی زیادہ واضح کرنا چاہئے تھا' جتنا مجھ پر حق بنتا تھا میں نہیں کر سکا' دو سال کے بعد جمال عبدالناصر کو ایک مرتبہ پھر رشیا جانے کا موقعہ ملا' قاری صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے صدر کی طرف سے لیٹر ملا کہ آپ نے تیاری کرنی ہے' اور میرے ساتھ ماسکو جانا ہے' کہنے لگے کہ میں بڑا حیران ہوا کہ قاری عبدالباسط کی تو ضرورت پڑے سعودی عرب میں عرب امارت میں' پاکستان میں وہاں مسلمان بستے ہیں۔ ماسکو اور رشیا جہاں خدا بے زار لوگ موجود ہیں۔ دین بے زار لوگ موجود ہیں وہاں قاری عبدالباسط کی کیا ضرورت پڑ گئی' خیر تیاری کی اور میں صدر صاحب کے ہمراہ وہاں پہنچا۔

وہاں انہوں نے اپنی میٹنگ مکمل کی' اس کے بعد تھوڑا سا وقت تبادلہ خیالات کے لیے رکھا ہوا تھا' فرمانے لگے اس مرتبہ جمال عبدالناصر نے ہمت سے کام لیا اور ان سے کہا کہ یہ میرے ساتھی ہیں جو آپ کے سامنے کچھ پڑھیں گے' آپ سنئے گا وہ سمجھ نہ پائے کہ یہ

کیا پڑھے گا' وہ پوچھنے لگے کہ یہ قرآن پڑھے گا انہوں نے کہا اچھا پڑھے' فرمانے لگے کہ مجھے اشارہ ملا اور میں نے پڑھنا شروع کیا' سورۃ طٰہٰ دو رکوع پڑھنا شروع کر دیا جسے سن کر کسی دور میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی ایمان لے آئے تھے۔

﴿ طٰهٰ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى. اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴾

فرماتے ہیں کہ میں نے جب وہ رکوع تلاوت کر کے آنکھ کھولی تو قرآن کا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سامنے بیٹھے ہوئے کیمونسٹوں میں سے چار یا پانچ آدمی آنسوؤں سے رو رہے تھے' جمال عبدالناصر نے پوچھا' جناب! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ وہ کہنے لگے ہم تو کچھ نہیں سمجھے کہ آپ کے ساتھی نے کیا پڑھا ہے مگر پتہ نہیں کہ اس کلام میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ ہمارا دل موم ہو گیا' آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں' اور ہم کچھ بتا نہیں سکتے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ سبحان اللہ' جو قرآن کو مانتے نہیں' قرآن کو جانتے نہیں اگر وہ بھی قرآن سنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بھی تاثیر پیدا کر دیا کرتے ہیں۔

(خطبات ذوالفقار: ۲۲۲ تا ۲۲۳/۴)

درود پڑھنے پر منہ سے خوشبو

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل درود شریف میں لکھا ہے کہ ایک آدمی رات کو سونے سے پہلے روزانہ درود شریف پڑھتا تھا۔ ایک رات خواب میں اسے نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنا منہ میرے قریب کرو۔ جس سے تم مجھ پر درود پڑھتے ہو۔ میں اس کا بوسہ لینا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنا رخسار نبی علیہ السلام کے قریب کر دیا۔ چنانچہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرے کا بوسہ لیا اور اس کی آنکھ کھل گئی جیسے ہی آنکھ کھلی پورا گھر مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ اس کے بعد آٹھ دن تک اس کے رخسار سے مشک کی خوشبو آتی رہی۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۰/۱۹۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"فادعونی استجب لکم"

دعا اور آہ وزاری

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

رحمت کے ابلتے چشمے......

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تو یہ حال ہے کہ ایک آدمی جو بتوں کا پجاری تھا وہ ایک جگہ بیٹھ کر یا صنم' یا صنم' یا صنم کی تسبیح پڑھ رہا تھا۔ وہ یا صنم کہتے کہتے رات کو تھک گیا تو اسے اونگھ آنے لگی' جب اونگھ آئی تو اس کی زبان سے یا صنم کی بجائے یا صمد کا لفظ نکل گیا۔ جیسے ہی اس کی زبان سے یہ لفظ نکلا تو اللہ رب العزت نے فوراً فرمایا۔

لبیک یا عبدی۔ (میرے بندے میں حاضر ہوں' مانگ کیا مانگ رہا ہے؟)

فرشتے حیران ہو کر پوچھنے لگے' اے اللہ! یہ بتوں کا پجاری ہے اور ساری رات بت کے نام کی تسبیح کرتا رہا ہے۔ اب نیند کے غلبہ کی وجہ سے آپ کا نام نکل گیا ہے اور آپ نے فوراً متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے میرے بندے! تو کیا چاہتا ہے اس میں کیا راز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے فرشتو! وہ ساری رات بتوں کو پکارتا رہا اور بت نے کوئی جواب نہ دیا جب اس کی زبان سے میرا نام نکلا' اگر میں بھی جواب نہ دیتا تو مجھ میں اور بت میں کیا فرق رہ جاتا؟ جو پروردگار اتنا مہربان ہو کہ بندے کی زبان سے نیند کی حالت میں بھی اگر نام نکل آئے تو پروردگار اس کو بھی قبول فرما لیتے ہیں۔ تو ہم ہوش وحواس میں دعائیں مانگیں گے تو پروردگار ہماری دعاؤں کو کیوں نہ قبول فرمائیں گے۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم ہمیں اپنی سچی محبت عطا فرمادے اور موت کے وقت ہمارے پاس ایمان کی نعمت سلامت رہے اور قیامت کے دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے سائے تلے حاضر ہو جائیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۱/۷)

آہ وزاری اور شب بیداری نے بیڑا ڈبو دیا

صلاح الدین ایوبیؒ[1] صلیبی جنگوں میں مصروف ہیں۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اطلاع ملی کہ دشمن کا بحری بیڑہ آرہا ہے۔ اس پر صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی فکر دامن گیر ہوئی کہ مسلمانوں کی تعداد پہلے ہی سے تھوڑی ہے اور اوپر سے دشمن کا بحری بیڑہ آرہا ہے۔ تو یہ تو مسلمانوں پر ایک مشکل وقت آ گیا۔ چنانچہ وہ بیت المقدس پہنچے اور ساری رات رکوع وسجود میں گزار دی۔ اللہ کے حضور رونے دھونے اور دعائیں

[1] اسلام کا یہ عظیم جرنیل جنہوں نے دین ا[illegible]ت وناموس کی خاطر پوری زندگی قربان کر رکھی تھی۔ (فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی کی سوانح ملاحظہ فرمائیں)

مانگنے میں گزار دی۔ صبح کی نماز پڑھ کر جب باہر نکلے تو دیکھتے ہیں کہ ایک اللہ والے کھڑے ہیں جن کا پرنور چہرہ بتلا رہا تھا کہ اللہ پاک نے انہیں کوئی روحانی طاقت عطا کی ہے۔ صلاح الدین ایوبی قریب ہوئے کہ میں ان سے دعا کرواتا ہوں۔ چنانچہ سلام کیا۔ عرض کیا کہ حضرت دعا فرمایئے۔ دشمن کا بحری بیڑہ آرہا ہے۔ انہوں نے صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کو دیکھا۔ وہ بھی مادے سے پار کو دیکھنا جانتے تھے۔ ان کو بھی اللہ نے کوئی بصیرت دی ہوئی تھی۔ پہچان گئے فرمانے لگے صلاح الدین تیرے رات کے آنسوؤں نے دشمن کے بحری بیڑہ کو ڈبو دیا ہے اور واقعی تین دن کے بعد اطلاع ملی کہ دشمن کا بحری بیڑہ راستہ میں غرق ہو چکا ہے۔ تو جو انسان راتوں کو اٹھ کر مانگتا ہے اللہ رب العزت اس کے لئے دنیا کا جغرافیہ ہی بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ اس کے ہاتھ کیا اٹھ جاتے ہیں اللہ رب العزت تقدیروں کے فیصلے کر دیتے ہیں۔ یہ معمولی بات نہیں ہوتی۔ یہ بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ اس لیے ہمیں اس دل کو بنانے کی ضرورت ہے۔ (دواءِ دل:۲۸)

دعا سے بدلتی وہ تقدیر دیکھی......

ملا طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ ایک مرتبہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کشفاً پتہ چلا کہ ملا طاہر کی پیشانی پر "ملا طاہر لاہوری شقی" لکھا ہوا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ اپنے صاحب زادوں سے کر دیا۔ چونکہ حضرت کے صاحب زادے ملا طاہر کے شاگرد تھے اس لئے انہوں نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس شقاوت کو مٹا کر سعادت سے بدل دیں۔ چنانچہ حضرت نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ملا طاہر لاہوری کی پیشانی سے شقی کا لفظ مٹا کر سعید کا لفظ تحریر فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعا قبول فرمائی اور ملا طاہر لاہوری کی پیشانی پر شقی کے لفظ کے بجائے سعید کا لفظ لکھ دیا گیا۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۰/۲۷۰)

خدایا......دل کی کشتی پلٹ دے

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ دریا میں ایک اور کشتی بھی چل رہی تھی۔ اس میں نوجوان مرد عورتیں اور لڑکیاں سفر کر رہی تھیں۔ وہ لوگ کچھ کھا پی رہے تھے

اور ہنسی مذاق میں قہقہے بھی لگا رہے تھے۔ لگتا یوں تھا کہ وہ گندے لوگ تھے اور انہوں نے گندی محفل لگائی ہوئی تھی۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کشتی کے لوگوں نے ان کو دیکھا تو انہیں بڑا غصہ آیا اور ان میں سے ایک بندہ ذا النون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض کیا' حضرت دیکھئے! ان کو خدا کا خوف نہیں ہے۔ یہ دریا کے پانی کے اندر اس قسم کی گندی حرکتیں کرنے کیلئے آئے ہوئے ہیں۔ پی پلا رہے ہیں اور قہقہے لگا رہے ہیں۔ لہٰذا آپ بددعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کشتی کو غرق کر دے۔ آپ پہلے تو خاموش رہے' لیکن جب لوگوں نے بار بار کہا تو آپ نے ان کشتی والوں کو دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگی۔ اے اللہ! جیسے آپ نے ان کو دنیا کی خوشیاں عطا کی ہیں اسی طرح ان کو آخرت کی خوشیاں بھی عطا فرما دے۔ جب انہوں نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کشتی والوں کو توبہ کی توفیق عطا فرما دی۔ اللہ اکبر (خطبات ذوالفقار ۲۳۷/۱۰)

دعا کا بدلہ دعاؤں کی سوغات کے ساتھ......

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عمل یہ تھا کہ اگر کوئی سائل ان کے دروازے پر آتا تو اپنی خادمہ کے ہاتھ اس کو پیسے بھجوا دیتیں اور دروازے پر آ کر خود سنتیں کہ وہ کیا کہتا ہے' خادمہ کو بھی اس بات کا پتہ تھا۔ اس نے ایک دن پوچھ لیا کہ اے ام المومنین! آپ کے ایک عمل کی ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ آپ کے در پر جب بھی کوئی سائل مانگنے آتا ہے تو آپ اس کو ہمارے ہاتھ سے دلواتی ہیں مگر پردے کے پیچھے جا کر سنتی ہیں کہ اس نے لے کر کیا کہا؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ ام المومنین نے فرمایا کہ میں جا کر سنتی ہوں کہ وہ مجھے کیا دعا دے رہا ہے' جو دعا وہ مجھے دیتا ہے میں وہی دعا اس بندے کے لیے دیتی ہوں تا کہ میری دعا اس کی دعا کا بدلہ بن جائے' عمل کا اجر تو میں اپنے پروردگار سے چاہتی ہوں۔ سبحان اللہ ان کو اس بات کا کتنا خیال ہوتا تھا کہ مجھے اپنے عمل کا بدلہ اللہ رب العزت سے چاہئے۔ (خطبات ذوالفقار ۱۲/۱۰۷)

اورنگ زیب کو تخت ملنے کی دعا......

اگر حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محقق' حکیم' عالم اور فقیہ کوئی واقعہ لکھتے ہیں تو وہ ہمارے لئے سند ہوتا ہے۔ وہ اپنی کتاب میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ داراشکوہ اور اورنگ زیب عالمگیر دونوں بھائی تھے۔ ان کی آپس میں اقتدار کی کشمکش تھی۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ تخت و تاج مجھے ملے۔ داراشکوہ چاہتا تھا کہ میرا حق بنتا ہے لہٰذا بادشاہ مجھے بننا

چاہیے چنانچہ اورنگ زیب عالمگیر مشائخ کی صحبت پا چکے تھے اس لئے چاہتے تھے کہ اگر مجھے سلطنت کا انتظام مل جائے تو بدعات کا خاتمہ کر کے شریعت وسنت کی بالادستی قائم کر دوں گا۔ داراشکوہ کو کسی نے بتایا کہ فلاں جگہ پر ایک مستجاب الدعوات بزرگ رہتے ہیں۔ ان سے دعا کروائیں۔ جب وہ وہاں گئے تو اس بزرگ نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا اور بیٹھنے کیلئے اپنا مصلیٰ پیش کیا۔ داراشکوہ نے از راہ ادب کہا نہیں جی میں اس قابل کہاں کہ اس جگہ بیٹھ سکوں۔ اگر انہوں نے بزرگوں کی صحبت پائی ہوتی تو سمجھتے کہ الامر فوق الادب کہ حکم کا درجہ ادب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس بزرگ نے پھر فرمایا کہ یہاں بیٹھ جاؤ۔ مگر اس نے دوسری مرتبہ پھر کہا حضرت! میں اس قابل کہاں؟ انہوں نے تیسری مرتبہ اصرار کیا کہ بیٹھئے، لیکن کہنے لگا نہیں نہیں۔ آپ ہی بیٹھئے۔ جب وہ بیٹھ گئے تو داراشکوہ بھی ان کے سامنے بیٹھا۔ ان کی آپس میں بات چیت ہوتی رہی۔ پھر جب اٹھنے لگا تو کہا حضرت! دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تخت وتاج عطا فرما دیں۔ بزرگ فرمانے لگے کہ ہم نے مصلیٰ تو پیش کیا تھا آپ خود ہی نہیں بیٹھے تو کیا کریں؟ اب تو وقت گزر چکا ہے۔ اسے بہت زیادہ افسوس ہوا۔ اب اس نے سوچا کہ کہیں اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ نہ چل جائے لہٰذا اس نے اس بات کو چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ کچھ عرصہ کے بعد اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کسی نے بتا دیا کہ فلاں جگہ پر ایک مستجاب الدعوات بزرگ رہتے ہیں۔ آپ ان کے پاس جائیں۔ اورنگ زیب عالمگیر تو پہلے ہی اللہ والوں کے صحبت یافتہ اور صاحب نسبت تھے، چنانچہ وہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب وہاں پہنچے تو اس بزرگ نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور کہا جی آیئے تشریف لایئے اور بیٹھئے۔ انہوں نے از راہ ادب کہا۔ حضرت! میں اس قابل کہاں؟ انہوں نے فرمایا نہیں نہیں بیٹھو۔ جب دوبارہ کہا کہ بیٹھو تو وہ ان کے مصلیٰ پر بیٹھ گئے۔ بات چیت ہوتی رہی۔ جب اٹھنے لگے تو انہوں نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں شریعت وسنت کی بالادستی قائم کرنے کیلئے کام کروں۔ اس لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تخت وتاج عطا فرما دیں۔ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ بھئی! تخت تو ہم تجھ کو پہلے ہی دے چکے ہیں۔ جب انہوں نے تخت کا نام لیا تو وہ پہچان گئے کہ اہل اللہ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا کہنے لگے حضرت! تخت تو مل گیا اور کیا تاج نہیں ملے گا؟ فرمایا تاج کا انتظام تو آپ کو وضو کروانے والے کے پاس ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر کو فوراً یاد آیا کہ ہاں شہزادہ ہونے کی وجہ سے محل میں میرا ایک خادم ہے۔ وہ واقعی نیک آدمی بیٹھا ہوا ہے اور وہی مجھے وضو کرواتا ہے مجھے تو پتہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ واپس آ کر سوچ میں پڑ گئے کہ میں ان سے اپنے سر پر تاج کیسے رکھواؤں۔ چونکہ صحبت یافتہ تھے اس لئے سمجھ گئے کہ بے موقع کہنا تو ادب کے خلاف ہوگا۔

وہ عمامہ تو باندھتے ہی تھے۔ اگلی دفعہ جب وضو کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو جان بوجھ کر مصروف کر لیا اور انہیں کہا کہ یہ عمامہ میرے سر پر رکھ دیجئے۔ وہ کہنے لگے کہ میں اس قابل کہاں کہ میرے ہاتھ آپ کے سر تک پہنچیں۔ وہ فرمانے لگے نہیں نہیں عمامہ رکھ دیجئے۔ تھوڑی دیر تک انہوں نے انکار کیا۔ لیکن اورنگ زیب عالمگیر اصرار کرتے رہے۔ بالآخر انہوں نے عمامہ اٹھا کر اورنگ زیب عالمگیر کے سر پر رکھ دیا اور اس بزرگ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ اس نے میرا راز فاش کر دیا۔ اس طرح کا نظام اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سپرد کئے ہوا ہوتا ہے۔ ان کو پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔ ان کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ باطنی فراست اور بصیرت رکھنے والے تو ان کو پہچانتے ہیں۔ ہر بندہ نہیں پہچانتا۔ (خطبات ذوالفقار: ۵/۱۵۷)

ماں کی بددعا کا اثر آج نہیں تو کل......

بزرگوں نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک معصوم بچہ رو رہا تھا ماں نے اس طرح غصے میں کہہ دیا کہ تو مر جائے' اللہ تعالیٰ کو جلال آ گیا' اللہ تعالیٰ نے اس کی بددعا کو قبول فرما لیا مگر بچے کو اس وقت موت نہ دی جب وہ بچہ بڑا ہوا تو عین جوانی کے عالم میں وہ ماں باپ کی آنکھ کی ٹھنڈک بنا' ماں باپ کے دل کا سکون بنا' جو بھی اس بچے کی جوانی دیکھتا وہی حیران رہ جاتا' عین عالم شباب میں جب وہ پھل پک چکا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو توڑ لیا۔

میٹھا رسیلا صاف سنہری جوان سا
ایک سیب دھم سے فرش زمین پر ٹپک پڑا

اس کو موت دے دی' اب وہی ماں رو رہی ہے کہ میرا جوان بیٹا بچھڑ گیا' مگر اسے بتایا گیا کہ تیری یہ وہی دعا ہے جو تو نے بچے کیلئے مانگی تھی مگر ہم نے پھل کو اس وقت نہ کاٹا۔ اسے پکنے دیا جب یہ پھل پک چکا' اب اسے کاٹا ہے کہ تیرے دل کو اچھی طرح دکھ ہو' اب کیوں روتی ہے یہ تیرے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے' کتنی بار ایسا ہوتا ہے کہ ماں بددعائیں کر دیتی ہے جب

اپنے سامنے دیکھتی ہے کہ یہ دعائیں قبول ہوئیں تو پھر روتی پھرتی ہے کہ میرے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا' میرے بیٹے کی زندگی خراب ہو گئی' اے بہن! یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ تو اپنے مقام سے ناآشنا ہے' تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ اگر تو نماز پڑھتی اور اپنے بچے کیلئے دعا کرتی اللہ تعالیٰ تیرے بچے کو جنت لگا دیتے۔ (خطبات ذوالفقار ۱۵۴/۱)

ماں کی دعا حفاظت کی ضامن

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی والدہ فوت ہو گئیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو الہام فرمایا: کہ اے میرے پیارے اب ذرا سنبھل کر رہنا جس کی دعائیں تیری حفاظت کرتی تھیں وہ ہستی دنیا سے اٹھ گئی ہے' اللہ اکبر' واقعی بات ایسی ہی ہے کہ ماں باپ کی دعائیں بچوں کے گرد پہرہ دیتی ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۵۵/۱)

مجھے میرے سامنے مانگے کسی اور سے؟

ایک دفعہ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف فرما تھے' پتہ نہیں کہ اس عاجز کے دل میں کیا بات آئی کہ عرض کیا کہ حضرت! آپ کو گھر تشریف لائے ہوئے کافی وقت ہو گیا ہے آپ وضو تازہ کرنے کیلئے تشریف لے جائیں' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر دیکھا اور گھر تشریف لے گئے' اگلے دن بیٹھے ہوئے تھے پتہ نہیں کیا بات ہوئی کہ اس عاجز نے عرض کیا حضرت! کافی وقت ہو گیا ہے' آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا' آپ کھانا کھا لیجئے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ پھر مسکرا پڑے اور گھر تشریف لے گئے' تیسرے دن پھر کوئی ایسی بات ہوئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجھے فرمانے لگے کہ دیکھو! ایک ایسا وقت آتا ہے کہ بندے کے دل میں کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کے سامنے زبان سے سوال بھی نہیں کرنے دیتے بلکہ مخلوق کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور وہ خود ان کو کہتے ہیں کہ آپ ہماری اس چیز کو قبول فرمالیجئے' پھر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسا وقت دے دیا ہے کہ اب مجھے مخلوق کے سامنے کسی چیز کو کہنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی' سبحان اللہ' اللہ رب العزت سے مانگتے مانگتے بندے پہ ایک ایسا وقت آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو مخلوق سے مانگنے کا موقع ہی نہیں دیتے' فرماتے ہیں کہ جس کا سر کبھی کسی غیر کے سامنے نہیں جھکا میں اپنے اس بندے کا ہاتھ کسی غیر کے سامنے کیسے پھیلنے دوں۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار: ۱۱۲/۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اخلاص وریاء
ازافادات
پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ
مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

اخلاص کی برکت سے کام ادھورا نہیں رہتا......

سیدنا عمرؓ کے زمانے میں ایک علاقے کا شہزادہ تھا۔ وہ گرفتار ہو کر پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ اس بندے کو قتل ہی کروا دیں کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بہت ہی زیادہ مصیبت بنائی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ جب قتل کا حکم دے دیا تو اس نے کہا' جی کیا آپ میری آخری تمنا پوری کر سکتے ہیں؟ آپ نے پوچھا' کون سی؟ اس نے کہا مجھے پیاس لگی ہوئی ہے لہٰذا پانی کا پیالہ دیجئے۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے پانی کا پیالہ پلا دو چنانچہ اسے پانی کا پیالہ دے دیا گیا۔

جب اس نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا تو کانپنا شروع کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا' بھئی! آپ کانپ کیوں رہے ہیں؟ کہنے لگا' مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ میں ادھر پانی پینے لگوں گا اور ادھر جلاد مجھے قتل کر دیگا' اس لیے مجھ سے پیا ہی نہیں جا رہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو فکر مت کر جب تک تو یہ پانی نہیں پی لیتا اس وقت تک تجھے قتل نہیں کیا جائے گا۔ جیسے ہی آپ نے یہ کہا تو اس نے پانی کا پیالہ زمین پر گرا دیا اور کہنے لگا' جی آپ قول دے چکے ہیں' کہ جب تک میں پانی کا یہ پیالہ نہیں پیوں گا آپ مجھے قتل نہیں کریں گے' لہٰذا اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں میں نے قول دیا تھا لہٰذا اب میں تجھے قتل نہیں کرتا جیسے ہی آپ نے کہا کہ میں تجھے قتل نہیں کرتا تو اس وقت وہ کہنے لگا' جی اچھا آپ نے تو فرمایا کہ آپ مجھے قتل نہیں کریں گے لیکن میری بات سن لیجئے کہ آپ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیجئے۔ آپ نے پوچھا' بھئی! آپ پہلے تو مسلمان نہیں بنے اب بن رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ پہلے آپ میرے قتل کا حکم دے چکے تھے' اگر میں اس وقت کلمہ پڑھ لیتا تو لوگ کہتے کہ موت کے خوف سے مسلمان ہوا ہے' لہٰذا میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا حیلہ کروں کہ موت کا خوف ٹل جائے' پھر میں اپنی مرضی سے اسلام قبول کروں اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ کی رضا کیلئے اسلام قبول کیا ہے۔ تو مخلص بندے کا کام کبھی ادھورا نہیں رہتا بلکہ ہمیشہ رب العزت اس کو پورا کر دیتے ہیں۔

(خطبات ذوالفقار: ۱۲/۹۱)

حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا میدان کارزار میں اخلاص......

ایک مرتبہ سیدنا حضرت علیؓ جہاد کے دوران ایک کافر کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ آپؓ

چاہتے تھے کہ اس کو خنجر سے ذبح کر دوں۔ اس نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے چہرہ انور پر تھوک دیا۔ جیسے ہی اس مردود نے تھوکا آپ فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ اب تو انہیں ضرور ہی قتل کر دینا چاہئے تھا۔ وہ پوچھنے لگا کہ جی آپ نے مجھے قتل کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مارنا چاہ رہا تھا' اب تم نے میری طرف جو تھوکا تو میرے نفس کا غصہ بھی شامل ہو گیا اور میں اپنے نفس کی خاطر کسی کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔ جب اس نے یہ سنا تو وہ اتنا متاثر ہوا کہ کہنے لگا' اچھا! پہلے تو کفر پر مر رہا تھا اب آپ کا اخلاص مجھے اتنا اچھا لگا کہ آپ مجھے بھی کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیجئے۔ اب ظاہر میں یہ نظر آ رہا ہے کہ یہ پیچھے ہٹ گئے تو یہ بندے کو نہیں ماریں گے مگر اللہ تعالیٰ کا م کو ادھورا نہیں رہنے دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو کلمے کی توفیق عطا فرما دی۔ (خطبات ذوالفقار ۱۲/۹۰)

حضرت خالدؓ سے دامن اخلاص نہ چھوٹ سکا......

سیدنا عمر فاروقؓ نے جنگ یرموک کے موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو خط بھیجا کہ آج سے آپ جو امیر لشکر تھے اس پوسٹ (عہدہ) سے اتر گئے' اور جو خط لے کر آ رہے ہیں یہ اس پوسٹ پر آ گئے' اگر آپ میرے پاس واپس آنا چاہتے ہیں تو مدینہ آ جائیں اور اگر عام فوجی کی طرح لڑنا چاہیں تو آپ کو لڑنے کی اجازت ہے۔ تو حضرت خالد بن ولیدؓ واپس نہ آئے بلکہ ایک عام فوجی بن کر لڑنا قبول کیا۔ بعد میں کسی نے خالد بن ولید سے پوچھا' حضرت! پہلے تو آپ فوج کے کمانڈر انچیف تھے اور ایک خط کے ذریعے آپ کو ایک عام فوجی بن کر لڑنا پڑا' آپ کیلئے تو یہ مشکل ہوگا' انہوں نے فرمایا کہ میرے لیے کوئی مشکل نہیں تھا کیونکہ جب میں فوج کا امیر تھا تو اس وقت بھی میں اسی مالک کو راضی کرنا چاہتا تھا اور جب میں ایک سپاہی بن کر لڑا تب بھی میں اسی مالک کو راضی کر رہا تھا۔ (خطبات ذوالفقار ۱۲/۸۴)

میرا رب میرا نام جانتا ہے تو پھر......

حضرت سعد بن ابی وقاص[1] رضی اللہ عنہ نے جب مدائن کو فتح کیا تو کچھ دنوں کے بعد ایک عام مجاہد ان کے پاس آیا۔ اس نے کوئی چیز کپڑے میں لپیٹی ہوئی تھی۔ اس نے وہ چیز نکالی

[1] ۱۹ سال کی عمر میں اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئے' ہجرت تک مکہ میں ہی مقیم رہے مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مکان تعمیر کرایا تھا۔ ۵۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (سیر الصحابہ ۲/۱۵۹)

اور کہنے لگا' اے امیر الجیش! میں آپ کی خدمت میں یہ امانت دینے کیلئے آیا ہوں۔ جب حضرت نے اس کو کھولا تو وہ مدائن کے بادشاہ کا تاج تھا۔ وہ تاج سونے کا بنا ہوا تھا۔ اور اس پر اتنے قیمتی ہیرے اور موتی لگے ہوئے تھے کہ اگر وہ مجاہد اس کو بیچ کر کھاتا تو اس کی سات نسلوں کو کمانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ جو بادشاہ اس جنگ میں قتل ہوا تھا اس کے سر سے وہ تاج کہیں گرا تھا' وہ مٹی میں پڑا تھا اور اس مجاہد کو مل گیا کسی کو پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ تاج اس کے پاس ہے۔ اس نے بھی اس کو چھپا کر رکھا۔ جب ہر چیز سیٹل ہو گئی تو اس نے لا کر سعد بن ابی وقاصؓ کو پیش کر دیا۔ حضرت اس کے اخلاص پر حیران ہوئے کہ کسی کو اس تاج کے بارے میں پتہ بھی نہیں تھا' یہ غریب سا بندہ ہے' یہ اسے اپنے پاس رکھ بھی سکتا تھا' لہٰذا انہوں نے اس کے اخلاص پر حیرانی کا اظہار کیا اور اس سے پوچھا' اے مجاہد! تیرا نام کیا ہے؟ اس سوال پر مجاہدہ نے اپنا رخ پھیر کر ان کی طرف اپنی پیٹھ کر دی اور کہا کہ جس رب کو راضی کرنے کیلئے میں نے یہ تاج واپس کیا ہے وہ رب میرا نام جانتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ ان کے دربار سے باہر چلا گیا۔ (خطبات ذوالفقار ج ۱۰۷/۱۲)

اخلاص واحتیاط کا عجیب نمونہ......

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام مبارک تھا۔ وہ ایک آدمی کے غلام تھے۔ اس نے ان کو اپنے باغ کی نگرانی پر رکھا ہوا تھا۔ بعض کتابوں میں انار کا باغ آیا ہے اور بعض میں آم کا باغ۔ بہر حال پھلوں کا باغ تھا۔ ان کو وہاں کام کرتے تین سال گزر چکے تھے۔

ایک دن باغ کا مالک وہاں آ پہنچا۔ اس نے ان سے کہا' بھئی! مجھے پھل کھلاؤ۔ وہ ایک درخت سے پھل لے کر آئے۔ جب اس نے کاٹا اور کھایا تو کھٹا تھا۔ مالک نے کہا' آپ تو کھٹا پھل لے آئے ہیں۔ وہ پھر گئے اور دوسری جگہ سے پھل اتار کر لے آئے' جب کاٹا تو وہ بھی کھٹا تھا۔ جب تیسری دفعہ لائے تو پھر بھی کھٹا۔ مالک بڑا ناراض ہوا۔ اس نے کہا' تمہیں باغ کی رکھوالی کرتے ہوئے تین سال گزر چکے ہیں۔ لیکن تمہیں اب تک پتہ نہیں چلا کہ کس درخت کا پھل شیریں ہے اور کس کا پھل کھٹا ہے۔ جب وہ خوب ناراض ہوا حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بالآخر کہا' جی آپ نے مجھے باغ کی نگرانی کیلئے رکھا تھا' پھل کھانے کیلئے تو نہیں رکھا تھا۔ میں نے تین سال میں کبھی کوئی پھل نہیں کھایا اس لیے مجھے نہیں پتہ کہ کس درخت کا پھل کھٹا ہے اور کس درخت کا پھل میٹھا ہے' اس مالک کو ان کی یہ بات اتنی اچھی لگی کہ اس نے ان کو

آزاد کر دیا۔ پھر اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ ان کا نکاح بھی کر دیا اور ان کو اس باغ کا مالک بھی بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے عبداللہ رکھا اور پھر وہ اپنے وقت میں عبداللہ بن مبارک بنا۔ سبحان اللہ یہ ہوتا ہے اخلاص (خطبات ذوالفقار:۱۲/۹۳)

امام ابوداؤد کی للّٰہیت پر جنت کا پروانہ

امام ابوداؤد ایک بڑے محدث گزرے ہیں ایک مرتبہ وہ ایک کشتی کا سفر کر رہے تھے۔ ان کے سامنے سے ایک اور کشتی آ رہی تھی۔ ان کو سفر کے دوران اس وقت چھینک آئی۔ جب سامنے سے آنے والی کشتی بالکل قریب تھی۔ جس بندے کو چھینک آئے اسے چاہئے کہ وہ ''الحمدللہ'' کہے اور ''الحمدللہ'' کے الفاظ سننے والے کو چاہئے کہ وہ اس کو جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہے اس کے بعد چھینک والا آدمی اس کے جواب میں ''یھدیکم اللہ'' کہے۔ چنانچہ انہوں نے چھینک آنے پر ''الحمدللہ'' کہا۔ ساتھ والی کشتی میں سے ایک آدمی نے ان کی زبان سے ''الحمدللہ'' سنا تو اس نے جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہا لیکن جب حضرت ابوداؤد نے جواب دینا تھا تو کشتی دور جا چکی تھی اور وہاں تک آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔ جب حضرت کنارے پر پہنچے تو وہاں جا کر انہوں نے ایک کشتی کرایہ پر لی اور ایک درہم اس کو دیا اور کشتی سے واپس آئے اور واپس آ کر اس بندے کو جس نے ''یرحمک اللہ'' کہا تھا اسے جواب میں ''یھدیکم اللہ'' کہا اور واپس گئے۔ رات کو جب سوئے تو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا ابوداؤد کو مبارک بادی دے دو کہ اس نے ایک درہم کے بدلے میں اللہ سے جنت خرید لی ہے۔ اللہ اکبر!! محدثین اللہ کی رضا کیلئے یوں اخلاص کے ساتھ عمل کرتے تھے۔ اس وجہ سے آج ان کا فیض جاری ہے۔ آج دنیا ان کی کتابیں پڑھ رہی ہے۔ اور اپنی زندگی شریعت کے مطابق گزار رہی ہے۔ اور وہ حضرات اپنی قبروں کے اندر اس کا اجر و ثواب پا رہے ہیں۔ تو اخلاص والے بندے کی محنت چھوٹی اور اسے اجرت موٹی ملتی ہے۔ وہ کام تو تھوڑا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر بڑا پاتا ہے۔ (خطبات ذوالفقار:۱۰۲/۱۲)

اخلاص نے رزق کے دروازے کھول دیئے......

ابن عقیل اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ میں بہت ہی زیادہ غریب آدمی تھا۔ ایک مرتبہ میں نے طواف کرتے ہوئے ایک ہار دیکھا جو بڑا قیمتی تھا۔ میں نے وہ ہار اٹھا لیا۔ میرا نفس چاہتا تھا کہ

میں نے چھپا لوں لیکن میرا دل کہتا تھا ہرگز نہیں یہ چوری ہے بلکہ دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ جس کا یہ ہار ہے اسے میں واپس کر دوں۔ چنانچہ میں نے مطاف میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ اگر کسی کا ہار گم ہوا ہو تو آ کر مجھ سے لے لے۔ کہتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی آیا اور کہنے لگا کہ یہ ہار میرا ہے اور میرے تھیلے میں سے گرا ہے۔ میرے نفس نے مجھے اور بھی ملامت کی کہ ہار تو تھا بھی نابینا کا، اس کو کسی کو کیا پتہ چلنا تھا، چھپانے کا اچھا موقع تھا مگر میں نے وہ ہار اسے دے دیا۔ نابینا نے دعا دی اور چلا گیا۔

کہتے ہیں کہ میں دعائیں بھی مانگتا تھا کہ اللہ! میرے لیے کوئی رزق کا بندوبست کر دے۔ اللہ کی شان دیکھیں کہ میں وہاں سے "حلب" آ گیا۔ یہ ایک بستی کا نام ہے وہاں کی ایک مسجد میں گیا تو پتہ چلا کہ چند دن پہلے امام صاحب فوت ہو گئے تھے۔ لوگوں نے مجھے کہا کہ نماز پڑھا دو۔ جب میں نے نماز پڑھائی تو انہیں میرا نماز پڑھانا اچھا لگا۔ وہ کہنے لگے تم یہاں امام کیوں نہیں بن جاتے۔ میں نے کہا، بہت اچھا، میں نے وہاں امامت کے فرائض سرانجام دینے شروع کر دیئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد پتہ چلا کہ جو امام صاحب پہلے فوت ہوئے تھے ان کی ایک جوان سال بچی ہے۔ وہ وصیت کر گئے تھے کہ کسی نیک بندے سے اس کا نکاح کر دینا۔ مقتدی لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس یتیم بچی کا آپ سے نکاح کر دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا، چنانچہ انہوں نے اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیا۔

شادی کے کچھ عرصے بعد میں نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ اس کے گلے میں وہی ہار تھا جو میں نے طواف کے دوران ایک نابینا آدمی کو لوٹا دیا تھا۔ اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ میں نے پوچھا یہ ہار کس کا ہے؟! اس نے کہا یہ میرے ابو نے مجھے دیا تھا۔

میں نے کہا، آپ کے ابو کون تھے؟! اس نے کہا، وہ عالم تھے، اس مسجد میں امام تھے اور نابینا تھے۔ تب مجھے پتہ چلا کہ اس کے ابو وہی تھے جن کو میں نے وہ ہار واپس کیا تھا۔ میں نے اس کو بتایا کہ یہ ہار تو میں نے ان کو واپس کر دیا تھا۔ وہ کہنے لگی کہ آپ کی بھی دعا قبول ہوئی اور میرے ابو کی بھی دعا قبول ہوئی۔ میں نے کہا، وہ کیسے؟! اس نے کہا کہ آپ کی دعا تو اس طرح قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر بھی دیا، گھر والی بھی دی اور رزق بھی دیا اور میرے

بناوں' یہ پیسہ آ گیا وہ پیسہ آ گیا' اللہ کی شان دیکھو کہ مسجد کوئی بناتا ہے اور مروڑ کسی اور کے دل میں اٹھتا ہے۔ حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شہر سے حضرت کے مرید ان سے ملنے کیلئے آئے۔ اس شہر کے ایک بڑے عالم تھے۔ وہ ان سے ملے اور پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا' جی میں حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے جا رہا ہوں' انہوں نے کہا' اچھا ان کو میرا پیغام دے دینا کہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں جب آدمی ایک سے نکاح کرتا ہے تو دوسری روٹھ جایا کرتی ہے۔ اصل میں انہوں نے چوٹ کی تھی کہ اب آپ پر فتوحات کے دروازے کھل گئے لہٰذا اب آپ اپنے دین کی خیر منائیں۔

جب وہ صاحب حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آئے اور ان سے ملے تو حضرت نے اس کے حال احوال قدرتاً دریافت کرتے ہوئے یہ بھی پوچھ لیا کہ آپ کے شہر کے وہ بڑے عالم کس حال میں ہیں؟ اس نے کہا جی ٹھیک ہیں۔ پھر پوچھا کہ ان سے آپ کی ملاقات کب ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا' جی آتے ہوئے ملاقات ہوئی تھی۔ حضرت نے پوچھا' بھئی انہوں نے کوئی بات کہی تھی؟ جی ہاں یہ اللہ والے جواسیس القلوب (دلوں کے جاسوس) ہوتے ہیں۔ جب یہ پوچھا تو وہ صاحب خاموش ہو گئے۔ اب حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو اندازہ ہو گیا کہ کوئی بات ہے' چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو بات انہوں نے تمہیں کی تھی من وعن وہی بات تم مجھے کہو۔ اب وہ پھنس گیا۔ بہرحال اس نے بادل نخواستہ بتایا کہ حضرت! جب میں ان سے ملا اور بتایا کہ آپ کو ملنے جا رہا ہوں' تو بڑے مسکرائے اور کہنے لگے کہ میرا پیغام دے دینا کہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں' جب بندہ ایک سے نکاح کرتا ہے تو دوسری روٹھ جایا کرتی ہے۔ یہ بات سن کر حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے سر جھکا لیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنا شروع ہو گئے۔ اتنے آنسو گرے کہ آپ کا دامن آنسوؤں سے تر ہو گیا۔

اب وہ آدمی پریشان ہوا کہ میں نے کون سی بات کر دی کہ حضرت اتنے غمزدہ ہوئے' جب حضرت کافی دیر روتے رہے تو پھر اس نے پوچھا' حضرت اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو آپ مجھے معاف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں نہیں' آپ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ اس نے کہا' حضرت! پھر آپ اتنا کیوں روئے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں شکر کی وجہ سے رو رہا

ہوں۔ کہ الحمدللہ اس وقت بھی دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کو ہمارے سیدھے رہنے کی فکر موجود ہے۔ اور وہ ہمیں نصیحتیں کرتے رہتے ہیں۔ اب بتائیے کہ حضرت اس کو جواب میں کیا کہہ سکتے تھے۔ لیکن اپنی عالی ظرفی کی وجہ سے خاموش رہے۔ ہم ہوتے تو کیا کہتے ہیں؟ ہم کہتے کہ بڑے آئے بات کرنے والے۔ یہ نہیں دیکھتے وہ نہیں دیکھتے' مگر نہیں اللہ والوں کی بات ہی اور ہوتی ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۱۴۰:۹)

ملنا جلنا' کھانا پینا بھی ہو اللہ کیلئے

شیخ الحدیث حضرت زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ دریائے جمنا کے کنارے رہتے تھے' ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا' جی دریا کے دوسرے کنارے میرا ایک کام ہے لیکن دریا کے اندر طوفان بہت ہے' جس کی وجہ سے کشتی کے ذریعے جانا مشکل ہے' اب میں کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا: جاؤ اور دریا کے کنارے کھڑے ہو کر کہو کہ مجھے اس شخص کی طرف سے پیغام ہے' جس نے کبھی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری نہیں کی اور نہ کبھی کھانا کھایا ہے' کہ تم مجھے راستہ دے دو۔ اب وہ بندہ تو یہ سن کر چلا گیا اور جا کر دریا کو وہی پیغام دیا۔ دریا کی طغیانی کم ہو گئی اور اس شخص نے آرام سے دریا پار کر لیا۔

ادھر بیوی صاحبہ نے بھی شوہر کی یہ بات سن لی تھی اور ماشاء اللہ سات بچے بھی تھے' وہ بڑی تلملائی کہ یہ عجیب ہے مجھے رسوا کر رہا ہے' وہ بزرگ جب اپنے گھر میں آئے تو وہ آگے غصے سے بھری بیٹھی تھی۔ کہنے لگی کہ یہ جو تو کھا کھا کر موٹا ہو رہا ہے' اس کو تو تو جانے اور تیرا خدا لیکن یہ بتا کہ تو نے جو میرے ساتھ کبھی ملاقات نہیں کی تو یہ سات بچے کہاں سے ہو گئے۔ اس پر انہوں نے اس کو وضاحت کے ساتھ بات سمجھائی کہ دیکھ میں نے جب بھی کھانا کھایا ہمیشہ اس نیت سے کھایا کہ اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری جان کا تجھ پر حق ہے' اس لیے اپنی جان کا حق ادا کرنے کیلئے کھانا کھایا' نفس کی لذت کی وجہ سے کبھی نہیں کھایا۔ اسی طرح اگرچہ میں سات بچوں کا باپ ہوں مگر بیوی سے ملاقات کرتے ہوئے میرے دل میں ہمیشہ یہ نیت ہوتی تھی کہ شریعت نے مجھ پر بیوی کے حقوق عائد کئے ہیں۔ لہذا میں اپنی بیوی کا حق ادا کر رہا ہوں میرا مقصد نفس کی لذت اور اپنی خواہشات کو پورا کرنا نہیں ہوتا تھا' اگرچہ میں نے اتنی بار اس کا حق ادا کیا مگر یہ ایسے ہی تھا جیسے میں نے اپنے لیے کیا ہی نہیں۔

اللہ کیلئے ننانوے مٹکے توڑے مگر......

ایک بادشاہ کے سو مٹکے شراب کے جا رہے تھے۔ ایک اللہ والے کو پتہ چلا تو ان کو غصہ آ گیا۔ چنانچہ انہوں نے مٹکے توڑنا شروع کر دیے۔ انہوں نے ننانوے مٹکے توڑ کر ایک چھوڑ دیا۔ جب بادشاہ کو پتہ چلا تو اس نے انہیں گرفتار کروالیا۔ اس نے پوچھا تم نے مٹکے کیوں توڑے؟ وہ کہنے لگے جب مجھے پتہ چلا کہ ان مٹکوں میں شراب ہے تو میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ تم مسلمان ہو اور شراب پیتے ہو۔ اس لیے میں نے ان کو توڑ دیا۔ اس نے کہا اچھا ننانوے مٹکوں میں تو غیرت کام آئی لیکن سو ویں مٹکے میں غیرت کیوں نہ کام آئی؟ فرمانے لگے ننانوے تک میں توڑتا چلا گیا۔ جب ننانوے کا مٹکا توڑ رہا تھا تو میرے دل میں خوشی کی ایک لہر [illegible] ہوئی کہ دیکھو میں نے کتنا بڑا کام کر لیا۔ پھر میں نے سوچا کہ اب تک کام اللہ کیلئے کیا تھا اور اگر اب اگلا مٹکا توڑوں گا تو وہ اپنے نفس کی وجہ سے توڑوں گا اس لیے سو واں چھوڑ دیا۔ جب بادشاہ نے یہ سنا تو ان کو سزا دینے کی بجائے ویسے ہی آزاد کر دیا۔ اللہ اکبر

(خطبات ذوالفقار ۱۴/۹۴)

شدت بھوک میں بھی ترک اخلاص گوارا نہیں......

احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دن وضو [illegible] رہے تھے۔ وضو کرنے کے بعد جب اٹھے تو نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے نیچے گر گئے۔ جو [illegible] کھڑا ہوا تھا اس نے پوچھا حضرت! یہ ہوا ان کی زبان سے نکل گیا [illegible] تین دن سے فاقے سے ہوں اس کمزوری کی وجہ سے چکر آیا اور میں گر گیا۔ وہ شاگرد ان کو چھوڑ [illegible] بیٹھا گیا۔ کھانا [illegible] اس نے عرض کیا حضرت! کھانا [illegible] حضرت نے فرمایا [illegible] نہیں [illegible] گا۔ اس نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے [illegible] جب میں نے تمہیں بتا دیا [illegible] سے فاقے سے ہوں اور تم چلے گئے تو میرے دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے کہ [illegible] کوئی چیز لے کر آ جائے۔ یہ طمع مخلوق کے ساتھ ہے [illegible] اشراف نفس کہتے ہیں [illegible] اس کو بھی پسند نہیں کرتے [illegible] امید ہی فقط اللہ سے [illegible] چنانچہ انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ مگر وہ شاگرد بھی اتنا ہونہار تھا [illegible] کہنے لگا حضرت! اچھا آپ کھانا نہیں کھاتے تو [illegible] چلا گیا [illegible] پانچ دن منٹ گزر [illegible]

اوجھل رہا اوراس کے بعد پھر واپس آ گیا اور عرض کرنے لگا' حضرت! اب تو آپ کے دل میں طمع ختم ہو گئی ہے' اب میں دوبارہ کھانا لے آیا ہوں' آپ قبول فرمالیں' اب حضرت نے وہ کھانا قبول فرمالیا۔ پتہ چلا کہ ہمارے مشائخ ہر کام اللہ رب العزت کی رضا کیلئے کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بندے کی نیت کے مطابق معاملہ فرمادیتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۹۵/۱۲)

اخلاص والوں کی قدرومنزلت بارگاہ قدس میں

عہد قدیم میں طولون نامی ایک حاکم گزرا ہے۔ وہ دیندار مزاج کا آدمی تھا۔ اس وقت کے حاکم دنیادار ہونے کے باوجود دیندار بھی ہوا کرتے تھے۔ اس نے ایک مرتبہ ایک بچے کو لاوارث پڑا دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ اس کی ماں نے اس کو جنا اور اسے یہاں چھوڑ دیا۔ چنانچہ اس نے بچے کو اٹھایا۔ اس نے بچے کا نام احمد رکھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ وہ احمد یتیم کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اب اس نے احمد یتیم کو بیٹوں کی سی محبت دی' اس کی اچھی تربیت کی اور پھر اس کو اپنا خاص مصاحب بنادیا۔ احمد یتیم بھی بڑا دیانتدار' نیکوکار اور پرہیزگار نوجوان بنا۔

کچھ عرصہ کے بعد طولون کی وفات ہونے لگی تو اس نے اپنے بیٹے ابوالجیش کو اپنا نائب بنایا اور پوری سلطنت اس کے حوالے کر دی اور یہ وصیت کی کہ بیٹا! یہ (احمد) تیرا بھائی ہے۔ میں نے اس کی پرورش کی ہے تم بھی ساری عمر اس کا خیال رکھنا۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ چنانچہ جب ابوالجیش نے کنٹرول سنبھالا تو اس نے بھی احمد یتیم کے ساتھ اچھا تعلق رکھا۔ ایک مرتبہ ابوالجیش کو کسی چیز کی ضرورت پڑی۔ اس نے احمد یتیم کو بلایا اور کہا کہ یہ چابی لیں اور فلاں راستے سے آپ میرے کمرے میں چلے جائیں اور یہ چیز اٹھا کر لے آئیں۔ اس نے دن میں وہ راستہ کھولا اور کمرے میں چلا گیا۔ وہ جیسے ہی اس کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ابوالجیش کی ایک باندی جو بڑی خوبصورت تھی اور ابوالجیش اس کے ساتھ بڑی محبت کرتا تھا' وہ اس وقت اس کمرے میں کسی خادم کے ساتھ زنا کی مرتکب ہو رہی تھی۔ اس باندی کو توقع ہی نہیں تھی کہ دن کے وقت بھی مرد کمرے میں واپس آ سکتا ہے' جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اور یہ معاملہ دیکھا تو وہ مرد بھاگ گیا اور عورت احمد یتیم کو اپنے چکر میں پھنسانے لگی اور اس کی منت سماجت کرنے لگی کہ تم بھی میرے ساتھ وہی کرو جو وہ کر رہا تھا۔ لیکن اس کے دل میں نیکی تھی لہذا کہنے لگا' ہرگز نہیں۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ (یوسف ۲۳)

سبحان اللہ! نیک لوگوں کا یہی دستور رہا ہے۔ چنانچہ احمد یتیم اس بدکار عورت کے چنگل سے نکل گئے اور وہ چیز اٹھا کر اس کمرے سے واپس آ گئے۔ اب اس باندی کے دل میں یہ بات کھٹک گئی کہ اگر یہ جا کر میری شکایت لگائے گا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن انہوں نے اس پر پردہ رکھا اور آ کر وہ چیز ابوالجیش کو دے دی اور بات گول کر دی۔

ابوالجیش نے انہی دنوں میں ایک اور نکاح کر لیا اور دوسرا نکاح کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی کے پاس وقت گزارنے میں ذرا کمی آنے لگی۔ چونکہ وہ دل میں سوچتی تھی کہ اس کا کوئی نہ کوئی ردعمل ہونا ہے۔ اس لیے اس کے دل میں یہ بات کھٹک گئی کہ احمد یتیم نے میرے خاوند کو سب کچھ بتا دیا ہے جس کی وجہ سے میرے خاوند کی توجہ مجھ سے ہٹ گئی ہے۔

عورت کے دل میں جب حسد آ جائے تو پھر وہ کیا کیا مکاریاں کر گزرتی ہے۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ میں کسی طرح احمد یتیم کو راستے سے ہٹاؤں۔ ایک دن ابوالجیش اس سے ملنے کیلئے آیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میاں بڑی محبت کی نظر سے دیکھ رہا ہے اور پیار دے رہا ہے تو اس وقت وہ رونے لگ گئی۔ اس نے کہا: تم رو کیوں رہی ہو؟ وہ کہنے لگی: میں کیا بتاؤں! ایک دن احمد یتیم ہمارے کمرے میں آیا تھا اس نے میرے ساتھ بدکاری کی کوشش کی اور میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو اس کے چنگل سے بچایا تھا۔ جب ابوالجیش نے یہ سنا تو اسے یاد آ گیا۔ ہاں میں نے ایک مرتبہ دن کے وقت احمد یتیم کو چابی دے کر بھیجا تھا اس وقت اس نے میرے حرم کے ساتھ خیانت کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ یہ سوچ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا کہ یہ اتنا خائن شخص ہے۔ اس نے اسی وقت نیت کر لی کہ میں احمد یتیم کو قتل کروا دیتا ہوں۔

چنانچہ جب وہ دربار میں آیا تو اس نے اپنے خاص بندے کو بلایا اور اسے کہا کہ میں ایک آدمی کو برتن دے کر آپ کی طرف بھیجوں گا اور وہ آپ کو میرا یہ پیغام دے گا کہ اس برتن کو کستوری سے بھر دو۔ آپ کو یہ کام کرنا ہے کہ وہ برتن جو بندہ لے کر آپ کے پاس آئے گا۔ آپ اس کو قتل کر کے اس کا سر اس برتن میں ڈال کر میرے پاس لے آنا۔ پھر اس نے احمد یتیم کو بلایا اور اس سے باتیں کرنا شروع کر دیں۔ جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے احمد یتیم کو وہ برتن دیا اور کہنے لگا کہ آپ فلاں بندے کے پاس جائیں اور اسے کہیں کہ وہ اس کو کستوری سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قدر و منزلت
اور
حوصلہ افزائی

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا کی قدردانی

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مکہ مکرمہ سے لوٹ کر مدینہ کی طرف آ رہے تھے، راستے میں رات آ گئی۔ پڑاؤ ڈالا۔ آپ کھلے میدان میں سوئے ہوئے تھے۔ اچانک آپ کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آسمان پر چودھویں کا چاند نور بکھیر رہا تھا۔ جب سیدنا عمرؓ نے آسمان کے چاند کو دیکھا تو انہیں بے اختیار مدینہ کا چاند یاد آ گیا۔ نبی ﷺ کا خیال آتے ہی اٹھ بیٹھے۔ اس وقت تنہائی تھی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، آسمان سے نور برس رہا تھا۔ قبولیت دعا کا موقع محسوس ہو رہا تھا۔ اس وقت سیدنا عمرؓ نے اللہ رب العزت کے سامنے اپنے دل کا راز کھولا اور اپنے دل کی تمنائیں بیان کیں:

﴿اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ قَبْرِي فِي بَلَدِ حَبِيبِكَ﴾

(اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرمائیے اور میری قبر محبوب ﷺ کے شہر میں بنا دیجئے)

اب حضرت عمرؓ نے تو اتنا ہی مانگا تھا۔ ان کو شہادت تو کسی جگہ بھی مل سکتی تھی چاہے پہاڑ کی چوٹی پر ملتی چاہے کسی میدان میں ملتی۔ مگر اللہ تعالیٰ قدردان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا کو پورا کیا مگر پورا کس انداز میں کیا کہ سیدنا عمرؓ باوضو ہیں، مصلیٰ نبوی ﷺ پر کھڑے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں۔ اس قرب اور احسان کی کیفیت میں اللہ رب العزت نے حضرت عمرؓ کو شہادت عطا فرما دی۔ وہ عمرؓ اس وقت کا تھا، مصلیٰ نبوت پر شہادت کا رتبہ عطا فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدردانی نہیں تو اور کیا ہے؟ انہوں نے فقط شہادت مانگی تھی مگر ان کی امید سے بڑھ کر ان کے ساتھ خیر کا معاملہ کیا گیا۔

انہوں نے دوسری دعا یہ مانگی تھی کہ اے اللہ! میری قبر اپنے محبوب ﷺ کے شہر میں بنا دینا۔ اگر قبر جنت البقیع میں بن جاتی تو تب بھی دعا پوری ہو جاتی مگر اللہ تعالیٰ قدردان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قبر کیسی جگہ عطا فرمائی؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں روضۂ اقدس میں اور محبوب ﷺ کے قدموں میں دفن ہونے کی جگہ عطا فرما دی۔ اللہ رب العزت کی طرف سے ان کی یہ قدردانی تھی۔ (خطبات ذوالفقار ۳۱: ۱۰۲)

اس نے حضرت سلمان فارسیؓ سے کہا کہ بیٹا! آپ کا بھی ایک ہی کام ہے کہ آگ جلتی رہنی چاہئے۔ یہ اچھے بھلے بڑی عمر کے ہو گئے مگر ان کو باہر کی دنیا کا پتہ ہی نہیں تھا۔

ایک مرتبہ ان کا والد بیمار ہو گیا۔ اس نے ان کو بھیجا کہ زمینوں پر جاؤ' وہاں سے پیسے لے کر آنے ہیں' لیکن یاد رکھنا کہ سیدھا جانا اور سیدھا آنا' وقت ضائع نہ کرنا۔ انہوں نے پہلے کبھی باہر نکل کر نہیں دیکھا تھا۔ اب ان کو باہر نکلنے کا موقع ملا۔ چنانچہ جب باہر نکل کر جا رہے تھے تو ایک راہب (عیسائیوں کا عالم) ان کو مل گیا۔ انہوں نے اس راہب سے راستہ پوچھا' ان کی آپس میں بات چیت ہونے لگی۔ راہب نے ان سے پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے بتا دیا۔ اس طرح بات چیت سے ان کو راہب کے ساتھ ایک تعلق ہو گیا۔ اس نے کہا کہ یہاں قریب ہی ایک چرچ ہے' میں وہاں پر ہوتا ہوں' تجھے جب موقع ملے میرے پاس سے ہو کر جایا کرو۔ چنانچہ وہ جب بھی ادھر آتے جاتے وہ اس کو مل کر جاتے۔

راہب نے ان کے سامنے عیسائیت کی تعلیمات پیش کیں۔ اس وقت عیسائی مذہب سچا مذہب تھا۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ مذہب بالکل ٹھیک ہے لہٰذا میں یہ مذہب اختیار کروں گا۔ یہ اس سے پوچھنے لگے کہ کیا میں یہ تعلیم حاصل کر سکتا ہوں؟ اس نے کہا کہ ہاں مگر ہمارے بڑے عالم فلاں شہر میں رہتے ہیں اگر آپ نے علم حاصل کرنا ہے تو ان کے پاس چلے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ میں ان کے پاس کیسے جاؤں گا؟ راہب نے کہا کہ وہاں قافلے جاتے ہیں جب اگلا قافلہ جائے گا تو میں آپ کو اس قافلے والوں کے ساتھ بھیج دوں گا۔ وہ کہنے لگے کہ ٹھیک ہے بس مجھے اطلاع دے دینا' میں گھر سے آ جاؤں گا' کیونکہ اگر میں یہاں رہا تو ابو مجھے آگ جلانے پر ہی رکھیں گے اور اس کی وجہ سے میری زندگی بھی نہیں سنورے گی لہٰذا بہتر ہے کہ میں وہاں جا کر علم حاصل کر لوں۔

جب ایک قافلہ جانے لگا تو اس راہب نے ان کو اطلاع دی اور یہ قافلے کے ساتھ وہاں چلے گئے۔ جس کے پاس گئے وہ بڑی عمر کا عالم تھا۔ انہوں نے اس عالم سے تقریباً ایک سال تک پڑھا اور اس کے بعد وہ فوت ہو گئے' حضرت سلمان فارسیؓ بڑے پریشان ہوئے کہ میں ان سے پڑھنے آیا تھا اور یہ فوت ہو گئے ہیں۔

پھر وہ ان سے بھی بڑے عالم کے پاس گئے۔ وہ بھی بوڑھے ہو چکے تھے۔ ان کے پاس

کچھ عرصہ پڑھا ہی تھا کہ وہ بھی بیمار ہو گئے لہٰذا انہیں پھر پریشانی ہوئی۔ اسی پریشانی کے عالم میں ان سے پوچھا کہ اب میں کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں آپ میرے بعد فلاں سے علم حاصل کر لینا۔ چنانچہ جب وہ عالم فوت ہوئے تو وہ تیسرے کے پاس چلے گئے۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ تیسرا ابھی بوڑھا تھا وہ بیمار ہو گیا۔ اب تو حضرت سلمان فارسیؓ رونے لگے کہ پتہ نہیں یہ کیا معاملہ ہے کہ میں جدھر بھی جاتا ہوں ادھر استاد مجھے داغ مفارقت دے جاتے ہیں۔ اس نے کہا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں آپ کو ایک پکی بات بتاتا ہوں۔ اب تجھے کسی استاد کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جس میں نبی آخر الزمان ﷺ نے تشریف لانا ہے میں نشانیاں بتا دیتا ہوں لہٰذا آپ کوشش کر کے اس علاقے میں چلے جائیں جہاں انہوں نے آنا ہے وہاں جا کر ان سے تعلیم حاصل کرنا۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ اس نے انہیں وہ نشانیاں بتا دیں اور ایک قافلہ والوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ بھی کر دیا۔ اس زمانے میں مدینہ کو یثرب کہا جاتا تھا۔

قافلہ والوں نے درمیان میں بدعہدی کی کہ یہ بچہ ہے اور اس کا کوئی ولی وارث نہیں انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر انہیں ایک غلام کی حیثیت سے بیچ دیا۔ اور انہیں ایک یہودی نے خرید لیا۔ ان کا وہاں کوئی واقف نہ تھا۔ البتہ انہوں نے جب یہ علاقہ دیکھا اور ان نشانیوں کو دیکھا جو ان کے استاد نے انہیں بتائی تھیں تو ان کو تسلی ہو گئی کہ یہ علاقہ وہی ہے جہاں نبی آخر الزمان ﷺ نے تشریف لانا ہے۔ چنانچہ دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب میں یہیں رہوں گا۔

اس یہودی کا کھجوروں کا ایک باغ تھا۔ وہ سارا دن اس میں کام کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کھجور کے ایک درخت پر چڑھ کر کھجور اتار رہے تھے کہ اس یہودی کا ایک دوست اسے ملنے آیا۔ وہ اس یہودی کے ساتھ مل کر باتیں کرنے لگا۔ باتوں ہی باتوں میں وہ کہنے لگا کہ مکہ سے ایک آدمی یہاں آئے ہیں اور وہ نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے نبوت کے یہ الفاظ سنے تو انہوں نے شوق میں اوپر سے نیچے چھلانگ لگا دی کیونکہ وہ پہلے ہی اسکی خبر پانے کے منتظر تھے۔ ماشاء اللہ! بچوں کا کام ایسا ہی ہوتا ہے۔ آ کر اس یہودی سے پوچھنے لگے کہ جی! وہ کون سے نبی تشریف لائے ہیں۔ یہودی نے جب یہ سنا تو اس نے انہیں زور سے

ایک تھپڑ لگایا اور کہا کہ جا تو اپنا کام کر۔ ان کو چھلانگ لگانے سے پاؤں میں تکلیف ہو رہی تھی۔ ساتھ ہی تھپڑ کی تکلیف بھی برداشت کرنی پڑی۔ پھر جا کر خاموشی سے کام کرنے لگے۔ پھر اس سوچ میں پڑ گئے کہ اب میں کیا کروں۔ بالآخر ان کے دل میں یہ بات آئی کہ مجھے ہفتہ میں ایک دن چھٹی ہوتی ہے۔ میں اس دن جا کر بستی والوں سے پوچھوں گا کہ کون آئے ہیں۔ چنانچہ وہ چھٹی کے دن بستی میں پہنچے اور پوچھتے پوچھتے وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے اور زیارت کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔

ان کو استاد نے نبی آخرالزماں ﷺ کی دو نشانیاں بتائی ہوئی تھیں ایک نشانی تو یہ کہ وہ ہدیہ قبول کر لیں گے اور دوسری نشانی یہ کہ وہ صدقہ کا مال قبول نہیں فرمائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کچھ ہدیہ لا کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ صدقہ کے پیسے ہیں آپ قبول فرما لیجئے۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا' نہیں ہم تو صدقہ نہیں لیتے۔ ایک نشانی پوری ہو گئی۔ پھر کسی دوسرے موقع پر عرض کیا' جی یہ ہدیہ قبول فرما لیجئے۔ آپ ﷺ نے وہ ہدیہ قبول فرما لیا۔

اس طرح دوسری نشانی بھی پوری ہو گئی۔ ماشاء اللہ اب ان کے دل کو تسلی ہو گئی اور کلمہ پڑھ کر آپ ﷺ کے غلاموں میں شامل ہو گئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں اپنی کیفیت بیان کی۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم آتے رہا کرو۔ چنانچہ شروع میں انہوں نے اپنے ایمان کو چھپایا۔ وہ چھٹی کے دن محبوب ﷺ کی خدمت میں آ جاتے اور دن گزار کر چلے جاتے۔

کچھ عرصہ بعد نبی علیہ السلام کی محبت نے اتنا جوش مارا کہ کہنے لگے کہ اب تو مجھ سے جدا نہیں رہا جا سکتا۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم اس یہودی سے جا کر طے کر لو۔ چنانچہ انہوں نے جا کر اسے کہا کہ جی آپ مجھے آزاد کر دیں' اس کے بدلے آپ جو رقم کہیں وہ ادا کر دوں گا یا جو کام کہیں گے وہ کر دوں گا۔

وہ یہودی بڑا تیز تھا۔ اس نے کہا کہ میں دو شرطوں پر آپ کو آزاد کرتا ہوں۔ ایک شرط تو یہ ہے کہ کھجوروں کے تین سو درخت لگاؤ' جب وہ پھل دینا شروع کر دیں گے تب پہلی شرط پوری ہو جائے گی۔ اس کا خیال تھا کہ اگر آج درخت لگائیں تو پھل لگنے میں کئی سال لگ

جائیں گے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تم تین اوقیہ سونا مجھے دینا۔ اس کا خیال تھا کہ اتنے سونے میں تو پچاس غلام آ جاتے ہیں۔ یہ کہاں سے اتنا دے سکے گا۔

انہوں نے اس کی یہ شرطیں قبول فرمالیں۔ اور آ کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں بھی بتادیا۔ وہ ابھی ادھر ہی بیٹھے تھے کہ ایک آدمی نے سونے کا ایک ڈلا نبی علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ نبی علیہ السلام نے وہ سونا ان کو دے دیا اور فرمایا سلمان! اللہ تعالیٰ نے تیرا کام آسان کر دیا ہے جاؤ اور اسے یہ دے دو۔ اب یہ لے گئے اور اس یہودی کو جا کر وہ سونا دے دیا۔ سونے کا وہ ڈلا دیکھنے میں تو چھوٹا سا لگتا تھا لیکن جب اس نے وزن کیا تو بالکل پورا نکلا وہ بڑا حیران ہوا۔ اس نے سوچا کہ شاید ترازو میں کوئی خرابی ہو۔ چنانچہ اس نے ترازو کو ٹھیک کیا اور پھر تولا۔ پھر وہ وزن پورا نکلا۔ اس طرح اس نے کئی بار وزن کیا اور ہر بار وزن برابر نکلا۔ بالآخر وہ حیران ہو کر کہنے لگا' چلو ٹھیک ہے۔ اب کھجوروں کا باغ لگاؤ۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے پھر نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم زمین تیار کرو اور ہمارا انتظار کرنا۔ ہم آ کر تمہارے ساتھ کھجوریں لگوائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے آ کر ان کے ساتھ کھجوریں لگوائیں اور ان کھجوروں نے اسی سال پھل اٹھایا۔ اللہ اکبر!! جب دونوں شرطیں پوری ہو گئیں تو اسے آزاد کرنا پڑا۔

آزاد ہو کر وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں آ گئے اور عرض کیا' اے اللہ کے نبی ﷺ! میں حاضر ہوں' اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا' اب تم اصحاب صفہ میں شامل ہو جاؤ۔ جو فقراء مکہ مکرمہ' حبشہ اور دوسری جگہوں سے ہجرت کر کے آئے ہوئے تھے۔ ان کیلئے ایک چبوترہ سا بنا ہوا تھا۔ اس پر وہ رہتے تھے' ان کو اصحاب صفہ (چبوترہ والے) کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی انہی میں شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ بھی اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے اور ان کے مانیٹر بن گئے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا قدردانی کا معاملہ فرمایا۔

اپنا گھر کس لیے چھوڑا تھا؟ ... اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے رشتہ داروں کو کس لیے چھوڑا تھا؟ اللہ تعالیٰ کیلئے تو جس نے اپنا گھر بار اور اپنے رشتہ دار اللہ کی رضا کیلئے چھوڑے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی اتنی قدردانی فرمائی کہ ایک وقت ایسا آیا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "السلمان منا

اهل البيت" (سلمان تو ہمارے اہل بیت میں سے ہے)

تو اللہ کے محبوب ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو اپنے اہل بیت میں شامل فرما لیا' اللہ اکبر! رشتہ داروں کو چھوڑا تو اللہ رب العزت نے ان کی نسبت کن کے ساتھ کر دی؟ اہل بیت کے ساتھ۔ (خطبات ذوالفقار: ۳۵ تا ۱۲/۳۱)

حضرت سراقہؓ کے ہاتھوں میں کنگن

اگر کوئی آدمی نیک نیتی کے ساتھ اللہ کے لیے دنیا کی کوئی قربانی دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیں گے اور آخرت میں بھی دیں گے' حدیث پاک سے اس کی دلیل ملتی ہے' جب نبی علیہ السلام ہجرت کے سفر میں تھے اس وقت آپ کے پیچھے ایک کافر آ گیا' جس کا نام سراقہ تھا' جب اس نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا تو آپ ﷺ کی دعا سے اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے' پھر نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی اور اس کے پاؤں کو زمین نے چھوڑ دیا' جب وہ جانے لگا تو ڈر تھا کہ کہیں وہ جا کر پھر نہ بتا دے' اس وقت اس نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے کلمہ پڑھا دیجئے' چنانچہ نبی علیہ السلام نے اسے کلمہ پڑھا دیا' لیکن اس سے پہلے نبی علیہ السلام نے اس کو بشارت دے دی تھی کہ سراقہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تو تیرے ہاتھوں یا تیرے بازوؤں میں کسریٰ کنگن عطا فرما دیے ہیں' اس کو نبی علیہ السلام کی مخبری کرنے پر سو یا دو سو اونٹوں کا انعام ملنا تھا جو کفار نے اعلان کر دیا تھا لیکن اس نے اللہ کی نسبت سے سو یا دو سو اونٹوں کے انعام کی قربانی دے دی کہ میں اس دنیاوی فائدہ کو چھوڑتا ہوں اور اب واپس جا کر ان کے بارے میں کفار کو نہیں بتاؤں گا' چنانچہ اللہ رب العزت نے اس کی اس قربانی کی قدر دانی فرمائی اور دو سو اونٹوں کے بدلے میں کسریٰ جیسے بادشاہ کے کنگن اس کے بازوؤں میں عطا فرما دیے' سبحان اللہ' جو بندہ اللہ کی نسبت سے دنیا کی قربانی دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا سے محروم نہیں کرتے بلکہ دنیا کو کئی گنا کر کے اس کے قدموں میں ڈال دیا کرتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۴۴/۷)

زبیدہ خاتون پر نظرِ کرم

ہارون الرشید کی بیوی "زبیدہ خاتون" بڑی نیک اور دین دار ملکہ تھی۔ اس کو قرآن مجید کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ اس نے اپنے گھر میں تین سو حافظات تنخواہ پر رکھی ہوئی تھیں۔ اس

نے ان کی تین شفٹیں بنائی ہوئی تھیں۔ ہر شفٹ میں ایک سو حافظات ہوتی تھیں۔ ان حافظات کو محل کے مختلف کمروں' برآمدوں اور کونوں میں بٹھا دیا جاتا تھا۔ اور ان کا کام اپنی شفٹ میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنا ہوتا تھا۔ اس طرح پورے محل میں ہر وقت سو حافظات کے قرآن پڑھنے کی آواز آتی تھی۔

اس خاتون کو پتہ چلا کہ جب لوگ سفر حج پر جاتے ہیں تو ان کو راستے میں پانی نہیں ملتا' اس لیے وہ اپنے ساتھ سواریوں پر پانی لاد کر جاتے ہیں' جب کبھی پانی ختم ہو جاتا ہے تو بسا اوقات لوگ پیاسے رہتے ہیں' بلکہ بعض اوقات تو کئی لوگ فوت ہی ہو جاتے ہیں۔ ہر بیوی اپنے خاوند سے فرمائش کر کے کوئی نہ کوئی کام کرواتی ہے۔ اس نے بھی اپنے خاوند سے کہا کہ میرے دل کی تمنا ہے کہ آپ ایک نہر بنوائیں جو میدان عرفات تک پہنچے تاکہ حاجی لوگ جب اس کے قریب سے گزریں تو ان کو پانی ملتا رہے۔ ہارون الرشید نے اس کی فرمائش کو پورا کر دیا اور ایک عظیم الشان نہر بنوادی۔ اس نہر سے ہزاروں انسانوں' حیوانوں' چرندوں اور پرندوں نے پانی پیا اور فائدہ اٹھایا۔

ذرا سوچیں کہ کسی کو پانی کا ایک پیالہ پلانا کتنی بڑی نیکی ہے۔ قیامت کے دن ایک جہنمی کسی جنتی کو دیکھ کر اسے پہچان لے گا اور کہے گا کہ آپ نے مجھ سے ایک مرتبہ پانی مانگا تھا اور میں نے آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا تھا۔ وہ کہے گا' ہاں وہ کہے گا کہ آپ اللہ کے حضور میری شفاعت کر دیجئے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک پیالہ پانی پلانے پر وہ جنتی شفاعت کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس جہنمی کو جہنم سے نکال کر جنت عطا فرما دیں گے۔ ایک پیالہ پانی پلانے کی اللہ رب العزت کے ہاں اتنی قدر ہے۔

انسان تو بالآخر انسان ہے۔ جانور کو پانی پلانا بھی بہت قیمتی ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک عورت نے اپنی پوری زندگی کبیرہ گناہوں میں گزار دی تھی۔ ایک مرتبہ وہ کہیں جا رہی تھی اس نے ایک کتے کو پیاسا دیکھا' گرمی کا موسم تھا' اس کی زبان نکلی ہوئی تھی اور پیاس کی وجہ سے وہ ہانپ رہا تھا۔ اس کے دل میں ترس آیا اور اس نے اپنے دوپٹے کے ساتھ کوئی چیز باندھی اور پانی ڈال کر اس کتے کو پلایا۔ جب کتے نے پانی پیا تو کتے کو ہوش آ گیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آ گیا۔ صرف کتے کو پانی پلانے پر اس کی زندگی کے سب کبیرہ گناہوں

کو معاف فرما دیا گیا۔ اب سوچئے کہ پیاسے کو پانی پلانا کتنا بڑا عمل ہے۔ زبیدہ خاتون نے لاکھوں پیاسوں کو پانی پلایا۔ جب وہ فوت ہوگئی تو وہ کسی کو خواب میں ملی' اس نے پوچھا' زبیدہ! تیرا آگے کیا بنا؟ کہنے لگی کہ بس مجھ پر اللہ رب العزت کی رحمت ہوگئی۔ اس نے کہا' ہاں! تیرے تو کام ہی اتنے بڑے تھے' تو نے نہر بنوا کر بہت بڑا کام کیا' تیری تو بخشش ہونی ہی تھی۔ وہ کہنے لگی کہ میری بخشش نہر کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ اس نے پوچھا' وہ کیوں؟ وہ کہنے لگی کہ جب میرا نہر والا عمل اللہ رب العزت کے سامنے پیش کیا گیا تو پروردگار عالم نے فرمایا کہ تم نے تو نہر اس لیے بنوائی تھی کہ تمہارے پاس بیت المال کا پیسہ تھا' اگر نہ ہوتا تو نہیں بنوا سکتی تھی۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں تم مجھے بتاؤ کہ تم نے میرے لیے کون سا عمل کیا؟ وہ کہنے لگی کہ میں یہ سن کر گھبرا گئی کہ میرے پاس تو ایسا کوئی عمل نہیں ہے۔

اس گھبراہٹ میں اللہ رب العزت کی رحمت میری طرف متوجہ ہوئی اور فرمایا' ہاں تیرا ایک عمل ایسا ہے جو تم نے ہمارے لیے کیا تھا' وہ عمل یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کھانا کھا رہی تھی' بھوک لگی ہوئی تھی' آپ نے لقمہ توڑا کہ میں اسے اپنے منہ میں ڈال لوں' منہ میں ڈالنے سے پہلے ادھر سے اذان کی آواز تیرے کانوں میں پڑی' تمہارے سر پر پوری طرح دوپٹہ نہیں تھا' اور آدھا سر ننگا تھا' اس وقت تیرے دل میں خیال آیا کہ اللہ کا نام بلند ہو رہا ہے' اور میرا سر ننگا ہے تم نے اپنی بھوک کو روکا' لقمہ نیچے رکھا اور اپنے دوپٹے کو ٹھیک کیا اور اس کے بعد لقمہ کھایا' تو نے لقمہ میں جو تاخیر کی یہ میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی' بس اس کی وجہ سے تیری مغفرت کی جاتی ہے۔ سبحان اللہ..... اللہ رب العزت تو یہ دیکھتے ہیں کہ ہماری رضا کیلئے کیا کیا گیا۔ اب یہ عمل دیکھنے میں چھوٹا سا ہے مگر چونکہ اس نے یہ اللہ رب العزت کی رضا کیلئے کیا اس لیے اللہ رب العزت کے ہاں اس کی قدر بھی زیادہ ہوئی۔ (خطبات ۱۲/۴۷)

ایک بت پرست کی پکار اور اس کی قدردانی

ایک بت پرست تھا' وہ پریشان حال ہو کر ساری رات اپنے بت سے دعائیں مانگتا رہا۔ وہ اس کے سامنے صنم صنم پکارتا رہا۔ مگر کوئی بات نہ بنی۔ حتیٰ کہ اسے اونگھ آنے لگی۔ اونگھ میں اس کی زبان سے یاصمد یاصمد نکل گیا۔ صمد اللہ رب العزت کا نام ہے۔ جیسے ہی اس نے صمد کہا اللہ رب العزت کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور پروردگار عالم نے فرمایا:

"لبیک یاعبدی" (میرے بندے! میں حاضر ہوں)

جب پروردگار عالم نے یہ جواب دیا تو فرشتے حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ اے پروردگار عالم! وہ ایک بت پرست ہے وہ ساری رات بت کے نام کی تسبیح جپتا رہا اس نے اونگھ کی وجہ سے غفلت میں یا صمد کہا ہے اور آپ اس کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا ٹھیک ہے کہ وہ بت پرست تھا اور ساری رات بت کے نام کی تسبیح جپتا رہا اس بت نے اس کو کوئی جواب نہ دیا اور اس نے اونگھ میں مجھے پکارا اگر میں بھی جواب نہ دیتا تو پھر مجھ میں اور بت میں کیا فرق رہ جاتا۔ اللہ اکبر! جو پروردگار اتنا قدر دان ہو کیا ہمیں اس کی قدر دانی کرنی چاہئے یا نہیں کرنی چاہئے۔ (خطبات ۱۴/۳۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زہد و استغناء

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

حضرت صدیق اکبرؓ زہد و قناعت کے پیکر

ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی اہلیہ کے دل میں بڑی تمنا تھی کہ گھر میں کوئی سویٹ ڈش تیار کریں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا کہ کچھ پیسے دیں۔ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میرے پاس پیسے تو نہیں ہیں۔ ان کی اہلیہ نے سوچا کہ مجھے روزانہ کا تھوڑا تھوڑا خرچہ ملتا ہے۔ میں اس میں سے بچاتی رہتی ہوں۔ جب مناسب رقم جمع ہو جائے گی تو کوئی میٹھی چیز بنالوں گی۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن سویٹ ڈش بنائی۔ خود بھی کھائی اور سیدنا صدیق اکبرؓ کو بھی پیش کی، سیدنا صدیق اکبرؓ نے پوچھا' یہ پیسے کہاں سے آئے؟ کہنے لگیں' کہ آپ مجھے جو روزانہ کا خرچہ دیتے ہیں میں نے اس میں سے تھوڑا تھوڑا بچا کر کچھ پیسے اکٹھے کئے اور آج یہ سویٹ ڈش بنائی ہے۔ آپ نے فرمایا: بہت اچھا ثابت ہوا کہ یہ خرچہ ہماری ضرورت سے زائد ہے۔ لہٰذا آپ نے اتنی مقدار آئندہ ماہ بیت المال سے لینی بند کر دی۔

فاروق اعظمؓ زہد و قناعت کے رہبر

حضرت عمر فاروقؓ کی گزران بہت مشکل تھی۔ حضرت علیؓ اور چند دوسرے صحابہ کرام بھی تھے۔ انہوں نے مل کر مشورہ کیا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو بیت المال سے بہت کم مشاہرہ ملتا ہے۔ اسے بڑھانا چاہئے۔ سب نے مشورہ کر لیا کہ اتنا بڑھانا چاہئے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوا کہ امیر المومنین کو کون بتائے۔ اس کیلئے کوئی تیار نہ ہوا۔ مشورہ میں طے پایا کہ ہم ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس مشورہ سے آگاہ کر دیتے ہیں اور وہ اپنے والد محترم کو یہ بات بتا دیں گی۔ چنانچہ انہوں نے سیدہ حفصہؓ کو اپنا مشورہ بتا دیا۔ یہ بھی کہا کہ ہمارے ناموں کا علم امیر المومنین کو نہ ہو۔ ام المومنین سیدہ حفصہؓ نے ایک مرتبہ موقع پا کر امیر المومنین عمر فاروقؓ کو بتایا کہ ابا جان! کچھ حضرات نے یہ سوچا ہے کہ آپ کا مشاہرہ کچھ بڑھا دینا چاہئے۔ کیونکہ آپ کا وقت تنگی میں گزر رہا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا۔ یہ کس کس نے مشورہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں ان کا نام نہیں بتاؤں گی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ حفصہؓ! اگر تو مجھے نام بتا دیتی تو میں ان کو ایسی سزا دیتا کہ ان کے جسموں پر نشان پڑ جاتے کہ یہ لوگ مجھے دنیا کی لذتوں کی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں۔ اور پھر فرمایا حفصہؓ تو مجھے بتا کہ تیرے گھر میں نبی علیہ السلام کی

گزران کیسی تھی؟ سیدہ حفصہؓ نے جواب میں کہا کہ میرے آقا ﷺ کے پاس پہننے کیلئے ایک ہی جوڑا تھا۔ دوسرا جوڑا گیرو رنگ کا تھا۔ جو کبھی کسی لشکر کے آنے پر یا جمعہ کے دن پہنا کرتے تھے۔ کھجور کی چھال کا ایک تکیہ تھا۔ ایک کمبل تھا جسے سردیوں میں آدھا اوپر اور آدھا نیچے لے لیتے تھے اور گرمیوں میں چارتہہ کر کے نیچے بچھا لیتے تھے۔ میرے گھر میں کئی دنوں تک چولہے میں آگ بھی نہیں جلتی تھی۔ میں نے ایک مرتبہ گھی کے ڈبے کی تلچھٹ سے روٹی کو چپڑ دیا تو نبی علیہ السلام نے خود بھی اسے شوق سے کھایا اور دوسروں کو بھی شوق سے کھلایا۔

• یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا' حفصہؓ! نبی علیہ السلام نے ایک راستہ پر زندگی گزاری۔ ان کے بعد امیر المومنین صدیق اکبرؓ نے بھی اسی راستہ پر زندگی گزاری اور وہ اپنے محبوب ﷺ سے مل گئے ہیں۔ اگر میں بھی اسی راستہ پر چلوں گا تو پھر میں ان سے مل سکوں گا۔ اگر میرا راستہ بدل گیا تو منزل بھی بدل جائے گی۔ سبحان اللہ۔ ان حضرات کو یہ حقیقت سمجھ میں آ چکی تھی کہ یہ دنیاوی زندگی ختم ہونے والی ہے اس لیے وہ ضرورت کے بقدر دنیاوی نعمتیں حاصل کرتے تھے اور لذتوں کو آخرت پر چھوڑ دیتے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زہد و فاقہ

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ گھر میں موجود تھے۔ سیدہ فاطمہ تشریف لائیں۔ آقا ﷺ نے آپؓ سے پوچھا کہ کیسے آئیں؟ آپؓ نے اپنے دوپٹے کا ایک پلو کھولا' اس کے اندر آدھی روٹی تھی۔ آپؓ نے وہ روٹی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور کہا ابا جان! میں آپ کیلئے اپنی طرف سے تحفہ لائی ہوں۔ پوچھا' فاطمہؓ! کیا بات بنی ہے؟ عرض کیا' اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم کئی دنوں سے بھوکے تھے۔ حضرت علیؓ نے کچھ کام کیا۔ اور آٹا لے کر آئے۔ میں نے روٹیاں پکائیں۔ ایک حسنؓ نے کھائی' ایک حسینؓ نے کھائی ایک علی نے کھائی' ایک روٹی سائل کو دے دی اور ایک روٹی میرے لیے بچی تھی' ابا جان! جب میں روٹی کھا رہی تھی تو دل میں خیال آیا' فاطمہ! تم بیٹھی روٹی کھا رہی ہو' پتہ نہیں کہ تمہارے ابا حضور کو کچھ کھانے کو ملا یا نہیں ملا' اس لئے میں نے بقیہ آدھی روٹی کپڑے میں لپیٹی اور آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئی ہوں۔ ابا حضور! میں آپ کو یہ ہدیہ پیش کر رہی ہوں' اس کو قبول فرما لیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' فاطمہ! مجھے قسم

اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے آج تین گزر گئے تیرے باپ کے پیٹ میں کھانے کو کوئی لقمہ نہیں گیا

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی شانِ استغناء

ہمارے اکابرین پر ایسے ایسے واقعات پیش آئے کہ انہیں وقت کے بادشاہوں نے بڑی بڑی جاگیریں پیش کیں مگر انہوں نے اپنی ذات کیلئے کبھی قبول نہیں کیں۔ حضرت عمر ابن خطابؓ کے پوتے حضرت سالمؒ ایک مرتبہ حرم مکہ میں تشریف لائے۔ مطاف میں آپؒ کی ملاقات وقت کے بادشاہ ہشام بن عبدالملک سے ہوئی۔ ہشام نے سلام کے بعد عرض کیا' حضرت! کوئی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں تا کہ میں آپ کی کوئی خدمت کرسکوں۔ آپ نے فرمایا' ہشام مجھے بیت اللہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر غیر اللہ سے حاجت بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کیونکہ ادب الٰہی کا تقاضا ہے کہ یہاں فقط اسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے۔ ہشام لاجواب ہو گیا۔ قدرتاً جب آپ حرام شریف سے باہر نکلے تو ہشام بھی عین اسی وقت باہر نکلا۔ آپؒ کو دیکھ کر پھر وہ قریب آیا اور کہنے لگا' حضرت! اب فرمایئے کہ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا' ہشام' بتاؤ' میں تم سے کیا مانگوں۔ دین یا دنیا؟ ہشام جانتا تھا کہ دین کے میدان میں تو آپ کا شمار وقت کی اہم ترین بزرگ ہستیوں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا کہنے لگا۔ حضرت آپ مجھ سے دنیا مانگیں۔ آپؒ نے فوراً جواب دیا کہ دنیا تو میں نے کبھی دنیا کے بنانے والے سے بھی نہیں مانگی۔ بھلا تم سے کہاں مانگوں گا۔ یہ سنتے ہی ہشام کا چہرہ لٹک گیا اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

تختِ خلافت پر بھی زاہدانہ زندگی

حضرت عمر بن عبدالعزیز[1] رحمۃ اللہ علیہ وقت کے خلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی بیٹی کو آواز دی کہ بیٹی! میرے لیے پانی کا پیالہ لاؤ۔ کافی دیر گزر گئی مگر بیٹی نہ آئی۔ آپ نے پھر تختی سے بلایا۔ بیوی نے آ کر پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا' میں نے بیٹی سے کہا کہ پانی کا پیالہ لا' اتنی دیر ہو گئی ہے وہ ابھی تک پانی کا پیالہ لے کر نہیں آئی۔

---

[1] ۶۱ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی سن ۹۹ھ میں جب سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا اس وقت بادل نخواستہ خلافت کو قبول فرمایا ۲۵ رجب المرجب ۱۰۱ھ میں صرف ۳۹ یا ۴۰ سال کی عمر میں تقریباً دو سال پانچ ماہ خلیفہ رہے۔ (تاریخ ملت ص ۲۵۰/۱)

کتنی نافرمان بنتی چلی جا رہی ہے۔ بیوی فاطمہ نے کہا آپ کی بیٹی نافرمان نہیں اس نے جو کپڑا پہنا ہوا تھا (شلوار) وہ پھٹ گیا تھا وہ دوسرے کمرے میں اس شلوار کو اتار کر بیٹھی سی رہی ہے۔ اس کو سینے اور پہنے بغیر وہ کیسے آ سکتی ہے۔ وقت کا خلیفہ ہو اور اس کی بیٹی کے پاس پہننے کیلئے صرف ایک لباس ہو۔ یہ ان حکمرانوں کے امین ہونے کی دلیل ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ وہ خزانوں کی کنجیوں کے مالک تھے مگر ان کا غلط استعمال نہیں کیا کرتے تھے۔ شاہی ملنے کے باوجود انہوں نے فقیرانہ زندگی اختیار کی ہوئی تھی۔

بیٹے گورنر بن گئے......

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے گیارہ بیٹے تھے۔ آپ جب وفات پانے لگے تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا' عمر بن عبدالعزیز آپ نے اپنے بچوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ آپ نے کہا' وہ کیسے؟ اس نے کہا' آپ سے پہلے جو لوگ حکمران تھے انہوں نے تو اپنی اولادوں کیلئے اتنی جائیدادیں بنالیں' اتنے لاکھ درہم و دینار چھوڑے اور آپ نے اپنی اولاد کیلئے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ سن کر آپ کو اس وقت غصہ آیا اور چہرے پر سرخی ظاہر ہوئی۔ آپ نے فرمایا مجھے ذرا اٹھا کر بٹھا دو۔ چنانچہ آپ کو ٹیک لگا کر بٹھا دیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر میں نے اپنی اولاد کو نیکی سکھائی ہے تو میرے پروردگار کا وعدہ ہے ''وھو یتولی الصالحین'' کہ نیک لوگوں کا ولی خود پروردگار ہوتا ہے۔ میں اپنے بیٹوں کو اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اور اگر یہ نیک نہیں ہیں تو مجھے بھی پرواہ نہیں کہ ان کے ساتھ دنیا میں کیا ہوتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ تو وفات پا گئے مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا اسی طرح کی کوئی اور بزرگ شخصیت تھی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پہلے والے حکمران جنہوں نے اپنی اولادوں کیلئے لاکھوں درہم و دینار چھوڑے' ان کی اولاد کو دیکھا کہ وہ جامع مسجد کے دروازے پر بھیک مانگ رہی تھی اور میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں کو دیکھا کہ ان کے گیارہ بیٹے مختلف علاقوں کے گورنر بنے ہوئے تھے کیونکہ لوگوں کو ان سے بہتر بندہ ملتا کوئی نہیں تھا۔

اللہ ...... اللہ ...... اللہ

پوری سلطنت کی قیمت پیالہ بھر پانی کے سوا......

ایک مرتبہ سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ وقت کا بادشاہ ہارون الرشید اس وقت ان کے دربار میں موجود تھا۔ ہارون الرشید کو پیاس لگی اس نے اپنے خادم سے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ۔ خادم ایک گلاس میں ٹھنڈا پانی لے کر آیا۔ جب بادشاہ نے گلاس ہاتھ میں پکڑ لیا تو سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں کہا کہ بادشاہ سلامت! ذرا رک جایئے۔ وہ رک گیا' انہوں نے فرمایا: کہ آپ مجھے ایک بات بتایئے؟ جیسے آپ کو ابھی پیاس لگی ہے ایسے آپ کو پیاس لگے اور پوری دنیا میں اس پانی کے سوا کہیں اور پانی نہ ہو تو آپ یہ بتائیں کہ آپ اس پیالے کو کتنی قیمت میں خریدنے پر تیار ہو جائیں گے؟ ہارون الرشید نے کہا۔ میں تو آدھی سلطنت دے دوں گا۔ پھر سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر آپ یہ پانی پی لیں اور یہ آپ کے پیٹ میں چلا جائے' لیکن اندر جا کر آپ کا پیشاب بند ہو جائے اور پھر وہ نکل نہ پائے اور پوری دنیا میں صرف ایک ڈاکٹر یا حکیم ہو جو اسے نکال سکتا ہو تو بتایئے کہ اس کو نکالنے کی فیس کتنی دیں گے؟ سوچ کر ہارون الرشید نے کہا۔ بقیہ آدھی سلطنت بھی اس کو دے دوں گا۔ وہ کہنے لگے' بادشاہ سلامت! ذرا غور کرنا کہ آپ کی پوری سلطنت پانی کا ایک پیالہ پینے اور پیشاب بن کر نکلنے کے برابر ہے۔ اللہ اکبر

زاہد نے ہاتھ ہٹائے پاؤں بڑھائے

ایک بادشاہ کہیں جا رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ راستہ میں ایک فقیر لیٹا ہوا ہے اور اس نے بادشاہ کی طرف پاؤں پھیلائے ہوئے ہیں۔ بادشاہ حیران ہوا کہ ساری دنیا میری جی حضوری کرنے والی ہے' اور یہ عجیب آدمی کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے' اور میری طرف پاؤں پسارے ہوئے سویا ہوا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک آدمی سے کہا کہ اس کو کچھ پیسے دے دو۔ جب اس کے نوکر نے پیسے آگے بڑھائے' تو فقیر کہنے لگا' بادشاہ سلامت! جب سے میں نے آپ کی طرف سے ہاتھ ہٹائے ہیں' تب سے میں نے آپ کی طرف پاؤں پھیلائے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ۔ یہ ہیں زاہد لوگ جن کے دلوں میں دنیا کی محبت نہیں ہوتی۔

اللہ......اللہ......اللہ

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ استغناء

ہمارے مشائخ اللہ رب العزت کی یاد میں لگے رہتے تھے۔ان کی نظر میں انسان کی عظمت اس کے دین کی وجہ سے ہوتی تھی اور دنیا کی وجہ سے ان کے ہاں انسان کی عظمت نہیں ہوتی تھی۔خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں میں سے تھے۔وہ ایک فقیر آدمی تھے۔اللہ نے انہیں قبولیت تامہ عامہ دی تھی۔ان کی خانقاہ پر وقت کے امیر کبیر لوگ بھی آتے تھے۔ایک مرتبہ انہوں نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ آج ساری خانقاہ کی صفائی کرو۔ اس زمانہ میں چپس کے فرش تو نہیں ہوتے تھے۔بلکہ کچی مٹی ہوتی تھی۔ جمعہ کا دن تھا۔اس لئے کچھ لوگ نہانے دھونے میں لگ گئے اور کچھ خانقاہ کی صفائی کرنے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سر کے بال لمبے لمبے تھے۔ان کے سر میں کھجلی سی ہونے لگی۔سر میں کھجلی کبھی تو جوؤں کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی زیادہ دن نہ نہانے کی وجہ سے بھی خارش سی ہوتی ہے۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خارش سی محسوس ہوئی تو آپ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ ذرا میرے بالوں میں دیکھو کہ جوؤں کی وجہ سے خارش ہو رہی ہے یا کسی اور وجہ سے۔اس نے کہا' جی بہت اچھا۔اب حضرت بیٹھ گئے اور اس خادم نے جوئیں ڈھونڈنا شروع کر دیں۔باہر لوگوں نے جھاڑو دینا شروع کر دیا' خوب مٹی اڑنے لگی۔اللہ کی شان کہ عین اسی وقت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی ملاقات کیلئے پہنچ گیا۔جب مریدوں نے دیکھا کہ بادشاہ سلامت آ گئے ہیں تو وہ گھبرائے کہ یہاں تو مٹی اڑ رہی ہے۔چنانچہ ان میں سے ایک بھاگا کہ میں حضرت کو بادشاہ کے آنے کی اطلاع دے دوں۔اس نے اندر آ کر عجیب منظر دیکھا کہ حضرت تو سر جھکا کر بیٹھے ہیں اور ایک خادم آپ کے بالوں میں سے جوئیں تلاش کر رہا ہے۔ اس مرید نے خادم کو اشارہ کیا کہ وہ بادشاہ سلامت آ رہے ہیں۔جب اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ سلامت آ رہے ہیں تو وہ خادم بھی گھبرا سا گیا اور اسی حالت میں اس نے کہا حضرت! حضرت! حضرت نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو وہ پھر کہنے لگا۔حضرت! وہ بادشاہ سلامت آ رہے ہیں۔حضرت یہ سن کر فرمانے لگے' اوہو میں سمجھا کہ تیرے ہاتھ میں کوئی بڑی سی جوں آ گئی ہے۔اس سے اندازہ لگایئے کہ ان کے دل میں دنیا کی کیا حقیقت ہوتی تھی۔جب سلطان محمود غزنوی حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا تو حضرت بیٹھے

رہے۔ وہ خود آ کر حضرت سے ملا۔ اس نے ملنے کے بعد ایک تھیلی میں کچھ پیسے حضرت کو ہدیہ کے طور پر پیش کیے مگر حضرت نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے پھر تھیلی پیش کی، حضرت کے پاس اس وقت ایک خشک روٹی پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اس تھیلی کے بدلے میں وہ خشک روٹی پیش کی اور فرمایا! اسے کھایئے۔ اب اس نے روٹی کا لقمہ تو منہ میں ڈال لیا۔ لیکن خشک لقمہ اس کے گلے کے نیچے اتر نہیں رہا تھا۔ بلکہ وہ لقمہ اس کے گلے میں پھنس گیا۔ حضرت نے جب دیکھا کہ گلے میں لقمہ پھنس چکا ہے تو پوچھا کیا بات ہے۔ لقمہ نیچے اتر نہیں رہا؟ اس نے کہا جی ہاں نہیں اتر رہا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ کی یہ تھیلی بھی اسی طرح میرے گلے سے نیچے نہیں اتر رہی۔ سبحان اللہ ایسی نصیحت کی

شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا سے بے رغبتی

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ[1] کے متعلق کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سامان تجارت ایک جہاز میں آ رہا تھا۔ کسی نے آ کر بتایا کہ حضرت! اطلاع ملی ہے کہ وہ جہاز ڈوب گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا: الحمدللہ۔ تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کہ حضرت! وہ جہاز بچ کر کنارے لگ گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا الحمدللہ۔ ایک آدمی پوچھنے لگا۔ حضرت! ڈوبنے کی اطلاع ملی تو بھی الحمدللہ اور بچنے کی اطلاع ملی تو بھی الحمدللہ؟ حضرت نے فرمایا کہ جب ڈوبنے کی اطلاع ملی تو میں نے اپنے دل میں جھانکا تو اس میں اس کا غم نہیں تھا اس لئے میں نے کہا الحمدللہ اور جب بچنے کی اطلاع ملی تو میں نے دل میں جھانکا تو اس میں خوشی نہیں تھی، چنانچہ میں نے کہا الحمدللہ۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا زہد و ورع

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک شیخ مرزا مظہر جان جاناں کو وقت کے گورنر نے پیغام بھیجا کہ حضرت! آپ تشریف لایئے۔ آپ کی خانقاہ میں دور دراز سے لوگ فائدہ اٹھانے کیلئے آتے ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کیلئے زمین کا ایک بڑا ٹکڑا مختص کر دیا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب بھجوایا کہ اللہ رب العزت نے اس دنیا کو قلیل فرمایا۔

---

[1] آپ کی ولادت ۴۷۰ھ اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی آپ کا وطن ملک ایران میں واقع گیلان نامی بستی ہے باطنی علوم اپنے استاد ابو سعید مبارک بن علی سے حاصل کیے۔ آپ کا لقب غوث اعظم ہے پیران پیر دستگیر ہے۔

قل متاع الدنیا قلیل "آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کی متاع قلیل ہے۔ جس پوری دنیا کو اللہ تعالٰی نے قلیل کہا' اس قلیل میں سے تھوڑا سا حصہ آپ کے اختیار میں ہے۔ اس تھوڑے سے حصے میں سے آپ تھوڑا سا حصہ مجھے دینا چاہتے ہیں۔ تو اتنا تھوڑا لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔

نیم روز کی حکمرانی مچھر کے پر سے بھی کمتر......

ایک مرتبہ حاکم وقت نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک رقعہ لکھا کہ آپ لوگوں کو اللہ اللہ سکھاتے ہیں اور دور دراز سے آ کر لوگ آپ سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اس لئے میں نے خوش ہو کر آپ کو علاقہ نیمروز کا گورنر بنا دیا ہے۔ حضرت نے اسی رقعہ کی پشت پر اس کا ایسا جواب لکھ کر واپس بھیجا جو سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا: جب سے مجھے نیم شب کی حکمرانی ملی ہے تب سے میری نظروں میں نیمروز کی حکمرانی مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ سبحان اللہ

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا استغنائے قلبی

انسان جب استغنا کے کام کرتا ہے تو دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی مجھے محتاج سمجھ کر ہدیہ پیش کرے میرا دل اس کا ہدیہ قبول کرنے کو نہیں کرتا۔ البتہ سنت سمجھ کر پیش کرے تو میں اسے ضرور قبول کروں گا۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے آ کر آپ کو ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ یہ تو احسان چڑھا کر ہدیہ دے رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے انکار کر دیا۔ مگر وہ بھی پیچھے لگا رہا کہ حضرت! قبول کیجئے۔ حضرت! قبول کیجئے۔ حضرت نے دو چار دفعہ کے بعد اس کو سختی سے ڈانٹ دیا کہ نہیں' میں قبول نہیں کروں گا۔ جب اس نے دیکھا کہ چہرہ پر جلال ہے تو پیچھے ہٹ گیا۔ جب مسجد سے باہر نکلنے لگا تو اس کی نظر حضرت کے جوتوں پر پڑی' اس کے دل میں خیال آیا کہ حضرت جب باہر نکلیں گے تو جوتے تو پہنیں گے ہی سہی' چنانچہ اس نے وہ پیسے حضرت کے جوتوں میں رکھ دیئے۔ جب حضرت مسجد سے باہر نکلے اور پاؤں جوتے میں رکھا تو اس میں پیسے تھے۔ آپ نے دیکھا اور مسکرا کر فرمایا کہ یہ وہی پیسے ہیں جو وہ آدمی ہدیہ میں پیش کر رہا تھا۔ پہلے سنا کرتے تھے اور آج آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جو انسان دنیا کو ٹھوکر لگاتا ہے دنیا اس کے جوتوں میں آیا کرتی ہے۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حمیت وقناعت

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نواب صاحب بیعت ہو گئے۔ بڑے مال پیسے والے تھے۔ اس دور میں جب استاد کی تنخواہ پانچ روپے ماہانہ ہوا کرتی تھی اس نے حضرت کو ایک لاکھ روپے بھجوائے۔ حضرت نے اس کے خط کی تحریر سے محسوس کیا کہ یہ تو احسان جتلا کر پیش کر رہا ہے۔ حضرت نے منی آرڈر واپس کر دیا۔ جب منی آرڈر واپس گیا تو وہ سٹپٹا گیا۔ اس نے پھر خط لکھا کہنے لگا۔ حضرت! میں نے بیعت ہو کر آپ کو ایک لاکھ روپیہ ہدیہ پیش کیا۔ آپ کو ایسا مرید اور کہیں نہیں ملے گا۔ حضرت نے خط پڑھا اور جواب میں لکھا کہ اگر تجھ جیسا مرید نہیں ملے گا تو تجھے بھی مجھ جیسا پیر نہیں ملے گا۔ جو تیرے لاکھ روپے کو ٹھوکر مار دے۔

دنیا سے بے رغبتی اور اہل دنیا سے احتیاط

خواجہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ ہیں' آپ حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور شاہ عبدالغنی کے بھائی ہیں' شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ وہ محدث ہیں جو حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے استاد کہے جاتے ہیں' جن کا فیض آج دارالعلوم دیوبند کی وجہ سے پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔

انگریز کے دور حکومت میں خواجہ سعید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے ہجرت کر کے حجاز چلے گئے' کم وبیش سو آدمیوں کا قافلہ تھا' وہاں گئے تو بہت تنگی تھی' کسمپرسی کی حالت بنی ہوئی تھی' فاقے ہو رہے تھے' عورتیں بھی تھیں' بچے بھی تھے' اس دوران میں شاہ عبدالغنی جو علم کے آفتاب اور ماہتاب تھے ان کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ہم یہاں کے مقامی لوگوں سے رابطہ کریں اور ان کو اپنی حالت بتائیں تاکہ بچوں کیلئے کچھ انتظام ہو سکے' انہوں نے آ کر بھائی شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میرے دل میں اس طرح کا خیال آتا ہے' حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب جواب دیا' فرمایا میری حالت ایسی ہے کہ جیسے ایک روزہ دار نے

---

[1] آپ کی ولادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ بروز بدھ صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ ہوئی۔ ابتدائی تعلیم میرٹھ میں حاصل کی۔ اس کے بعد تھانہ بھون میں حضرت مولانا فتح محمد اور اپنے ماموں واجد علی سے علوم حاصل کئے اور اواخر ذیقعدہ ۱۲۳۹ھ میں دیوبند میں داخل ہو کر پانچ سال کی تعلیم کے بعد ۱۲۳۱ھ میں فراغت حاصل کی۔ حضرت حافظ ضامن شہید اور حضرت امداد اللہ سے فیض حاصل فرمایا' حضرت امداد اللہ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

روزہ رکھا ہوا ہے اور اس کے افطار کرنے میں چند منٹ باقی ہیں کیا آپ ایسے آدمی کو کسی وجہ سے روزہ توڑنے کا حکم دیں گے؟ چونکہ عالم تھے اس لیے علمی انداز میں بات کہی' وہ کہنے لگے کہ اگر اتنا تھوڑا سا وقت باقی ہے تو روزہ مکمل کرنے کا مشورہ دیا جائے گا' فرمایا: میرا یہی حال ہے کہ اس دنیا میں روزہ دار ہوں' اب افطار کا وقت قریب ہے اور میں اب اپنی دنیا کا روزہ توڑنا نہیں چاہتا۔ (خطبات ذوالفقار: ۳:۱۶۸)

ہارون الرشید کے لڑکے کا زہد و مجاہدہ

ہارون الرشید کا ایک بیٹا تھا' وہ ابتدائے جوانی سے ہی بڑا نیکوکار تھا' اور پرہیزگار تھا' اس کے دل میں آخرت کی تیاری کا غم لگ گیا تھا۔ وہ محل میں رہتے ہوئے بھی سادہ کپڑے پہنتا اور دستر خوان پر خشک روٹی بھگو کر کھا لیتا تھا' اس کو دنیا کی رنگینیوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا' گویا وہ ایک درویش آدمی تھا' اب لوگ باتیں بناتے کہ یہ پاگل ہو گیا ہے' ایک دن بادشاہ کو کچھ لوگوں نے بہت ہی زیادہ غصہ دلا دیا کہ آپ اس کا خیال نہیں کرتے اور اس کو سمجھاتے نہیں' لہٰذا آپ اس پر ذرا سختی کریں یہ سیدھا ہو جائے گا' اس نے بچے کو بلا کر کہا کہ تمہاری وجہ سے مجھے اپنے دوستوں میں ذلت اٹھانی پڑتی ہے' اس نے کہا ابا جان! اگر میری وجہ سے آپ کو ذلت اٹھانی پڑتی ہے تو مجھے آپ اجازت دیدیجئے' میں علم حاصل کرنے کیلئے پہلے بھی کہیں جانا ہی چاہ رہا تھا اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں چلا جاتا ہوں' بادشاہ نے غصے میں آ کر کہہ دیا کہ چلے جاؤ' چنانچہ اس نے تیاری کر لی' اب بادشاہ نے اپنی بیوی کو بتایا لیکن اس وقت پانی سر سے گزر چکا تھا' چنانچہ بچے نے کہا کہ اب تو میں نیت کر چکا ہوں لہٰذا اب میں نہیں رکوں گا۔ جب اس کی والدہ نے اس کا پختہ ارادہ دیکھا تو اس نے اسے ایک قرآن مجید دے دیا اور ایک انگوٹھی دے دی اور کہا' بیٹا! یہ دو چیزیں اپنے پاس رکھنا قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اگر تمہیں ضرورت پڑے تو انگوٹھی کو استعمال میں لے آنا' بچے نے وہ دونوں چیزیں اپنی والدہ سے لے لیں اور رخصت ہو گیا' وہ نوجوان اتنا خوبصورت تھا کہ لوگ اس کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے' اس کے سامنے دنیا کی سب نعمتیں موجود تھیں۔ اگر وہ چاہتا تو عیاشی میں اپنا وقت گزارتا' اگر وہ چاہتا تو محلات کی سہولت بھری زندگی گزارتا' مگر نہیں' اس کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت تھی' اس کے دل میں آخرت کا خوف تھا' اس کے دل میں طلب علم کا شوق تھا۔

اس نے کہا مجھے اس دنیاوی زندگی کی لذتیں نہیں لینی مجھے تو دائمی لذتیں حاصل کرنی ہیں لہٰذا وہ اپنے محل کو چھوڑ کر چل پڑا۔

یوں وقت کے شہزادوں نے علم طلب کرنے کیلئے محلات کی زندگی کو بھی لات ماردی۔
اب اگر ان طلباء میں سے کوئی کسی امیر باپ کا بیٹا ہو تو وہ بھی اس بات پر غرور نہ کرے کہ میں اتنے بڑے گھر کو چھوڑ کر آیا ہوں ارے! اس راستے پر تو وقت کے شہزادے بھی چٹائیوں پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطانی ہمیں کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت گزاشتت

اے دوست تو بادشاہ پر احسان نہ جتلا کہ تو اس کی خدمت کرتا ہے اس کی خدمت کرنے والے لاکھوں ہیں یہ بادشاہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے خدمت کیلئے قبول کر لیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رزق خداوندی اور جود وسخا

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

ایک چیونٹی کا سالانہ رزق کس قدر؟

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے۔ ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹی سے کہا۔ یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم "اے چیونٹیوں! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔ سلیمان علیہ السلام کا لشکر آ رہا ہے۔ کہیں تمہیں پاؤں میں مسل نہ دے۔ فتبسم ضاحکا من قولھا۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کی بات سنی تو مسکرائے۔ اس کو بلایا اور پوچھا۔ اے چیونٹی! تیری خوراک کتنی ہوتی ہے؟ اس نے کہا کہ ایک سال میں پانی کے چند قطرے اور گندم کے چند دانے۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا' اچھا میں تمہارا امتحان لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اسے ایک جگہ بند کر دیا اور گندم کے چند دانے اور چند قطرے پانی کے رکھ دیئے۔ سال کے بعد جب نکالا تو دیکھا کہ چیونٹی نے جتنا کہا تھا اس سے بھی تھوڑا کھایا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا' اے چیونٹی! تو مجھ سے مانگ جو کچھ مانگ سکتی ہے۔ ان کی سلطنت انسانوں پر تھی' حیوانوں پر تھی' چرندوں پر تھی' پرندوں پر تھی' جنوں پر تھی' خشکی کی مخلوق پر تھی' تری کی مخلوق پر تھی' کیا عجب سلطنت تھی۔ چیونٹی نے جواب دیا کہ اے سلیمان علیہ السلام اگر آپ کچھ دے سکتے ہیں۔ "زدنی رزقا وعمرا" "آپ میرا رزق بڑھا دیں اور میری عمر بڑھا دیں۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ تو میرے بس میں نہیں۔ یہ تو اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ وہی چاہتا ہے تو رزق بھی بڑھا دیتا ہے اور عمر بھی بڑھا دیتا ہے۔

رزقِ حلال کے انوارات

حضرت مولانا اصغر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں شاہ حسین احمد منے شاہ کے نام سے مشہور تھے۔ دیکھنے میں ان کا قد چھوٹا تھا۔ لیکن اللہ رب العزت کے ہاں ان کا قد بہت بڑا تھا۔ ان کی زندگی اقتصادی لحاظ سے بہت معمولی سی تھی۔ وہ گھاس کاٹ کر بیچتے تھے۔ اور روزانہ تھوڑے تھوڑے پیسے بچاتے رہتے۔ حتی کہ پورے سال میں اتنے پیسے بچ جاتے کہ وہ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کی دعوت کرتے تھے۔ اساتذہ فرماتے تھے کہ ہم سارا سال ان کی دعوت کے منتظر رہتے کیونکہ ہم جس دن ان کے گھر سے کھانا کھا لیتے اس کے بعد چالیس دن تک ہماری نماز کی حضوری میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ سبحان اللہ! اتنا حلال اور پاکیزہ مال تھا۔

عابد کے یقین سے روشن ہے سادات کا ۔۔۔ نسل
آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سات بادام پر گزر بسر

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ[1] نے ایسی ذہانت پائی تھی کہ آپ کو لاکھوں حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ دن میں کتنا کھاتے ہیں۔ تو فرمانے لگے کہ میں آج کل سات بادام کھا کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتا ہوں اور میرا پورا دن اسی پر گزر جاتا ہے۔ اللہ اکبر!!! جتنے لوگوں کا کیو لیول اچھا ہوتا ہے یہ سب وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر چربی (fat) تھوڑی ہوتی ہے اور ان کے جسم بہت اچھے ہوتے ہیں۔

بند پتھر میں روزی کا انتظام

ہمارے ایک دوست سیر کیلئے سوات تشریف لے گئے۔ بیوی بچے بھی ساتھ تھے۔ ایک پہاڑ پر انہوں نے ایک خوبصورت اور گول شکل کا چمکدار پتھر دیکھا۔ انہوں نے اٹھا کر دیکھا تو بہت ہی شفاف اور ملائم تھا۔ رنگ بھی بہت خوبصورت تھا۔ بچوں نے اصرار کیا کہ وہ پتھر گھر لے چلیں۔ والد نے بھی سوچا کہ چلو ڈیکوریشن کے کام آئے گا۔ سفر کی یادگار سہی۔ لے ہی چلتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ پتھر لا کر گھر میں سجا دیا۔ دو سال بعد وہی صاحب ایک دن اس پتھر کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے۔ یا اللہ! تو نے یہ کیسا خوبصورت پتھر بنا دیا ہے۔ اسی دوران میں وہ پتھر ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ نیچے فرش پر گرتے ہی ٹوٹ گیا۔ ایک لمحہ کیلئے انہیں افسوس تو ہوا مگر ساتھ ہی یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ پتھر کے عین درمیان میں ایک سوراخ تھا جس میں سے ایک کیڑا نکلا اور چلنے لگا۔ اب بتائیں کہ بند پتھروں میں کیڑوں کو کون روزی دیتا ہے؟

---

[1] آپ کی کنیت عبداللہ ہے نام نامی محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بعد نماز جمعہ بمطابق ۸۱۰ء میں ہوئی آپ کا وطن بخارا ہے جو روس میں تاجکستان کے قریب ہے اسی طرف منسوب ہو کر بخاری کہلاتے ہیں۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ بہت ہی قلیل الاکل تھے۔ آپ کا حافظہ بے مثال تھا۔ بچپن ہی میں احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے کا شوق و ذوق تھا۔ والد ماجد کی میراث کو راہ خدا میں صدقہ کر دیا۔ بچپن میں نابینا تھے مگر والدہ محترمہ کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بشارت دی کہ آپ کے فرزند کو آپ کی آہ و زاری کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے روشنی عطا کر دی ہے۔ آپ کی وفات مختلف اقوال کے مطابق ۶۲ سال کی عمر میں عید الفطر کی رات ۲۵۶ھ میں ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد قبر مبارک سے کئی دن خوشبو آتی تھی۔

یقیناً اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔پس سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

رزقِ حلال کے متلاشی وکیل کی سبق آموز داستان

اب میں آپ کو ایسا واقعہ سناتا ہوں جس سے ساری بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی۔ ہمارے ایک دوست وکالت کا کام کرتے تھے۔ وکالت ایک ایسا پیشہ ہے کہ جہاں پر دنیا بھر کے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ ایک شاعر نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

پیدا ہوئے وکیل تو شیطان نے کہا
لو آج ہم بھی صاحب اولاد ہو گئے

تعریف یقین کیجئے کہ انہوں نے وکالت کا کام بھی جاری رکھا اور اپنی زندگی کا رخ بھی بدل لیا۔ ان کی بیوی لیڈی ڈاکٹر تھی۔ جب وکیل صاحب کی اہل اللہ سے نسبت ہوئی تو اللہ نے دل کی حالت بدل دی۔ کہنے لگے مجھے آج کے بعد جھوٹ نہیں بولنا ہے۔ میرا اللہ مجھے سچ بولنے پر روزی دے گا۔ لوگوں نے کہا' آپ کا دماغ ٹھیک تو ہے؟ سچ بولنے سے وکالت نہیں چلے گی۔ انہوں نے کہا چلے گی یا نہیں چلے گی' مگر سچ ضرور چلے گا۔ اب تو میں نے دل میں فیصلہ کر لیا ہے۔ چنانچہ وکیل ایک دن دفتر آئے اور کہنے لگے کہ مجھے آج صرف وہ مقدمے لینے ہیں جو سچے ہوں گے۔ لوگوں سے کہہ دیا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو مجھے بھی بتا دیں ورنہ سماعت کے دوران اگر مجھے پتہ چل گیا تو میں آپ کی مخالفت کروں گا۔ اگر سچ ہو گا تو ڈٹ کر آپ کی حمایت کروں گا۔ لوگوں نے کہا' اللہ کی پناہ! چنانچہ سب کے سب دوسرے وکلاء کے پاس چلے گئے۔ وکیل صاحب کا دفتر خالی' سارا دن کوئی کام نہیں آ رہا۔ اسی حالت میں کئی مہینے گزر گئے۔ لوگوں میں چرچا ہونے لگ گیا۔ کسی نے مجنون کہا' کسی نے پاگل کہا' کسی نے بے وقوف کہا' کسی نے کہا مولویوں نے اس کی مت ماردی ہے۔ اچھا خاصہ وکیل تھا انہوں نے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

وہ اللہ کا بندہ پکا اور سچا تھا۔ کہتا تھا کہ مجھے جھوٹ بول کر روزی نہیں لینی۔ اللہ کی ذات مجھے سچ بولنے پر ہی روزی دے گی۔ ایک سال گزر گیا مگر کوئی کام نہ آیا۔ چونکہ بیوی لیڈی ڈاکٹر تھی اس کی تنخواہ سے گھر کا خرچہ چلتا رہا۔ بیوی بہت سمجھ دار تھی۔ ایک دن وکیل صاحب سے کہنے لگی۔ جب آپ جھوٹ بولنا چھوڑ چکے ہیں تو آپ وکالت کو خیر باد کہیں اور تجارت کا

پیشہ اختیار کر لیں۔ آپ سچ بولیں۔ اللہ اسی میں برکت دے گا۔ وکیل صاحب نے کہا نہیں۔ بولنا بھی سچ ہے اور کرنی بھی وکالت ہے۔ بیوی نے کہا اچھی بات ہے۔ میری دعائیں اور میرا تعاون آپ کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائے۔ وکیل صاحب ایک سال تک گھر سے دفتر آتے اور سارا دن پنکھے کے نیچے بیٹھ کر اخبار پڑھتے اور گھر واپس چلے جاتے۔ ایک دفعہ ججوں کے سامنے چرچا ہو گیا کہ فلاں وکیل جھوٹے مقدمے نہیں لیتا۔ غربت برداشت کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ مر جاؤں گا مگر سچ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ سب جج صاحبان اس بات سے بہت متاثر ہوئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی عزت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ وہ کہنے لگے کہ ایک سال امتحان کا تھا۔

دوسرا سال شروع ہوا تو تبلیغی جماعت والے، تصوف وسلوک والے، مدرسوں والے لوگوں نے سوچا کہ یار فلاں وکیل سچے مقدمے لیتا ہے۔ ہمارے مقدمے سچے ہیں۔ پیسے ہمارے پلے نہیں۔ تھوڑا بہت دے دیں گے ان کا بھی گزارا ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ آنے شروع ہو گئے۔ جو بھی آتا سچا مقدمہ لے کر آتا۔ وکیل صاحب مقدمہ لے کر عدالت میں جاتے اور ان کے حق میں فیصلہ ہو جاتا۔ تیسرا مقدمہ آیا۔ ان کے حق میں فیصلہ ہوا۔ چند دن گزرے تو جج صاحبان آپس میں ملے اور کہنے لگے کہ یہ وکیل جو بھی مقدمے لاتا ہے وہ سچے ہوتے ہیں۔ اس لیے اب اس سے زیادہ سوال ہی نہ کیا کرو۔ چنانچہ وکیل صاحب مقدمے لے کر جاتے تو چند منٹ کے اندر اندر ان کے حق میں فیصلہ ہو جاتا۔ بڑے بڑے امیروں نے سوچا کہ ہمارے مقدمے سچے ہی ہیں تو پھر کیوں نہ ہم مقدمہ اسی کو دیں۔ جب وہ آنا شروع ہوئی تو پیسے بھی زیادہ ملتے گئے۔ جب وکیل صاحب جھوٹ بولتے تھے تو ایک مہینے میں بیس ہزار روپیہ کماتے تھے اور جب سچ بولنا شروع کیا تو ایک ماہ میں چالیس ہزار روپیہ کمانے لگے۔

سچ بولنے پر اللہ نے دوگنا رزق دے دیا۔ ابھی کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ چند وکیلوں کا جج بننے کیلئے امتحان ہوا تو ہمارے اس وکیل دوست کو کامیابی ہوئی اور وہ جج بن گئے۔ ایک وقت تھا کہ وہی آدمی ایک وکیل کی جگہ کھڑے ہو کر جھوٹ بولتا تھا' جب سچ بولنا شروع کیا تو اللہ نے اس کو عدالت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ پہلے وہ کھڑا سر سر کر رہا ہوتا تھا۔ اب اللہ نے عدالت کی کرسی (Chair) پر بٹھا دیا۔ اب وہاں پر بیٹھ کر حکم نامے (Order) جاری کرتا ہے۔

میرے دوستو! یہ بات ثابت ہوئی کہ جو سچ بولے گا' اللہ اسے فرش سے اٹھا کر عرش پہ بٹھا دے گا۔ میرے دوستو یقین بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ پر توکل نصیب ہوجائے تو نہ زمینوں کے جھگڑے باقی رہیں گے نہ دفتروں میں رشوت رہے گی' نہ دکانوں میں ملاوٹ رہے گی' نہ جھوٹ بول کر کمانا رہے گا' نہ دھوکے سے کمانا رہے گا۔ یہ چیزیں تو خود بخود automatically ختم ہوجائیں گی۔

میرے دوستو! ہم تمام چیزوں سے اپنی نگاہوں کو ہٹا کر ایک اللہ کی ذات پر لگالیں۔ آج ماں سے پوچھیں کہ تمہارا بیٹا کیا بنے گا؟ کہتی ہے' جی ڈاکٹر بنے گا' انجینئر بنے گا' پائلٹ بنے گا۔ ہے کوئی ماں جو یہ کہے کہ میرا بیٹا مفسر بنے گا' محدث بنے گا' میرا بیٹا دین کا مجاہد بنے گا؟ میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کان کھول کر سننا' پھر نہ کہنا کہ کسی نے کوئی بات سمجھائی نہیں تھی۔ منبر رسول پر بیٹھا ہوں' اللہ کی کتاب میرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے گھر میں بیٹھا ہوں۔ مجھے ایک بات بتائیں آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی آدمی جو عالم باعمل ہو اور وہ بھوکا پیاسا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا ہو؟ جب کہ پی ایچ ڈی کرنے والے' انجینئر تنگ کرنے والے' کئی ایسے ہیں جن کو بھوکے پیاسے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ ہمارا بیٹا عالم بنے گا۔ اللہ رب العزت وہاں سے رزق دیں گے جہاں سے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو رزق دیا کرتے تھے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اس کیلئے کافی ہوجاتا ہے)

مچھلیاں سائز میں کار کے برابر

آپ دیکھئے بیرون ملک جانے والا ہوائی جہاز اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس کے اندر پانچ سو مسافر آجاتے ہیں۔ پھر وہ اتنا اونچا اڑ رہا ہوتا ہے کہ جب ہم اسے دیکھتے ہیں تو ایک پرندے کی طرح نظر آتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ پیرس سے پرواز کی۔ کسی دوسرے ملک جانا تھا۔ راستے میں سمندر پڑتا تھا۔ تو جہاز میں بیٹھے ہوئے میں نے نیچے سمندر میں دیکھا تو مجھے مچھلیاں ٹیوٹا کرولا کار کے برابر نظر آئیں۔ یعنی میں ہوائی جہاز میں بیٹھا ہوں اور مجھے سمندر میں تیرتی ہوئی مچھلیاں ٹیوٹا کرولا کار کے برابر نظر آتی ہیں۔ تو میں حیران ہوا کہ زمین سے اگر اس ہوائی جہاز کو دیکھتا ہوں تو پرندے کے برابر نظر آتا ہے۔ تو یہ کتنی بڑی مچھلیاں ہونگی جو جہاز سے بیٹھے

ہوئے کار کے برابر نظر آ رہی ہیں۔ واقعی وہیل مچھلی اور شارک مچھلی بہت بڑی ہوتی ہیں۔ اب سوچئے کہ سلیمان علیہ السلام کے جنوں نے اس مچھلی کو ساری خوراک ڈال دی تو بھی اس مچھلی کا منہ کھلا رہا۔ سلیمان علیہ السلام حیران ہوئے کہ یا اللہ وہ سارا کھانا ختم ہوگیا۔ مچھلی سے پوچھا! تو نے اتنا کھایا۔ وہ کہنے لگی میں اس پاک پروردگار کی تعریف کرتی ہوں۔ اے اللہ کے پیارے نبی جتنا لقمہ آپ نے مجھے کھلایا اللہ تعالیٰ اس سے تین گناہ بڑا لقمہ روزانہ کھلایا کرتے ہیں۔ اللہ اکبر

قرآن وحدیث میں طب کے رہنما اصول

ہارون الرشید کا زمانہ تھا۔ بادشاہ کے پاس ایک عیسائی پادری آیا جو بڑا اچھا معالج اور حکیم بھی تھا۔ اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اسے موقع دیا گیا۔ اس نے کہا کہ میں دین کا علم بھی رکھتا ہوں اور حکمت کا علم بھی جانتا ہوں۔ آپ سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں تمام اصول زندگی موجود ہیں۔ کیا قرآن مجید میں انسان کی صحت کے متعلق بھی کوئی اصول بتایا گیا ہے۔ ہارون الرشید نے اپنے پاس موجود علماء سے کہا کہ آپ اس کے سوال کا جواب دیں۔ چنانچہ ایک عالم "علی بن حسین" کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا جی ہمیں قرآن مجید میں جسمانی صحت کے بارے میں ایک Golden Rule (سنہری اصول) بتایا گیا ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ گولڈن رول کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كلوا واشربوا ولا تسرفوا (الاعراف ۳۱)

تم کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔ یعنی Over eating (بسیار خوری) نہ کرو۔ بلکہ جتنی ضرورت ہے اتنا کھایئے اور پھر اللہ کے گیت گایئے۔ یہ Over eating (زیادہ کھانے) سے منع کیا گیا ہے یا یہ بہترین اصول ہے کہ اگر انسان اس پر عمل کرے تو اس کو زندگی میں بیماریاں آنے کے Chances بہت کم ہو جاتے ہیں۔

وہ حکیم یہ سن کر کہنے لگا کہ میں حکیم ہوں اور میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ایک بہترین اصول ہے۔ اس نے پھر کہا کیا تمہارے نبی علیہ السلام نے بھی روحانی تعلیمات کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کے بارے میں بھی کوئی اصول بتایا ہے کہ آدمی اپنے جسم کا خیال کیسے رکھ

سکتا ہے؟ وہ عالم کہنے لگے۔ جی ہاں! اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ نے ہمیں جسمانی صحت کے بارے میں بھی بڑا اصول اصول بتا دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حدیث پاک بیان کی جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

''معدہ تمام بیماریوں کی بنیاد ہے' تم جسم کو وہ دو جس کی اس کو ضرورت ہے اور پرہیز علاج سے بہتر ہے۔'' جب عیسائی حکیم نے علی بن حسین کی زبان سے قرآن و حدیث میں موجود طب کے یہ رہنما اصول سنے تو وہ کہنے لگا۔ تمہاری کتاب اور تمہارے رسول ﷺ نے جالینوس کیلئے کوئی طب نہیں چھوڑی۔ اللہ اکبر

علاج سے اگر چپاتی کھا سکوں تو ایک کروڑ کا انعام

اخبار میں ایک دفعہ پڑھا کہ فلاں فلاں ملک کا آدمی ہے جو کروڑپتی ہے۔ اس نے اخبار میں اشتہار دیا ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر میرا علاج کر دے حتی کہ میں ایک چپاتی کھانے کے قابل ہو جاؤں تو میں اس کو اتنے اتنے کروڑ روپیہ دوں گا۔ کروڑوں روپیہ خرچ کرنے کو تیار ہے لیکن صحت ساتھ نہیں دیتی کہ ایک دن میں ایک روٹی کھانے کے قابل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحت دی ہے کہ ہم اپنی ضرورت کے مطابق کھاتے پیتے ہیں۔ یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے ہم سوچیں کہ کیا ہم نے اس کی بندگی کا حق ادا کیا یا نہیں کیا۔

بسیار خوری کے واقعات

﴿۱﴾...... ۱۹۷۴ء میں مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں جیل بھرو تحریک چلائی تھی' جس کے نتیجے میں حکومت نے مرزائیوں کو کافر قرار دیا تھا۔ لوگ خود گرفتاریاں پیش کرتے تھے' مسجدوں میں بریلوی' دیوبندی' اہل حدیث اور شیعہ حضرات اکٹھے ہو جاتے تھے اور سب علماء ختم نبوت کے عنوان پر تقریریں کرتے تھے' تقریریں کرنے کے بعد پندرہ بیس نوجوان جو گرفتاریاں پیش کرنے کیلئے تیار ہو جاتے تھے' وہ گلے میں پھولوں کے ہار ڈال لیتے' جلوس نکالا جاتا اور وہ نوجوان جلوس کے آگے آگے ہوتے اور خوب نعرے لگتے تھے' اور پولیس اسی جلوس کے آگے آگے چل رہی ہوتی تھی۔ جہاں جلوس ختم ہوتا وہاں پولیس ہار پہننے والے لوگوں کو گاڑی میں بٹھا کر جیل لے جاتی تھی اور باقی لوگ گھروں کو چلے جاتے تھے' یہ روز کا معمول تھا۔ یہ لوگ اخلاقی مجرم تو تھے نہیں' یہ تو شرفاء تھے۔ ان میں جہاں علماء حفاظ اور قراء

حضرات ہوتے تھے۔ وہاں دنیا کے پڑھے لکھے نوجوان بھی ختم نبوت کے جذبے سے سرشار گرفتاریاں پیش کرتے تھے۔ یہ بات پولیس والے بھی جانتی تھی اس لیے وہ ان کے ساتھ بدتمیزی نہیں کرتی تھی۔ وہ ان کو گاڑیوں میں بٹھا کر لے جاتی اور ان کو جیل میں لے جا کر چھوڑ دیتی تھی۔ بس فرق اتنا تھا کہ وہ باہر کی بجائے جیل کے گیٹ کے اندر ہوتے تھے۔ جیل کے اندر مسجد بنی ہوئی تھی وہ مسجد میں نماز بھی پڑھتے اور ادھر ادھر گھومتے پھرتے بھی تھے۔

اسی دوران ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرحمٰن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال آیا کہ میں بھی گرفتاری پیش کروں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب بہت ہی دلیر اور جی دار بندے تھے۔ اللہ ایسا نیک بیٹا ہر ایک کو دے۔ ایک دن حضرت نے بھی گرفتاری پیش کر دی۔ پولیس نے ان کو جیل میں پہنچا دیا۔ گرفتاریاں پیش کرنے والے جو نمایاں اور خاص بندے ہوتے تھے ان کو پولیس اسی شہر میں نہیں رکھتی تھی بلکہ انہیں کسی دوسرے شہر میں بھیج دیتی تھی۔ چنانچہ پولیس نے انہیں چکوال جیل میں رکھنے کی بجائے جہلم بھیج دیا۔ اس وقت وہ ضلع کا صدر مقام تھا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ راولپنڈی سے ایک بزرگ حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ بھی گرفتار ہو کر جہلم جیل میں آئے ہوئے تھے۔ وہ شیخ القرآن کے نام سے مشہور تھے۔ جیل سپرنٹنڈنٹ نے سوچا کہ مولانا صاحب عالم ہیں اور ان کے ہزاروں شاگرد ہیں اور صاحبزادہ صاحب پیر کے بیٹے ہیں اور ان کے بھی ہزاروں مرید ہیں' اس لیے ان دونوں کو ایک ہی کمرے میں رکھنا چاہیے' چنانچہ اس نے ان دونوں حضرات کیلئے ایک کمرہ مخصوص کر دیا۔

دن میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ ان کی ملاقات کیلئے روزانہ پہنچے ہوتے تھے۔ مزے کی بات یہ کہ جو بھی ملاقات کیلئے آتا تو کوئی مٹھائی کا ڈبہ لاتا' کوئی بسکٹ لاتا اور کوئی کھانے کی کوئی اور چیز لاتا۔ ان دونوں کے پاس کھانے پینے کی چیزوں کا ڈھیر لگ جاتا تھا۔ انہوں نے پروگرام بنایا کہ یہاں اتنے لوگ آئے ہوئے ہیں' اگر ہم روزانہ چائے بنا لیا کریں اور اس مٹھائی اور بسکٹ وغیرہ سے ان کو ناشتہ کروا دیا کریں تو روز بروز نکلتا بھی رہے گا اور مہمان نوازی بھی ہوتی رہے گی۔ چنانچہ یہ روزانہ کا معمول بن گیا۔

حضرت قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دن ہم آ کر بیٹھے تو بات چیت کی کہ ہم

نے کل کیلئے فلاں بندے کو بھی دعوت دی ہے اور فلاں کو بھی' چکوال کا ایک آدمی تھا۔ اس کا نام مولا بخش تھا۔ وہ بھی ختم نبوت کے شوق میں جیل آیا ہوا تھا' مولانا غلام اللہ خان نے فرمایا کہ میں نے مولا بخش کو بھی دعوت دی ہے' حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں نے سنا کہ مولا بخش کو بھی دعوت دے دی ہے تو میں بہت ہی پریشان ہوا۔ مولانا صاحب نے فرمایا' تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا' کیا آپ نے واقعی مولا بخش کو دعوت دی ہے۔ فرمایا کہ ہاں' میں نے اس کو بھی دعوت دے دی ہے' میں نے کہا' پھر تو دوسروں کیلئے کھانا کم پڑ جائے گا۔

انہوں نے فرمایا: ہم فجر کی نماز پڑھ کر پہلے مولا بخش کو بلا لیں گے اور سب کچھ اس کے سامنے رکھ دیں گے۔ وہ جتنا چاہے گا کھا لے گا اور جو بچے گا' اس کے حساب سے اور مہمانوں کو بلا لیں گے۔ میں نے کہا ہاں یہ تجویز ٹھیک ہے۔

حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے حساب لگایا تو میرے پاس دس کلو مٹھائی پڑی تھی۔ میں نے دل میں سوچا کہ کوئی ایک پاؤ مٹھائی بھی مشکل سے کھائی جاتی ہے' فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس فوجیوں والے بڑے بڑے مگ تھے جن میں تین کپ چائے آ سکتی تھی۔ میں نے پانی کے چالیس مگ ڈالے اور اوپر سے دودھ ڈالا اور چائے بنائی' اندازہ تھا کہ ہر آدمی ایک مگ چائے پئے گا اور ایک پاؤ مٹھائی کھائے گا' فرماتے ہیں کہ میں نے تہجد کے بعد انتظام کر دیا تھا اور اس کے بعد نماز پڑھنے چلا گیا۔

نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا اور درس قرآن کے بعد مولا بخش آ گیا۔ ہم نے اس کو دستر خوان پر بٹھایا۔ کہتے ہیں کہ ہم اس کے سامنے مٹھائی کا ایک ایک ڈبہ کھول کر دستر خوان پر رکھتے رہے اور فوجیوں والا مگ بھی چائے سے بھر بھر کر دیتے رہے۔ وہ باتیں بھی کرتا رہا اور ادھر سے مٹھائی بھی کھاتا رہا اور چائے بھی پیتا رہا۔ حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو کہ اللہ کے اس بندے نے دس کلو مٹھائی کھائی اور چالیس مگ چائے پی۔

جب اس نے سب کچھ کھا پی لیا تو پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ ادھر ادھر اس لیے دیکھ رہا تھا کہ سب کچھ خیر خیریت سے سمٹ گیا ہے یا نہیں۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ یہاں سب کچھ سمٹ گیا ہے تو وہ مولانا صاحب سے کہنے لگا' اچھا مولانا! اب آپ مجھے اجازت دیجئے میں اب یہاں سے جاتا ہوں' حضرت نے فرمایا۔ بھئی! آپ بیٹھیں اور ہمارے ساتھ باتیں

کریں۔ وہ کہنے لگا' نہیں حضرت! اب آپ اجازت دیں۔ جب اس نے واپسی کا اصرار کیا تو مولانا غلام اللہ خان صاحب سمجھے کہ اب اس کو پیٹ میں مروڑ اٹھ رہا ہے اس لیے اب یہ بھاگنا چاہتا ہے' چنانچہ مولانا صاحب نے اسے کہا' یار تمہیں کیا جلدی ہے؟ اتنا جلدی کیوں جانا چاہتے ہو؟ وہ کہنے لگا۔

"مولانا اصل وجہ یہ ہے کہ میرا ناشتہ چودھری ظہور الٰہی کی طرف ہے" ایک دفعہ وہ ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آیا تو حضرت نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا "او مولا بخشا! روٹی تیں نئیں پیا کھاندا روٹی تیں پئی کھاندی اے" (اے مولا بخش تو روٹی نہیں کھا رہا بلکہ روٹی تجھے کھا رہی ہے) (خطبات ذوالفقار: ۱۷۶،۱۷۹/۱۰)

مہمان سے پہلے رزق و برکت کی آمد

اسی شہر میں ایک حکیم انصاری صاحب تھے وہ وفات پا چکے ہیں' ہم سکول جایا کرتے تھے تو راستے میں ان کی دکان آتی تھی' اس وقت ان کے سفید بال تھے' ان کا تعلق بھی مسکین پور شریف میں سلسلہ نقشبندیہ سے ملا تھا' جب ہمارا بھی اس سلسلہ کے ساتھ غلامی کا تعلق ہوا تو ہم بھی ان سے دعائیں لینے کیلئے عقیدت و احترام کے ساتھ ان کے پاس جاتے تھے۔

انہوں نے ایک واقعہ سنایا اور فرمایا کہ میں اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہوں' واقعہ یوں ہے کہ اس شہر سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں ایک صاحب کی اپنی بیوی کے ساتھ کچھ ان بن ہوگئی' ابھی جھگڑا ختم نہیں ہوا تھا کہ اسی اثناء میں ان کا مہمان آگیا' خاوند نے اسے بیٹھک میں بٹھا دیا اور بیوی سے کہا کہ فلاں رشتہ دار مہمان آیا ہے اس کیلئے کھانا بناؤ' وہ غصے میں تھی' کہنے لگی تمہارے لئے کھانا ہے نہ تمہارے مہمان کیلئے' وہ بڑا پریشان ہوا کہ لڑائی تو ہماری اپنی ہے' اگر رشتہ دار کو پتہ چل گیا تو خواہ مخواہ کی باتیں ہونگی۔ لہٰذا خاموشی سے آکر مہمان کے پاس بیٹھ گیا۔

اتنے میں اسے خیال آیا کہ چلو بیوی اگر روٹی نہیں پکاتی تو سامنے والے ہمارے ہمسائے بہت اچھے ہیں' خاندان والی بات ہے' میں انہیں ایک مہمان کا کھانا پکانے کیلئے کہہ دیتا ہوں' چنانچہ وہ ان کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی کی طبیعت خراب ہے (اب یہ کیسے کہتا کہ نیت خراب ہے) لہٰذا آپ ہمارے مہمان کیلئے کھانا بنا دیجئے' انہوں نے کہا' بہت

اچھا' جتنے آدمیوں کا کہیں کھانا بنا دیتے ہیں' وہ مطمئن ہو کر مہمان کے پاس آ کر بیٹھ گیا کہ مہمان کو کم از کم کھانا تو مل جائے گا جس سے عزت بھی بچ جائے گی۔

تھوڑی دیر کے بعد مہمان نے کہا کہ ذرا ٹھنڈا پانی تو لا دیجئے' وہ اٹھا کہ گھڑے کا ٹھنڈا پانی لاتا ہوں' اندر گیا تو دیکھا کہ بیوی صاحبہ تو زار و قطار رو رہی تھی' وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ شیرنی اور اس کے آنسو' کہنے لگا' کیا بات ہے؟ اس نے پہلے سے بھی زیادہ رونا شروع کر دیا' کہنے لگی' بس مجھے معاف کر دیں' وہ بھی سمجھ گیا کہ کوئی وجہ ضرور بنی ہے' اس بیچارے نے دل میں سوچا ہوگا کہ میرے بھی نصیب جاگ گئے ہیں' کہنے لگا کہ بتاؤ تو سہی کہ کیوں رو رہی ہو؟ اس نے کہا کہ پہلے آپ مجھے معاف کر دیں پھر میں آپ کو بات سناؤں گی' خیر اس نے کہہ دیا کہ جو لڑائی جھگڑا ہوا ہے میں نے وہ دل سے نکال دیا ہے اور آپ کو معاف کر دیا ہے' کہنے لگی کہ جب آپ نے آ کر مہمان کے بارے میں بتایا اور میں نے کہہ دیا کہ نہ تمہارے لئے کچھ پکے گا اور نہ مہمان کیلئے' چلو چھٹی کرو' تو آپ چلے گئے مگر میں نے دل میں سوچا کہ لڑائی تو میری اور آپ کی ہے' اور یہ مہمان رشتہ دار ہے' ہمیں اس کے سامنے تو یہ پول نہیں کھولنا چاہئے' چنانچہ میں اٹھی کہ کھانا بناتی ہوں' جب میں کچن (باورچی خانہ) میں گئی تو میں نے دیکھا کہ جس بوری میں ہمارا آٹا پڑا ہوتا ہے' ایک سفید ریش آدمی اس بوری میں سے کچھ آٹا نکال رہا ہے' میں یہ منظر دیکھ کر سہم گئی' وہ مجھے کہنے لگا' اے خاتون! پریشان نہ ہو یہ تمہارے مہمان کا حصہ تھا جو تمہارے آٹے میں شامل تھا۔ اب چونکہ یہ ہمسائے کے گھر میں پکنا ہے اس لیے میں وہی آٹا لینے کیلئے آیا ہوں جی ہاں! مہمان بعد میں آتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اس کا رزق پہلے بھیج دیتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ۲/۲۱۸)

رزق کا انتظام دشمن کے محل میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرعون کو نجومیوں نے بتا دیا تھا کہ تمہاری مملکت میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو تمہارے تخت و تاج کو چھین لے گا' اس نے کہا' اچھا! میں اس کا بندوبست کرتا ہوں' آئندہ دو سال تک وہ بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرواتا رہا' جو بچہ پیدا ہوتا اسے ذبح کروا دیتا' مردوں کے الگ باغیچے بنا دیئے تاکہ یہ ادھر ہی کھلیں' کھائیں' پئیں' سوئیں' عورتوں کے الگ باغیچے بنا دیئے تاکہ وہ بھی ادھر ہی کھائیں' پئیں' سوئیں' بنی

اسرائیل کے مرد وعورت کا ملنا جلنا منع کر دیا گیا۔ دو سال تک کوئی خاوند اپنی بیوی سے نہیں مل سکتا تھا' مقصد یہ تھا کہ نہ ماں باپ ملیں گے نہ بچہ ہوگا' اگر اس دوران کوئی بچہ پیدا ہو بھی گیا تو میں اسے قتل کروا دوں گا' مگر ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے' کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ان مردوں کا ایک بڑا افسر اور ان عورتوں کی ایک بڑی افسر دونوں میاں بیوی تھے جو فرعون کو رپورٹ پیش کرنے آتے تھے اور وہیں رات گزارتے تھے ان کو آپس میں ہمبستری کا موقع مل جاتا تھا ان میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا اور ایک ان کی ماں تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ماں کے پیٹ میں پرورش پاتے رہے جب ولادت ہوئی تو آپ علیہ السلام کی ماں ڈری کہ ایسا نہ ہو کہ اس بچے کو بھی ذبح کر دیا جائے' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ﴾ اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف کہ تو اس کو دودھ پلا ﴿فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ﴾ اور اگر تجھے ڈر لگے کہ سپاہی اس کو نہ لے جائیں تو پھر اس کو ایک تابوت میں بند کر اور تابوت کو دریا میں ڈال دے ﴿فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ﴾ دریا سے یہ تابوت ساحل کے پاس جا لگے گا' پکڑے گا کون؟ ﴿يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ﴾ وہ جو میرا بھی دشمن اور اس کا بھی دشمن۔

ام موسیٰ عقل کہتی ہے واہ خدایا! تیرے وعدے بھی عجیب! تو بچے کو بچانا چاہتا ہے تو میں اس کو کسی کونے میں رکھ دوں گی تاکہ یہ پولیس والوں کو نظر ہی نہ آئے یا پھر کوئی پولیس والا اس گھر میں آ ہی نہ سکے تو نے بچانے کا وعدہ بھی کیا تو کتنا عجیب کہ اس کو تابوت میں ڈال اور تابوت کو دریا میں ڈال' اب سوچئے! اگر اس میں ہوا کے داخل ہونے کا بندوبست کریں تو سوراخ رکھنے پڑیں گے' اگر سوراخ رکھے گئے تو پانی اس میں داخل ہو جائے گا' گویا ضدین جمع ہو گئیں' بہرحال ماں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے بچے کو تابوت میں ڈال دیا عقل کی بات بالکل نہ سنی' وہ جانتی تھی کہ یہ اللہ رب العزت کا وعدہ ہے جو میرا بھی پروردگار ہے اور بچے کا بھی پروردگار ہے' وہی بچے کی پرورش بھی فرمائے گا' چنانچہ کیا ہوا؟! اس بچے کو فرعون اور اس کی بیوی نے پکڑا' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ﴾ میں نے اپنی طرف سے تیرے چہرے پر محبت ڈال دی' محبت القا کر دی' چنانچہ فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ بہت خوبصورت لگ رہے تھے' کہنے لگی ﴿لَا تَقْتُلُوْهُ﴾ اس کو قتل نہیں

کرنا۔ ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ﴾ ہوسکتا ہے یہ ہمیں نفع پہنچائے ﴿اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیتے ہیں' دیکھا! قدرت کا کرشمہ قوم کے بچے مروانے والا خود اپنے دل کے ہاتھوں مرا پڑا ہے۔

فرمان شاہی جاری ہوا تو بچے کو دودھ پلانے والی عورتیں آئیں مگر بچہ دودھ ہی نہیں پیتا' فرعون پریشان ہے کہ بچہ دودھ نہیں پیتا' عقل کا اندھا اس کی مت ماری گئی' ساری قوم کے بیٹوں کو مرواتا رہا یہ سمجھ نہ آئی کہ اللہ تعالیٰ اسی کے ہاتھوں سے بچوں کی پرورش کروا رہے ہیں' دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا حال بھی عجیب تھا۔ ﴿واصبح فواد ام موسى فرغا ان كادت لتبدي به لولا ان ربطنا على قلبها لتكون من المؤمنين﴾ اگر اللہ اس کے دل کو تسلی نہ دیتے تو وہ اپنا راز فاش کر بیٹھتی' لیکن اللہ نے دل کو طاقت دے دی' سنبھالا دے دیا' بیٹی کو بھیجتی ہے کہ دیکھ فرعون کے گھر کیا ہو رہا ہے' وہ فرعون کے گھر جا کر دیکھتی ہے کہ بچہ دودھ نہیں پی رہا' فرعون سے کہنے لگی' میں ایسے لوگوں کا پتہ نہ بتاؤں جو اس بچے کی پرورش بھی کریں گے اور اس کے خیر خواہ بھی ہوں گے' مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون کے دل میں خیال گزرا کہ یہ خیر خواہوں کا نام لینے والی کون آئی چنانچہ فرعون نے بچی سے پوچھا کہ کون ہیں اس کے خیر خواہ؟ بچی ایسی ذہین بھی تھی کہ فوراً کہنے لگی کہ ساری قوم آپ کی خیر خواہ ہے جو بھی دودھ پلائے گی اس کی خیر خواہ ہوگی' فرعون بچی کی بات سے مطمئن ہوگیا' بچی نے گھر آ کر ماں کو صورت حال سے آگاہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں بھی بچے کو دودھ پلانے تشریف لے گئیں' بچے کو چھاتی سے لگایا تو بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا' فرعون خوشیاں منانے لگا' اسے یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ ہوسکتا ہے یہ اس بچے کی ماں ہو' کہتا ہے اچھا ہوا بچے نے تیرا دودھ پینا شروع کر دیا ہے؟ تو اس بچے کو گھر لے جا کر اس کی پرورش ٹھیک کرنا' اس کی ہر چیز کا خیال رکھنا' میں تجھے سرکاری فنڈ سے اتنا وظیفہ دیتا رہوں گا' اللہ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ سچ کر دکھایا' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ﴾ کہ ہم نے لوٹا دیا اس کو ماں کے پاس تاکہ ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں' اور اس کے دل میں کوئی غم نہ ہو ﴿وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ اور وہ جان لے کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے'

ام موسیٰ علیہ السلام اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی تھیں اور سرکار سے وظیفہ ملتا تھا یوں اللہ تعالیٰ اپنی ذات پر توکل کرنے والوں کو دوگنا منافع عطا دیتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ج ۴۲ ص ۱۹۴)

اشارۂ نبوی ﷺ پر ہزار درختوں کا ایثار

وہ صحابہ کرامؓ جو نئے نئے مسلمان ہوتے تھے۔ نبی علیہ السلام ان کی تالیف قلب کے لئے ان سے بہت زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ کہنے لگا۔ اے اللہ کے نبی ﷺ میرا ایک باغ ہے اور میرے ساتھ ایک اور مسلمان کا باغ ہے۔ وہ مسلمان بوڑھا ہو چکا ہے۔ اگر میرے درختوں کی لائن سیدھی ہو تو اس میں اس کے دس درخت آجاتے ہیں۔ اس طرح میں حفاظت کیلئے دیوار بھی بنا سکتا ہوں۔ میں نے اس بوڑھے مسلمان سے کہا ہے کہ یہ دس درخت مجھے دو۔ لیکن وہ بیچنے پر آمادہ نہیں ہے۔ لہٰذا آپ مہربانی فرما کر یہ درخت دلوا دیں۔ نبی علیہ السلام نے اس بوڑھے صحابیؓ کو طلب فرمایا۔ وہ صحابیؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اچھا! بوڑھوں کی کچھ بعض اوقات اپنی ہی ہوتی ہے کیونکہ عمر ہی ایسی ہی ہوتی ہے۔ بوڑھا آدمی تو بتا بھی نہیں سکتا کہ اس کو کیا کیا تکلیف ہے۔ ایک بوڑھا آدمی کسی ڈاکٹر کے پاس گیا تو اس نے ڈاکٹر صاحب سے کہا، جی مجھے بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا، بابا جی! یہ بڑھاپا ہے۔ بوڑھا آدمی پھر کہنے لگا۔ ڈاکٹر صاحب میرے سب دانت گر گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا، جی! یہ بڑھاپا ہے۔ بوڑھے آدمی نے پھر کہا، ڈاکٹر صاحب مجھے کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا، جی یہ بڑھاپا ہے۔ وہ پھر کہنے لگا، ڈاکٹر صاحب! میں چلتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا، جی یہ بڑھاپا ہے۔ بوڑھا آدمی بڑھاپے والا جواب بار بار سن کر تنگ آچکا تھا اور غصے سے کہنے لگا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ہر چیز بڑھاپا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے، بابا جی یہ بڑھاپا ہے۔ خیر آپ ﷺ نے اس صحابی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ آپ کا یہ بھائی چاہتا ہے کہ اگر آپ اپنے دس درخت ان کو دیں دے تو ان کی لائن سیدھی ہو سکتی ہے۔ وہ بوڑھے صحابیؓ آگے پوچھتے ہیں۔ اے اللہ کے نبی ﷺ یہ آپ کا حکم ہے یا آپ کا مشورہ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یہ میرا حکم نہیں مشورہ ہے۔ تمہیں فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ وہ جواب میں کہنے لگا کہ

اے اللہ کے نبی ﷺ میں نہیں دینا چاہتا۔ جب اس بوڑھے صحابی نے کہا میں نہیں دینا چاہتا تو نیا مسلمان کچھ مایوس سا ہوا۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اسے نہیں دینا چاہتے تو میں انہیں خریدنا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے دے دو۔ انہوں نے پھر پوچھا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مشورہ ہے۔ وہ کہنے لگے میں نہیں دیتا۔ یہ کہہ کر وہ صحابیؓ اپنے گھر کیلئے روانہ ہونے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سنو! تمہیں جنت کے درخت اس کے بدلے میں ملیں گے اور میں جنت میں بہت بڑا باغ دلوانے کی ضمانت دیتا ہوں اور تمہیں جنت میں گھر بھی ملے گا۔ لیکن وہ کہنے لگا اے اللہ کے نبی ﷺ لاحاجۃ لی (اب مجھے کوئی ضرورت نہیں)

یہ بات ایک صحابی نے سنی جن کا ایک ہزار درختوں کا باغ تھا۔ وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ نے جو خوشخبری اسے دی ہے کہ اگر تم یہ دس درخت دے دو تو تمہیں جنت میں باغ بھی ملے گا اور گھر بھی ملے گا۔ کیا یہ وعدہ اس کے ساتھ تھا یا میرے ساتھ بھی ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم خرید کر دے دو تو یہ وعدہ تیرے ساتھ بھی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ بہت اچھا ... وہ صحابیؓ وہاں سے چلے اور کچھ دیر کے بعد بوڑھے میاں کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے بوڑھے میاں کو سلام کیا اور اس سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں۔ وہ کہنے لگے نہیں آپ ہی بتا دیں۔ کہنے لگے: فلاں امیر آدمی ہوں۔ جس کا ایک ہزار درختوں کا باغ ہے۔ بوڑھے میاں کہنے لگے۔ ہاں اس کی تو میں نے بہت شہرت سنی ہے۔ اچھا آپ وہی ہیں۔ آپ کے باغ میں تو بڑی اعلیٰ کھجوریں ہیں اور بہت زیادہ پھل دیتی ہیں۔ وہ کہنے لگے۔ اچھا آپ نے بھی میرے باغ کا تذکرہ سنا ہوا ہے۔ اب میں آپ کے ساتھ ایک سودا کرنے آیا ہوں۔ بوڑھے میاں کہنے لگے وہ کیا؟! انہوں نے کہا آپ کے جو یہ دس درخت ہیں یہ مجھے دے دیں۔ اور میرا ہزار درختوں والا باغ آپ لے لیں۔ یہ سن کر اس کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ وہ بوڑھے میاں تھے اور انہی پر ان کی گزران تھی اس لیے وہ چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ اس کے بدلے میں ایک ہزار درختوں کا باغ ملے گا تو وہ کہنے لگے ٹھیک ہے میں تیرے ساتھ سودا کرلینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ طے پا گیا کہ بوڑھے میاں نے ہزار درختوں کے بدلے دس درخت بیچ

دیے ہیں۔

وہ صحابی یہ سودا کر کے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے۔ اے اللہ کے نبی ﷺ مجھے وہ درخت مل گئے ہیں اور اب میں وہ درخت آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے بدلے تمہیں جنت میں مکان بھی ملے گا اور باغ بھی ملے گا۔ نبی علیہ السلام کی مبارک زبان سے جنت کی ضمانت کی خوش خبری سن کر وہ ہزار درختوں کے باغ کے کنارے پر واپس آئے۔ باغ کے اندر داخل نہ ہوئے وہیں کھڑے ہو کر اپنی بیوی کو آواز دی اور کہا اے فلاں کی امی! اے فلاں کی امی! بیوی نے کہا کیا بات ہے؟ آپ اندر کیوں نہیں آتے۔ وہ کہنے لگے میں اس باغ کا سودا کر چکا ہوں۔ اب یہ باغ میرا نہیں ہے بلکہ میں نے اسے جنت کے باغ کے بدلے میں اللہ کے ہاں فروخت کر دیا ہے۔ سامان اور بچوں سمیت باہر آجاؤ میں باہر ہی انتظار کروں گا۔ بیوی نے جب یہ سنا تو کہنے لگیں میں تجھ پر قربان ہو جاؤں تو نے زندگی میں پہلی دفعہ اچھا سودا کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا سامان اور بچوں کو لے کر باغ سے باہر آگئی اور انہوں نے وہ باغ اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔ سبحان اللہ جن کا مال ایسا ہو کہ اللہ کیلئے آخرت بنانے کیلئے وہ اسے لگا رہے ہوں تو وہ مال تو ان کیلئے بہترین سواری ہے اور اگر مال لذت دنیا کی خاطر ہو تو پھر وہ نقصان دہ ہے۔

کیا دنیا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت پیش کر سکتی ہے؟

اللہ رب العزت نے جن صحابہ کرام کو دنیا کا مال دیا وہ دونوں ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے تاکہ اللہ کے یہاں زیادہ سے زیادہ اجر پائیں۔ سیدنا عثمان کو اللہ رب العزت نے خوب مال دیا تھا ان کے دل میں مال کی محبت نہیں ڈالی تھی۔ وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ بئر رومہ ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ اس وقت مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی مشکل کا سامنا تھا۔ وہ اس یہودی سے پانی خریدتے تھے۔ جب سیدنا عثمان نے دیکھا کہ مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی دشواری کا سامنا ہے تو وہ یہودی کے پاس گئے اور اسے فرمایا کہ یہ کنواں فروخت کر دو۔ اس نے کہا۔ میری تو بڑی کمائی ہوتی ہے میں تو نہیں بیچوں گا۔ یہودی کا جواب سن کر

سیدنا عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ آپ آدھا بیچ دیں اور قیمت پوری لے لیں۔ وہ یہودی نہ سمجھ سکا۔ اللہ والوں کے پاس فراست ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا ہاں ٹھیک ہے کہ آدھا حق دوں گا اور قیمت پوری لوں گا۔ چنانچہ اس نے قیمت پوری لے لی اور آدھا حق دے دیا اور کہا کہ ایک دن آپ پانی نکالیں اور دوسرے دن ہم پانی نکالیں گے۔ جب سیدنا عثمان غنیؓ نے اسے پیسے دے دیئے تو آپ نے اعلان کروادیا کہ میری باری کے دن مسلمان اور کافر سب بغیر قیمت کے اللہ کیلئے پانی استعمال کریں۔ جب لوگوں کو ایک دن مفت پانی ملنے لگا تو دوسرے دن خریدنے والا کون ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ یہودی چند مہینوں کے بعد آیا اور کہنے لگا جی آپ مجھ سے باقی آدھا بھی خرید لیں۔ آپ نے باقی آدھا بھی خرید کر اللہ کے لئے وقف کر دیا۔

ہلاکت کے دہانے سے حفاظت

بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو لے کر جنگل سے گزر رہی تھی۔ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور اس نے اس عورت پر حملہ کر دیا۔ جب بھیڑیے نے حملہ کیا تو وہ کمزور دل عورت گھبرا گئی۔ جس کی وجہ سے اس کا بیٹا اس کے ہاتھ سے نیچے گر گیا۔ اس بھیڑیے نے اس بچہ کو اٹھایا اور بھاگ گیا۔ جب ماں نے دیکھا کہ بھیڑیا میرے بیٹے کو منہ میں ڈال کر لے جا رہا ہے تو ماں کی مامتا نے بھی جوش مارا اور اس کے دل سے ایک آہ نکلی۔ جیسے ہی اس کی آہ نکلی تو اس نے دیکھا کہ ایک جوان مرد درخت کے پیچھے سے اس بھیڑیے کے سامنے آیا اور بھیڑیے نے جب اچانک کسی کو اپنے سامنے دیکھا تو وہ بھی گھبرا گیا۔ جس کی وجہ سے بچہ بھیڑیے کے منہ سے نیچے گر گیا اور وہ بھاگ گیا۔ اس نوجوان نے بچے کو اٹھایا اور لا کر اس کی ماں کے حوالے کر دیا۔

وہ ماں کہنے لگی کہ تو کون ہے؟ جس نے میرے بچے کی جان بچادی؟ اس نے کہا میں اللہ رب العزت کا فرشتہ ہوں۔ مجھے پروردگار نے آپ کی مدد کیلئے بھیجا ہے۔ ایک دفعہ آپ اپنے گھر میں بیٹھی ہوئے کھانا کھا رہی تھی عین اسی وقت کسی سائل نے آپ کے دروازے پر روٹی کا ٹکڑا مانگا۔ آپ کے گھر میں اس وقت وہی روٹی تھی جو آپ کھا رہی تھی۔ آپ نے اس وقت سوچا کہ میں اللہ کی نام پر سوال کرنے والوں کو خالی کیسے بھیجوں۔ تم نے اپنے منہ کا لقمہ نکال کر اس کو دے دیا۔ اس صدقہ کی برکت سے اللہ نے تیرے بچے کی حفاظت کیلئے مجھے بھیجا۔

بیوی کی ترغیب پر شوہر کی سخاوت

ہمارے اس ضلع میں فیصل آباد روڈ پر ایک گاؤں میں ایک نیک خاتون رہتی تھی وہ بہت زیادہ سخی تھی' وہ اتنی نیک دل' اتنی مہمان نواز اور اس قدر غریبوں پر خرچ کرنے والی تھی کہ لوگ اسے حاتم طائی کی بیٹی کہتے تھے' وہ گاؤں سڑک کے قریب ہی تھا' پہلے تو کوئی مستقل بس سٹاپ نہ تھا مگر دیہاتی لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے آہستہ آہستہ سڑک کے اوپر بس سٹاپ بن گیا' اندر کے علاقوں کے دیہاتی لوگ پانچ دس میل چل کر وہاں آتے کہ ہم خرید و فروخت کیلئے بس پر بیٹھ کر شہر کو جائیں گے' کبھی ایسا ہوتا کہ بس کا وقت ختم ہو جاتا تو ان بیچاروں کے پاس وہاں رہنے کیلئے انتظام نہیں ہوتا تھا' اسی حال میں بیٹھ کر رات گزارتے' بھوکے پیاسے رہتے' اگر عورتیں ساتھ ہوتیں تو اور زیادہ پریشانی ہوتی' اس نے محسوس کیا کہ یہاں تو ان کیلئے کوئی بندوبست ہونا چاہئے' چنانچہ اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ کیوں نہ ہم لوگوں کی سہولت کیلئے ایک مہمان خانہ بنوا دیں تاکہ وہ لوگ جو رات کو آگے یا پیچھے نہیں جا سکتے وہ آسانی سے رات گزار سکیں اور وہ اگلے دن اپنے کام کیلئے روانہ ہو جایا کریں گے۔

خاوند کو یہ بات پسند آئی' چنانچہ اس نے مہمان خانہ بنوایا' اور ایک آدمی رکھ کر ان کیلئے کھانا پکانے کا بندوبست کر دیا' اب لوگ آنے جانے لگے' جو آگے پیچھے نہیں جا سکتے تھے وہ رات کے وقت وہیں سے کھانا کھاتے اور آرام سے سو جاتے' پھر رات گزار کر اپنے کام کے لئے چلے جاتے' چنانچہ کسی "خیر خواہ" نے اس کے خاوند کو یہ مشورہ دیا کہ آپ کی بیوی تو آپ کو کنگال کر دے گی' روزانہ اتنا اتنا کھانا پکتا ہے' اور فالتو لوگ آ کر کھا جاتے ہیں' ایسی سخاوت کا کیا فائدہ؟ جب دوستوں نے خاوند کو بار بار مشورہ دیا تو خاوند کے دل میں بھی یہ بات آ گئی کہ بھئی' یہ تو واقعی لوگوں نے تماشا بنا لیا ہے' چنانچہ اس نے ایک دن فیصلہ کر لیا کہ مہمان خانہ بند کر دیا جائے' بیوی کو پتہ چلا تو وہ پریشان ہوئی کہ جب پروردگار نے ہمیں اتنی زمینیں دی تھیں کہ ہماری اپنی گندم سے ہی روٹی بنتی تھی اور سارا سال مہمان نوازی کا ثواب ملتا تھا' اب یہ نیکی کا ذریعہ بند ہو گیا ہے' لیکن جب خاوند نے کہہ دیا تو بیوی خاموش ہو گئی' نیک بیویاں پھر بات کرنے کیلئے موقع ڈھونڈا کرتی ہیں' جھگڑے نہیں کیا کرتیں' چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں رہی۔ ایک دن خاوند سے کہنے لگی کہ آج میری طبیعت کچھ اداس سی ہے' گھر میں رہ رہ کر تنگ سی آ گئی

ہوں، کیوں نہ کھیتوں سے ذرا ہو آؤں، اس نے کہا بہت اچھا۔ خاوند اسے اپنی زمین پہ لے کر چلا گیا، وہاں کنواں، باغ اور فصلیں تھیں، وہ تھوڑی دیر چلی پھری اور پھر آ کر کنویں کے کنارے پہ بیٹھ گئی اور کنویں کے اندر دیکھنا شروع کر دیا۔ خاوند بھی ادھر ادھر پھرتا رہا۔ کافی دیر کے بعد کہنے لگا: نیک بخت! اچھی دیر ہو رہی ہے۔ کہنے لگی بس چلتے ہیں، پھر کنویں کے اندر دوبارہ جھانکنا شروع کر دیا۔ کنویں میں جھکتی رہی، بالآخر خاوند نے کہا کہ خدا کی بندی! کنویں میں کیا دیکھ رہی ہو؟ کہنے لگی کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ خالی ڈول پانی میں جا رہے ہیں اور بھر بھر کر واپس آ رہے ہیں، مگر کنویں کا پانی جیسا ہے ویسا ہی ہے۔ اس نے کہا: خدا کی بندی! تو اگر سارا دن اور ساری رات بیٹھی رہے گی تو یہ پانی ایسے ہی رہے گا، خالی ڈول بھر بھر کے آتے رہیں گے، مگر پانی میں کمی نہیں آئے گی۔ جب خاوند نے یہ بات کہی تو اس نیک دل خاتون نے کہا: اچھا کنویں کا پانی ختم نہیں ہوتا؟ اس نے کہا کہ واقعی کنویں کا پانی ختم نہیں ہوتا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگی: اللہ نے ہمارے گھر کے اندر بھی ایک کنواں جاری کیا تھا، لوگ خالی پیٹ آتے تھے اور پیٹ کا ڈول بھر کے جاتے تھے، تمہیں کیوں ڈر ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس کنویں کے پانی کو کم کر دیں گے۔

بیوی کی بات سن کر خاوند کے دل پہ ایسی چوٹ پڑی کہ کہنے لگا: میں مہمان خانے کو دوبارہ جاری کرتا ہوں، چنانچہ وہ خاتون جب تک زندہ رہی اس علاقہ میں وہ مہمان خانہ اسی طرح جاری رہا۔ (خطباتِ ذوالفقار، ۲۳۰، ۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوف و خشیت
اور
توبہ و مغفرت

ازافادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

چہرۂ انور پر خوف خشیت کے قطرے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور امت کی ماں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بستر پر آرام فرمانے لگے میرے بھائی عبداللہ ابن عمر صحن میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھ رہے تھے فرماتی ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر آرام کر رہی تھی اچانک عبداللہ نے آیت پڑھی ۔ کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۔ مجرم لوگ قیامت کے دن اس طرح کھڑے ہوں گے ان کے پروردگار کے درمیان حجاب (پردہ) ہوگا" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت سنی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے" سیدہ حفصہ فرماتی ہیں کہ مجھے اپنے رخسار پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو گرتے ہوئے محسوس ہوئے تو میں حیران ہوئی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کی طرف دیکھنے لگی میں نے پوچھا" آقا! آپ کو کوئی تکلیف ہو رہی ہے؟" فرمایا نہیں میں نے عرض کیا" اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جنت کے شوق میں رو رہے ہیں؟" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نہیں تو میں نے پوچھا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں رو رہے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روتے ہوئے فرمایا انا مشتاق ویبی اشتیاق میں تو مشتاق ہوں اللہ کا عاشق ہوں اور اس کے عشق و محبت میں رو رہا ہوں اللہ کا عاشق ہوں اور اس کے عشق و محبت میں رو رہا ہوں" آپ نے دو مرتبہ یہ الفاظ دہرائے" آج ہم اتباع سنت کی باتیں کرتے ہیں کاش! ہمیں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر بھی عمل نصیب ہو جائے۔ (خطبات فقیر، ۱۹۱ ۔ ۲)

ساری چمک دمک تو انہی موتیوں سے ہے
آنسو نہ ہوں تو عشق میں کچھ آبرو نہیں ہے

تیرے رونے پر فرشتے بھی رو پڑے

ایک صحابی رضی اللہ عنہ تہجد میں قرآن پڑھتے ہوئے رو پڑے۔ نبی علیہ السلام کی خدمت میں جب حاضر ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔" تیرے قرآن پڑھنے اور رونے نے اللہ کے فرشتوں کو بھی رلا دیا۔ سبحان اللہ۔ ان کو روتا دیکھ کر اللہ کے فرشتوں کو بھی رونا آ گیا۔ ان کو قرآن پاک کا ایسا مزہ اور لطف آیا کرتا تھا۔ تہجد لگ رہے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں اور پھر اپنے ساتھی کو جگا کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کا ڈر نہ ہوتا

تلاوت کرتے ہوئے اتنا روتیں کہ نمازیوں کو ان کی تلاوت قرآن سمجھ ہی نہیں آئے گی۔ میں ان کی طبیعت کو جانتی ہوں میں ان کی بیٹی ہوں۔ (خطبات ذوالفقار ۴/۱۸۰)

حضرت عمرؓ کا خوف کہ کہیں میرا نام......

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو بڑے بلند مقامات نصیب فرمائے تھے اس کے باوجود اپنے بارے میں اتنے محتاط تھے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ سے پوچھا حذیفہ! مجھے تو یہ پتہ ہے کہ تمہیں نبی علیہ السلام نے منافقین کے نام بتا دیئے تھے میں آپ سے منافقین کے نام تو نہیں پوچھتا بس اتنی بات پوچھتا ہوں کہ کہیں ''عمر'' کا نام تو ان منافقین کی فہرست میں شامل نہیں ہے؟ اگر ہم ہوتے ہم کہتے کہ ہم تو مراد مصطفیٰ ہیں ہمارے لیے تو محبوب خدا ﷺ دعائیں مانگتے تھے دیکھتے تو سہی کہ جنہیں مانگ کر لیا گیا وہ پروردگار کے حضور اس طرح جھکتے تھے اور اپنے پر اتنے محتاط رہتے کہ پھر بھی پوچھتے تھے کہ کہیں عمر کا نام تو ان میں شامل نہیں کیا ہم نے کبھی ایسی نظر اپنی ذات پر ڈالی ہے؟ نہیں بلکہ ہماری تو گردنیں تنی رہتی ہیں آنکھیں کھلی رہتی ہیں ہماری نگاہیں دوسروں کے چہروں پر پڑتی ہیں ہمیں دوسروں کے عیب تو نظر آتے ہیں مگر اپنی حالت نظر نہیں آتی کاش! یہ آنکھیں بند ہوتیں یہ گردنیں جھک جاتیں اور یہ نگاہیں اپنے سینے پر پڑتیں کہ میرے اپنے اندر کیا عیب چھپے ہوئے ہیں آج اس بات کی شدید ضرورت ہے۔

نماز میں حضرت عمرؓ کے خوف و خشیت کا عالم

حضرت عمرؓ کا حال یہ تھا کہ فجر کی نماز میں امام ہوتے تھے۔ سورۂ یوسف کی تلاوت کرتے ہوئے اتنا روتے کہ حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ "وَاَنَا فِیْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ" میں صفوں کے آخر میں تھا یَقْرَءُ حضرت عمرؓ پڑھ رہے تھے۔ اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ اور میں آخر صف میں کھڑا ان کے رونے کی آواز کو سن رہا تھا۔ (خطبات ذوالفقار ۴/۱۸۰)

حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ بن عیاض کی خشیت

فضیل بن عیاض کے بیٹے علی بن فضیل کو مقام خوف نصیب تھا جب قرآن پڑھا کرتے تو عذاب کی آیتوں پر بے ہوش ہو جاتے تھے چنانچہ دل میں تمنا کرتے تھے کہ یا اللہ! کبھی مجھے بھی ایک ہی وقت میں پورا قرآن سننے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ تلاوت کرتے

وقت تھوڑا سا پڑھتے اور جہاں ڈرانے کی بات آتی تو وہیں بے ہوش ہو جاتے تھے ان کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے قاری صاحب نے پڑھا ﴿یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ انسان اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اس بات کو سنا اور اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اللہ اکبر (خطبات ذوالفقار ۸۰:۲)

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو کر گر پڑے

ایک مرتبہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت سنی ﴿وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ﴾ امام تراویح پڑھا رہا تھا' جب اس نے یہ آیت پڑھی تو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ وہیں گر کر بے ہوش ہو گئے' ہمیں کیا پتہ کہ قرآن سن کر عاشقوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۹۲:۲)

حضرت شعیب علیہ السلام کی آہ وزاری

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شعیب علیہ السلام روئے ﴿فَقَالَ اللّٰہُ لَہٗ مَا ھٰذَا الْبُکٰی﴾ ' اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا' اے شعیب علیہ السلام! آپ کا یہ رونا کیسا؟ اشوقا الی الجنۃ خوفا من النار کیا جنت کے شوق کی وجہ سے ہے یا جہنم کے خوف کی وجہ سے؟ فقال الٰہی یا رب عرض کیا' اے پروردگار! ایسا تو نہیں کہ یہ جنت کے شوق میں اور نہ جہنم کے خوف سے میں رو رہا ہوں' ولکن شوقا الی لقائک "میں تو آپ کی ملاقات کے شوق میں رو رہا ہوں" فاوحی اللہ الیہ "اللہ رب العزت نے ان کی طرف وحی نازل فرمائی:

﴿اِنْ یَکُنْ ذٰلِکَ ھَنِیْئًا لَکَ لِقَائِیْ یَا شُعَیْبُ لِذٰلِکَ﴾

اے شعیب! آپ کو مبارک ہو کہ اس رونے کی وجہ سے آپ کو میری ملاقات نصیب ہوگی۔ سبحان اللہ۔ (خطبات ذوالفقار ۹۰:۲)

نعمت کے ملنے پر حضرت عمرؓ کا خوف

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے پینے کیلئے پانی مانگا تو ان کو پانی کی بجائے شربت دے دیا گیا۔ آپ شربت پینے لگے تو آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ کسی نے کہا' اے امیر المومنین! آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا مجھے قرآن پاک کی ایک آیت رلا رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ عمر ابن الخطاب کو کہہ دیا جائے۔

﴿اذھبتم طیبٰتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا﴾

کہ تم اپنی نعمتیں دنیا کے اندر لوٹ چکے ہو تم نے خوب مزے اڑا لیے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے جو نعمتیں مل رہی ہیں یہ میری نیکیوں کا اجر کہیں دنیا میں ہی نہ مل رہا ہو۔ آپ اتنا روئے تھے کہ آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے رخساروں پر لکیریں پڑ گئی تھیں۔ حالانکہ آپ مراد مصطفیٰ تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ مگر اس کے باوجود کثیر البکاء تھے۔

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی بہن کا خوف وبکاء

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ[1] جنہوں نے تعبیر الرؤیا کتاب لکھی ان کا مرتبہ اللہ نے بہت بڑا بنایا۔ آج بھی ہر عالم کے پاس وہی کتاب ہوتی ہے اور خوابوں کی تعبیر اسی میں سے بتائی جاتی ہے۔ ان کی بہن تھیں "حفصہ" یہ ساری قراءتوں میں اتنی ماہرہ تھیں اتنی اچھی قاریہ تھیں (سبحان اللہ) ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ۳۲ سال اپنی گھر کی مسجد میں گزار دیئے۔ فقط طہارت وغیرہ کیلئے مسجد سے باہر نکلتیں۔ باقی سارا وقت اسی مسجد میں بیٹھ کر عورتوں کو اور چھوٹے بچوں کو دین کی تعلیم دیتیں۔ اتنی بڑی قاریہ تھیں کہ محمد بن سیرین جو خود قاری تھے قرآن میں کسی لفظ کے تلفظ کے اندر مشکلیں پیش آتیں تو کسی بچے کو بھیج کر کہتے کہ جاؤ دیکھو حفصہ اس لفظ کو کس طرح ادا کرتی ہے۔ پھر اس لفظ کو تم بھی ویسے ہی ادا کر لینا۔ چنانچہ ان کے بارے میں بعض تابعین نے لکھا ہے کہ ہم نے اتنی عبادت گزار اور اتنی علم والی عورت کہیں نہیں دیکھی۔ حتیٰ کہ بعض نے کتابوں میں لکھا کہ ہم نے ایسی عورت علم والی دیکھی کہ جن کو اگر ہم حسن بصری پر بھی چاہیں تو فضیلت دے سکتے ہیں۔ کسی نے کہا سعید بن المسیب سے بھی زیادہ؟ تو جواب دیا ہاں۔ کسی نے ان کی باندی سے پوچھا اپنی مالکہ کے بارے میں کیا کہتی ہو؟

اس نے بڑی تعریفیں کیں اور کہنے لگیں بڑا اچھا قرآن پڑھتی ہیں۔ ہر وقت عبادت کرتی رہتی ہیں۔ ہر کام شریعت کے مطابق کرتی ہیں۔ لیکن پتہ نہیں ان سے کون سا گناہ سرزد ہو گیا ہے جو اتنا بڑا ہے کہ عشاء کے بعد نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کرتی ہیں اور فجر تک کھڑی روتی رہتی ہیں۔ (وہ بیچاری باندی یہ سمجھتیں۔ شاید کسی بڑے گناہ کی وجہ سے ساری رات رو رو کر معافیاں مانگتی ہیں)

---

[1] آپ کا نام محمد بن سیرین ہے آپ کی ولادت ۳۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ حضرت ابوبکر صدیق کی باندی تھیں۔ آپ نے حضرت انس سے حسن تربیت پائی۔ آپ حضرت ابوہریرہ کے شاگرد خاص اور حسن بصری کے ہم جلیس تھے۔ آپ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

تو اس سے اندازہ لگائیے کہ حفصہ بنت سیرین نے دین کی خدمت کتنی زیادہ کی۔ چنانچہ اس قسم کی اور بھی کتنی مثالیں ہیں۔

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا خوفِ خدا

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا ایک دفعہ کہیں بیٹھی تھیں' قریب ہی ایک آدمی بھنا ہوا گوشت کھا رہا تھا' انہوں نے جب اسے دیکھا تو رونا شروع کر دیا' وہ آدمی سمجھا کہ انہیں بھوک لگی ہے اور یہ چاہتی ہیں کہ مجھے بھی کھانے کو دیا جائے' اس نے پوچھا کہ کیا آپ بھی کھائیں گی؟ فرمانے لگیں نہیں' میں اس لیے نہیں رو رہی بلکہ میں کسی اور بات پہ رو رہی ہوں' اس نے پوچھا کہ وہ کونسی بات ہے؟ فرمانے لگیں کہ میں اس بات پر رو رہی ہوں کہ جانوروں اور پرندوں کو آگ پر بھوننے سے پہلے انہیں مار دیا جاتا ہے اور ذبح کیے ہوئے جانور کو بھونتے ہیں' میں قیامت کے دن کو سوچ رہی ہوں کہ جب زندہ انسانوں کو آگ میں ڈال کر بھون دیا جائے گا' میں نے بھنے ہوئے مرغ کو دیکھا تو مجھے قیامت کا دن یاد آ گیا' مجھے وہ رات یاد آ گئی کہ جس کی صبح کو قیامت ہوگی' اے بندے! تو بھنے مرغ کھانے کا عادی ہے' کباب اور تکے منگوا منگوا کر کھاتا ہے' سوچا کریں کہ ہم جو اس گوشت کو بھون بھون کر کھا رہے ہیں اسے تو ذبح کر کے بھونا گیا' اگر ہم گناہ کریں گے تو فرشتے ہم زندوں کو بھونیں گے' اس لیے ہمیں گناہوں سے ضرور بچنا چاہیے۔ (خطبات ذوالفقار ۲/۱۵۴)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا خوف

صحابہؓ' تابعین اور تبع تابعین کے تین ادوار ایسے ہیں کہ ان لوگوں میں خشوع زیادہ غالب ہوتا تھا' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ چل کے آتے تو طبیعت پہ ایسا غم ہوتا تھا کہ جیسے وہ آدمی آ رہا ہے جس نے ابھی ابھی اپنے باپ کو قبرستان میں دفن کیا ہو' جب بیٹھتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ وہ مجرم ہے جس کیلئے پھانسی کا حکم صادر ہو چکا ہے' آپ اس قدر روتے تھے کہ آنسوؤں کا پانی زمین پر بہہ پڑتا تھا۔ (خطبات ذوالفقار ۲/۲۴۴)

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا خوف

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ خوف خدا سے اتنا روتی

تھیں کہ آنسوؤں کے قطرے زمین پر پڑنے کے نشانات آنسو گرتے کہ بعض مرتبہ زمین پر نشان بن جاتے تھے۔ (ص ۵۲۲ ج ۲)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا خوف خدا

ہمارے اکابرین جب ذرا سی کیفیت بدلی دیکھتے تو فوراً رو پڑتے تھے ایک مرتبہ حضرت حنظلہؓ گھر سے نکلے اور کہنے لگے نافق حنظلہ، نافق حنظلہ، اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ کی صحبت میں جو کیفیت ہوتی ہے وہ گھر میں نہیں ہوتی اب حنظلہ تو منافق ہو گیا۔

(خطبات ذوالفقار ۲/۲۲۵)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا خوف

نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے پوچھا اے جبرئیل! کیا تجھے بھی میری رحمۃ للعالمینی سے حصہ ملا؟ عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! جی ہاں مجھے بھی آپ کی رحمۃ للعالمینی سے حصہ ملا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا وہ کیسے؟ عرض کیا اے اللہ کے محبوب ﷺ جب آپ دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے اس وقت میں اپنے انجام کے بارے میں ڈرا کرتا تھا میرے سامنے کئی نیک لوگوں کے انجام برے ہوئے میں نے شیطان کا انجام بھی دیکھا تھا جس کی وجہ سے میں بھی ڈرتا تھا کہ پتہ نہیں میرا انجام کیا ہوگا لیکن جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ایک آیت اتاری:

﴿انه لقول رسول كريم ۝ ذي قوة عند ذي العرش مكين ۝ مطاع ثم امين﴾

یہ آیت چونکہ میرے بارے میں ہے اور اس سے مجھے اپنے اچھے انجام کا پتہ چل گیا اس لئے میرے دل پر جو غم سوار رہتا تھا آپ کی رحمۃ للعالمینی کے صدقے مجھے اب اس غم سے نجات نصیب ہو گئی ہے۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار ۹/۲۳۹)

خوشی کے آنسو....

سیدنا صدیق اکبرؓ تشریف فرما ہیں ٹاٹ کا لباس پہنے ہوئے ہیں۔ سب کچھ محبوب ﷺ کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔ اوپر سے حضرت جبرئیل علیہ السلام اترتے ہیں۔ جبرئیل امین نے ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ انہوں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں سلام پیش کیا اور

عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ مجھے اللہ رب العزت نے بھیجا ہے۔ وہ ابوبکر صدیقؓ کے عمل سے اتنا خوش ہیں کہ انہوں نے آسمان کے سب فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ تم بھی صدیق اکبرؓ کی طرح ٹاٹ کا لباس پہنو۔ اسی لیے میں بھی ٹاٹ کا لباس پہن کر حاضر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جاؤ' پوچھ کر آؤ کہ کیا ابوبکرؓ اس حال میں بھی مجھ سے خوش ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگے "میں اپنے رب سے ہر حال میں خوش ہوں"

حضرت یوسف علیہ السلام کے تقویٰ کا نتیجہ

سورۂ یوسف جس کو قرآن نے احسن القصص کہا ﴿نحن نقص علیک احسن القصص﴾ خاص طور پر بڑا سبق ہے اس سورۃ میں اس لئے اس کو اتنا اہم بتایا گیا اس میں اللہ تعالیٰ دو جماعتوں کا تذکرہ کرتے ہیں ایک جماعت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی اور ایک جماعت یوسف علیہ السلام کی۔ جی ہاں کئی بندے اکیلے ہوتے ہیں۔ لیکن اپنی ذات میں ادارہ ہوتے ہیں' ایک ہوتے ہیں لیکن جماعت سے زیادہ بھاری ہوتے ہیں' دلیل قرآن سے پیش کرتا ہوں ﴿ان ابراهيم كان امة﴾ "بے شک ابراہیم علیہ السلام امت تھے" دیکھا! جی ہاں! ایسا بھی ہوتا ہے' تو ایک جماعت یوسف علیہ السلام کی اور دوسری جماعت ان کے بھائیوں کی بھائیوں پر امتحان آیا وہ کہنے لگے ہم یوسف کو قتل کر دیتے ہیں ﴿اقتلوا یوسف او اطرحوه ارضا﴾ ہم یہ گناہ کر گزرتے ہیں اور پھر اس کے بعد ہم توبہ کر کے نیک بن جائیں' چنانچہ گناہ کر گزرے یوسف علیہ السلام پر بھی امتحان آیا ﴿وراودته التي هو في بيتها عن نفسه﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ ایسے امتحان سے بھی بچ گئے' حتی کہ گواہیاں دے دیں عورت نے اور جناب بادشاہ نے کہا ﴿یوسف ایها الصدیق﴾ اے سچے یوسف سبحان اللہ اللہ اکبر پھر کیا ہوا' اللہ تعالیٰ نے پھر ان کو جیل سے نکال کر تخت پر بٹھا دیا' پھر یوسف علیہ السلام نے کہا مجھے Finance Minister بنا دو' نبی تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی۔ وہ حکومت کی باگ ڈور سنبھال سکتے تھے' حکومت چلا کر دکھائی' قحط پڑ جاتا ہے' بھائیوں کی جماعت ساری کی ساری قحط کا شکار ہو گئی' یوسف علیہ السلام اس قحط میں تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اس کا اللہ تعالیٰ نتیجہ نکالتے ہیں' قرآن پاک میں منظر بیان کرتے ہیں اور عجیب ہے وہ منظر' یوسف علیہ السلام کے بھائی آ رہے ہیں' غلہ مانگنے کیلئے' پیسے پورے نہیں ہیں' غلہ

پورا مانگتے ہیں' کہتے ہیں کہ پیسے تو پورے نہیں آپ کوئی صدقہ خیرات کر دیں' یہ بھی نبی علیہ السلام کے بیٹے' وہ بھی نبی علیہ السلام کے بیٹے' یہ امتحان میں ناکام' وہ امتحان میں کامیاب' یہ تخت پر ہے وہ فرش پر ہیں' قرآن نقشہ بیان کرتا ہے' سبحان اللہ قربان جائیں کیا کتاب ہے' فرمایا ﴿قالوا﴾ کہنے لگے۔ ﴿یاایھا العزیز﴾ اے عزیز مصر ﴿مسنا واھلنا الضر وجئنا ببضاعۃ مزجۃ فاوف لنا الکیل وتصدق علینا ان اللہ یجزی المتصدقین﴾ ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو تنگ دستی نے بے حال کر دیا اور ہم پیسے بھی اتنے لائے ہیں جو پورے نہیں ہمیں وزن پورا دے دو اور ہمارے اوپر صدقہ خیرات کر دیجئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو جزا دیتا ہے' جب یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ حالت ہوگئی تو پوچھا ﴿ما فعلتم بیوسف﴾ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا؟ ﴿ائنک لانت یوسف﴾ کیا آپ یوسف ہیں؟ ﴿قال انا یوسف وھذا اخی﴾ کہا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی (بنیامین) ہے تحقیق اللہ نے ہم پر احسان کیا۔ ﴿انہ من یتق ویصبر﴾ جو متقی ہوتا ہے اور اپنے اندر صبر وضبط پیدا کرتا ہے۔ ﴿فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین﴾ بیشک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ لہٰذا ہر دور میں اور ہر زمانے میں جو یوسف صفت بنے گا اللہ تعالیٰ فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دے گا' دیکھنا دنیا بھی بنے گی اور آخرت بھی بنے گی۔ (خطبات ذوالقفار ۹۲/۱)

زنا سے بچنے پر سلیمان بن یسار کو بشارت

الحمدللہ! اس امت میں ایسے ایسے اولیاء گزرے ہیں جنہوں نے پاکدامنی کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کے پاس کثرت سے آتے جاتے تھے۔ ان کا شمار وقت کے محدثین اور صوفیا میں ہوتا تھا۔ وہ بہت ہی خوبصورت تھے۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے ان کی طرف گناہ کا پیغام بھیجا اور کہا کہ میں آپ کی خوبصورتی کی وجہ سے آپ پر فریفتہ ہوں۔ اب موقع ہے لہٰذا آپ میرے گھر آجائیں تاکہ میں اپنی حسرت پوری کر سکوں۔ انہوں نے جواب میں کہا معاذ اللہ' میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

جب وہ رات کو سوئے تو انہیں خواب میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی زیارت نصیب

ہوئی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا' سلیمان یسار! میں تو اللہ کا نبی تھا' میرے ساتھ اللہ کی حفاظت تھی۔ جب میرے سامنے گناہ پیش ہوا تو میں نے کہا تھا' معاذ اللہ' لیکن نبوت کی حفاظت کے ساتھ کیا تھا۔ کمال تو تو نے دکھایا کہ ولی ہو کر وہ کام کیا جو وقت کا نبی کیا کرتا ہے۔

زنا سے بچنے پر مشک کی خوشبو

انڈیا میں ایک بزرگ خواجہ مشکی ؒ تھے۔ ان کے جسم سے مشک کی سی خوشبو آتی تھی۔ لوگ حیران ہو کر پوچھتے تھے کہ آپ کیسی خوشبو لگاتے ہیں کہ آپ کے کپڑے ہر وقت معطر محسوس ہوتے ہیں۔ کسی نے ایک مرتبہ بہت مجبور کیا تو وہ فرمانے لگے کہ میں تو کوئی خوشبو نہیں لگاتا۔ اس نے کہا کہ آپ کے کپڑے سے خوشبو کیسی آتی ہے؟

انہوں نے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں کسی گلی میں سے گزر رہا تھا۔ ایک مکان کے دروازے پر ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ گھر میں کوئی بیمار ہے تم نیک بندے نظر آتے ہو اس کو کچھ پڑھ کر پھونک دو۔ ہو سکتا ہے کہ ٹھیک ہو جائے۔ میں نے اس پر اعتماد کیا اور گھر کے اندر چلا گیا۔ جب اندر گیا تو اس نے تالا لگا دیا۔ اس کے بعد گھر کی مالکہ سامنے آئی۔ اس کی نیت میرے بارے میں بری تھی۔ وہ کہنے لگی کہ میں روزانہ تجھے گزرتے ہوئے دیکھتی تھی۔ میرے دل میں برائی کا خیال پیدا ہوتا تھا۔ چنانچہ میں نے آج تجھے اس بوڑھی عورت کے ذریعے گھر بلایا ہے۔ لہٰذا اب میں گناہ کرنا چاہتی ہوں۔ جب اس نے نیت کا اظہار کیا تو میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور باہر نکلنے کی بہت کوشش کی' لیکن وہ کہنے لگی کہ اب تالا لگ چکا ہے اگر نہیں مانو گے تو میں شور مچاؤں گی اور بہتان لگا کر سنگسار کرواؤں گی۔ اب دو باتوں میں سے ایک بات کا انتخاب کر لو۔ یا تو سنگسار ہونا پسند کر لو یا پھر میرے ساتھ گناہ کا ارتکاب کر لو۔ اس کی یہ بات سن کر میں بہت پریشان ہوا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں تجویز ڈالی تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے بیت الخلاء میں جانے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا میں فارغ ہو کر تم سے بات کروں گا۔ اس عورت نے سوچا کہ چلو آمادہ تو ہو گیا ہے تاہم اس نے مجھے بیت الخلاء کی جگہ دکھا دی۔ میں وہاں گیا تو مجھے بیت الخلاء میں جو گندگی اور نجاست نظر آئی میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے اپنے جسم پر اور اپنے کپڑوں پر مل لیا۔ جب میں باہر نکلا تو میرے جسم سے سخت بدبو آ رہی تھی۔

چنانچہ جب اس عورت نے مجھے دیکھا تو اس کے دل میں میری نفرت پیدا ہوگئی اور وہ کہنے لگی یہ تو کوئی پاگل ہے۔ نکالو اس کو یہاں سے۔ یوں میں اپنا ایمان بچا کر اس گھر سے نکل آیا۔ اس کے بعد مجھے پریشانی ہوئی کہ میرے بدن اور کپڑوں سے لوگوں کو بدبو آئے گی۔ لہٰذا میں جلدی سے غسل خانہ میں پہنچا اور میں نے اپنے بدن اور کپڑوں کو دھویا اور پاک کیا۔ جب گیلے کپڑے پہن کر باہر نکلا تو اس وقت میرے جسم سے خوشبو آنے لگی۔ اللہ اکبر۔ ان کا اصل نام تو کچھ اور تھا لیکن چونکہ ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اس لئے لوگ انہیں خواجہ مشکی کہہ کر پکارتے تھے۔ تو ایک موٹی سی بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ نیکی سے جسم سے خوشبو آتی ہے اور گناہ سے جسم سے بدبو آتی ہے۔

احتیاط کی انتہا اسے کہتے ہیں......

انسان کو چاہئے کہ نہ تو وہ اپنی عبادت پہ ناز کرے اور نہ ہی اپنے آپ پر اعتماد کرے۔ ایک دفعہ کسی نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ اپنے دروازے کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے انہیں سلام کیا اور آگے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر واپسی پر اسی راستے سے گزرنے لگا تو دیکھا کہ ابھی تک حضرت عمرؓ دروازے کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا۔ اے امیر المومنین! آپ دروازے پر اس وقت سے بیٹھے ہوئے ہیں؟ آپ فرمانے لگے کہ میری بیٹی حفصہ ام المومنین ہے۔ وہ آج گھر آئی ہوئی ہے اور میری بیوی گھر پر نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے وہ گھر میں اکیلی ہے۔ اس لئے میں نے گھر میں اس کے پاس بیٹھنے کے بجائے یہاں دروازے پر بیٹھنا پسند کیا ہے۔ اللہ اکبر...... ہمارے اسلاف اس شیطان مردود کے شر سے اس قدر بچتے تھے۔ اس مردود کی چالوں کو اس وقت تک سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہو۔

حضرت ابودجانہؓ کی احتیاط

ہمیں ہر کام شریعت وسنت کے مطابق کرنا چاہئے وہ کام چھوٹا ہو یا بڑا۔ صحابہ کرامؓ اتنے محتاط تھے کہ حضرت ابودجانہؓ ایک صحابی ہیں، وہ فجر کی نماز پڑھتے اور پڑھنے کے بعد جلدی اپنے گھر چلے جاتے، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں فجر کی محفل میں نہیں بیٹھتے تھے۔ کسی نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ابودجانہؓ پتہ نہیں کس حال میں ہے کہ جلدی چلا جاتا ہے۔ جب نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم جلدی کیوں چلے جاتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہمسائے کے گھر میں ایک درخت ہے جس پر پھل لگے ہوئے ہیں' مگر اس کی کچھ شاخیں میرے گھر پر آتی ہیں اور جب رات ہوتی ہے تو شاخوں سے پھل میرے گھر میں گر جاتے ہیں' میں فجر کی نماز پڑھ کر جلدی جاتا ہوں تاکہ ان پھلوں کو اٹھا کر اس آدمی کے گھر میں واپس ڈال دوں' ایسا نہ ہو کہ میرے بچے جاگ جائیں اور بلا اجازت دوسرے کے پھل کھانے کے گناہ میں ملوث ہو جائیں' اتنی چھوٹی سی بات میں شریعت کا خیال رکھتے تھے۔

(خطبات ذوالفقار: ۵/۲۱۹)

خوفِ خدا ہو تو ایسا......

ایک تابعی کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو عیسائی بادشاہ نے قید کروا دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان کو قتل کروا دے۔ مگر اس کے وزیر نے کہا کہ نہیں اس کے اندر بہادری اتنی ہے کہ اگر یہ کسی طرح ہمارے مذہب پر آ جائے تو یہ ہماری فوج کا کمانڈر انچیف بنے گا۔ ایسا بندہ آپ کو کہاں سے مل سکے گا۔ اس نے کہا' اچھا میں اس کو اپنے مذہب پر لانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کو لالچ دوں گا۔ چنانچہ اس نے اس کو لالچ دیا کہ ہم تجھے سلطنت دیں گے۔ تم ہمارا مذہب اختیار کر لو۔ مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ جب انہوں نے کوئی توجہ ہی نہ دی تو وہ پریشانی کے عالم میں سوچ رہا تھا' اس دوران اس کی نوجوان بیٹی نے پوچھا' ابا جان! آپ پریشان کیوں بیٹھے ہیں؟ اس نے کہا' بیٹی! یہ معاملہ ہے وہ کہنے لگی' ابا جان! آپ مجھے اجازت دیں تو میں اسے راستہ پر لاتی ہوں۔

چنانچہ بادشاہ نے انہیں ایک کمرے میں بند کروا دیا اور اس لڑکی سے کہا کہ تم اسے راستہ پر لے آؤ۔ اب وہ لڑکی اس کے لئے کھانا لاتی اور بن سنور کر سامنے آتی۔ اس کا یہ سب کچھ کرنے کا مقصد انہیں اپنی طرف مائل کرنا تھا۔ وہ لڑکی اس طرح چالیس دن تک کوشش کرتی رہی۔ مگر انہوں نے اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد وہ ان سے کہنے لگی کہ آپ کیسے انسان ہیں۔ دنیا کا ہر مرد عورت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور میں اس قدر خوب صورت ہوں۔ ہزاروں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں اور میں تمہارے لئے روزانہ بن سنور کر آتی رہی' مگر تم نے تو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مرد نہیں

ہے یا کیا ہے؟

انہوں نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے غیرعورت کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے میں نے آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس لڑکی نے کہا کہ جب تمہیں پروردگار کے ساتھ اتنی محبت ہے تو پھر ہمیں بھی کچھ تعلیمات دو۔ چنانچہ انہوں نے اس لڑکی کو دین کی باتیں سکھانی شروع کر دیں۔ شکار کرنے کو آئے تھے شکار ہو کے چلے۔ بالآخر وہ لڑکی اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئی۔ لہٰذا انہوں نے اس کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیا۔ وہ کلمہ پڑھ کر کہنے لگی کہ اب میں مسلمان ہوں۔ لہٰذا اب میں یہاں نہیں رہوں گی۔ بعد میں اس نے خود ہی ایک ترکیب بتائی جس کی وجہ سے ان تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی قید سے نجات مل گئی اور وہ لڑکی خود بھی محلات کو چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ چلی گئی۔

حیرت کی بات ہے کہ ایک نوجوان لڑکی ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے چالیس دن تنہائی میں کوشش کرتی رہی مگر انہوں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ یا اللہ! ہمیں تو حیرانی ہوتی ہے۔ فرشتوں کو بھی تعجب ہوتا ہوگا۔ یہ کس لئے تھا؟ اس لئے کہ ان کا تزکیہ ہو چکا تھا اور نفس کے اندر سے گندگی نکل چکی تھی۔ مگر آج نوجوانوں کی حالت ایسی ہے کہ وہ گناہ اس لئے نہیں کر پاتے کہ کوئی گناہ کیلئے تیار نہیں ہوتا ورنہ اگر کوئی گناہ کا اشارہ کر دے تو گناہ کیلئے ابھی تیار ہو جائیں۔

خوفِ خدا کا اثر نسلوں تک

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ رات کو گلیوں کے اندر پہرہ دے رہے تھے۔ صبح صادق کا وقت قریب ہوگیا۔ ایک گھر سے عورتوں کے بولنے کی آواز آئی۔ آپ قریب ہو کر آواز سننے لگے۔ آپ نے محسوس کیا کہ ایک بوڑھی عورت اپنی کم عمر لڑکی سے کہنے لگی کہ بیٹی! کیا بکری نے دودھ دے دیا ہے؟ اس نے کہا' جی! دے دیا ہے۔ پوچھا کتنا دیا ہے؟ جواب ملا' تھوڑا دیا ہے۔ اس بوڑھی عورت نے کہا۔ لینے والے آئیں گے تو وہ تو پورا مانگیں گے۔ لڑکی نے کہا کہ بکری نے تو تھوڑا دیا ہے۔ بوڑھی عورت کہنے لگی' اچھا پھر اس میں پانی ملا دو تاکہ مقدار پوری ہو جائے۔ لڑکی نے کہا' میں کیوں پانی ملاؤں؟ بڑھیا نے کہا' کونسا عمر دیکھ رہا ہے؟ اس لڑکی نے جواب دیا کہ اماں! اگر عمرؓ نہیں دیکھ رہے تو عمرؓ کا خدا تو دیکھ رہا ہے۔ سیدنا عمرؓ نے یہ بات سنی

تو بہت خوش ہوئے اور واپس چلے گئے۔ صبح ہوتے ہی آپ نے ان دونوں کو بلایا تو پتہ چلا کہ وہ لڑکی جوان العمر تھی۔ آپ نے اپنے بیٹے کیلئے اسے پسند کر لیا اور اسے اپنی بہو بنا لیا۔ یہی لڑکی بڑی ہو کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی نانی بنی۔

مجھے میرا خدا دیکھ رہا ہے......

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جنگل میں بیٹھے تھے۔ ایک چرواہا وہاں آ پہنچا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ آؤ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ وہ کہنے لگا۔ انا صائم۔ میں روزہ دار ہوں۔ آپ حیران ہوئے کہ جنگل اور دوپہر میں دھوپ میں سارا دن پھرنے والا اور بکریوں کو چرانے والا یہ نوجوان روزے سے ہے۔ آپ کے دل میں یہ خیال آیا کہ اسے آزماتے ہیں۔ آپ نے اسے فرمایا کہ ایک بکری ہمارے ہاتھ بیچ دو۔ ہم تمہیں پیسے دیتے ہیں۔ اس کو ذبح کریں گے اور گوشت بھونیں گے۔ ہم بھی کھالیں گے اور تم بھی شام کو کھالینا۔ وہ کہنے لگا۔ جناب! یہ بکریاں میری نہیں ہیں۔ یہ تو میرے مالک کی ہیں۔ آپ نے فرمایا' تمہارا مالک یہاں تو نہیں ہے۔ کہہ دینا کہ بھیڑیا کھا گیا ہے۔ جیسے ہی آپ نے یہ کہا' وہ نوجوان فوراً آپ کو کہنے لگا کہ اگر میرا مالک اس وقت موجود نہیں تو فاین اللہ اللہ کہاں ہے؟ یعنی اگر میرا مالک موجود نہیں تو اس مالک کا مالک تو موجود ہے۔ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں خوف خداوندی یہ نعمت ایسی جاگزیں تھی۔ تنہائیوں میں بھی ان کے دلوں میں ہر وقت یہ استحضار رہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے وہ گناہوں سے بچتے تھے۔

بادشاہوں میں بھی خوف آخرت

محمد شاہ کمران کا ایک بادشاہ گزرا ہے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ شکار کو نکلا۔ بادشاہ سلامت شکار کھیل رہے تھے۔ سپاہیوں کے ہاتھ ایک بوڑھی عورت کی گائے آ گئی۔ انہوں نے اسے ذبح کر کے اس کا گوشت بھون کر کھا لیا۔ بڑھیا نے کہا کہ مجھے پیسے دے دو تا کہ میں کوئی اور گائے خرید لوں۔ انہوں نے پیسے دینے سے انکار کر دیا۔ اب وہ بڑی پریشان ہوئی۔ اس نے کسی عالم کو بتایا کہ میرا تو روزی کا دارومدار اسی گائے پر تھا۔ یہ سپاہی اس کو بھی کھا گئے ہیں۔ اور اب پیسے بھی نہیں دیتے۔ اب میں کیا کروں؟ انہوں نے کہا کہ بادشاہ نیک آدمی ہے۔ لہٰذا تم ڈائریکٹ جا کر بادشاہ سے بات کرو۔ اس نے کہا کہ مجھے یہ سپاہی آگے

جانے نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا کہ میں تجھے ایک طریقہ بتا دیتا ہوں کہ بادشاہ کو پرسوں اپنے گھر جانا ہے۔ اس کے گھر کے راستہ میں ایک دریا ہے اور اس کا ایک ہی پل ہے۔ وہ اس پر سے لازمی گزرے گا۔ تم اس پل پر پہنچ جانا اور جب بادشاہ کی سواری وہاں سے گزرنے لگے تو اس کی سواری ٹھہرا کر تم اپنی بات بیان کر دینا۔ چنانچہ تیسرے دن بڑھیا وہاں پہنچ گئی۔

بادشاہ کی سواری پل پر پہنچی تو بڑھیا تو پہلے ہی انتظار میں تھی۔ اس نے کھڑے ہو کر بادشاہ کی سواری روک لی۔ بادشاہ نے کہا' اماں! آپ نے میری سواری کو کیوں روکا ہے؟ بڑھیا کہنے لگی' محمد شاہ! میرا اور تیرا ایک معاملہ ہے۔ اتنا پوچھتی ہوں کہ تو وہ معاملہ اس پل پر حل کرنا چاہتا ہے یا قیامت کے دن پل صراط پر حل کرنا چاہتا ہے؟ پل صراط کا نام سنتے ہی بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ نیچے اترا اور کہنے لگا' "اماں میں اپنی پگڑی آپ کے پاؤں پر رکھنے کیلئے تیار ہوں' آپ بتائیں کہ آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟ مجھے معافی دے دو۔ میں قیامت کے دن پل صراط پر کسی جھگڑے کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔" چنانچہ اس بڑھیا نے اپنی بات بتا دی۔ بادشاہ نے اسے ستر گائیوں کے برابر قیمت بھی دے دی اور معافی مانگ کر اس بڑھیا کو راضی بھی کیا تاکہ قیامت کے دن پل صراط پر اس کا دامن نہ پکڑے۔

مولانا حسین علی اور خشیت الٰہی

ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں والے۔ حضرت خواجہ سراج الدین سے خلافت پائی۔ حالانکہ حضرت خواجہ سراج الدین ان کے شاگرد تھے۔ ان سے پڑھتے تھے۔ یہ بھی خلوص دیکھئے۔ ہمارے اکابر میں اخلاص کی اس سے بڑی کیا مثال ہوگی کہ جس کو کتابیں پڑھا رہے ہیں خود اسی سے بیعت ہو رہے ہیں۔ سلوک سیکھنے کیلئے اکابر کے اصاغر سے فیض پانے کی بہترین مثال اس دور میں اس سے بڑی نہیں مل سکتی۔ ان سے خلافت پائی لیکن اللہ تعالیٰ نے مقام بڑا دیا ہے۔

حضرت رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے۔ بڑی نسبت تھی' بڑے عالم تھے' لیکن جب ان کا آخری وقت آیا تو حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جو بھی ان سے ملنے آتا' وہ اس سے مصافحہ کرتے اور مصافحہ کر کے حال احوال پوچھتے اور حال احوال پوچھنے کے بعد فرماتے کہ دیکھو! میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے' آپ نے بھی تیاری کر لی ہوگی۔ مجھے بھی تیاری

کرنی ہے۔ اچھا پھر ملیں گے اور رخصت کر دیتے۔ پھر دوسرا آتا ملاقات کرتے' اس کا حال پوچھتے اور پھر یہی فرماتے۔ میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے میں نے بھی تیاری کرنی ہے آپ نے بھی تیاری کر لی ہوگی۔ اچھا پھر ملیں گے۔ کئی مہینے ان کا یہی معمول رہا۔ شوق واشتیاق اتنا بڑھ گیا تھا۔ سبحان اللہ جب کوئی پرندے کو آزاد کرنے لگتے تا اور پرندہ دیکھے کہ دروازہ کھلنے لگا ہے تو پرندہ پھڑکتا ہے۔ ایسی ان کی کیفیت تھی کہ میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے' ہم نے کبھی اس انداز سے سوچا کہ میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔

اونٹ کے دل میں بھی خوفِ خدا

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک صحابیؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' اے اللہ کے نبی ﷺ میرا ایک اونٹ ہے' میں سارا دن محنت مزدوری کرتا ہوں' اس اونٹ پر سامان لادتا ہوں' اور میں اس کے دانے پانی کا پورا پورا خیال رکھتا ہوں' لیکن جب میں رات کو آکر سوتا ہوں تو کبھی کبھی وہ ایسی دردناک آواز نکالتا ہے کہ میری آنکھ نہیں لگتی' اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں' آپ دعا فرما دیجئے کہ اونٹ مجھے رات کو سونے دیا کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے جب یہ بات سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے مدعی کی بات سن لی' اب ہم مدعا علیہ کو بھی بلائیں گے۔ چنانچہ اونٹ کو بلانے کا حکم دیا گیا' کتابوں میں لکھا ہے کہ جب اونٹ کو پیغام دیا گیا تو اونٹ بڑے ادب واحترام کے ساتھ چلتا ہوا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا وہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے آکر التحیات کی شکل میں بیٹھ گیا' نبی اکرم ﷺ نے اونٹ سے ارشاد فرمایا کہ تیرا مالک تیری شکایت بیان کر رہا ہے کہ وہ تیرے دانے پانی کا خیال رکھتا ہے لیکن تو اس کا خیال نہیں رکھتا اور رات کو ایسی آوازیں نکالتا ہے' کہ جس سے تیرے مالک کی نیند خراب ہوتی ہے' یہ کیا معاملہ ہے؟

یہ سن کر اونٹ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے' اور کہنے لگا' اے اللہ کے محبوب ﷺ! معاملہ یہ ہے کہ ہم دونوں سارا دن محنت مزدوری کرتے ہیں یہ میرا خیال رکھتے ہیں اور میں ان کا خیال رکھتا ہوں' یہ بوجھ لادتے ہیں اور میں لے کر پہنچاتا ہوں' یہ مجھے دانہ بھی دیتے ہیں ہم دونوں ایک دوسرے کے اچھے ساتھی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب اچھے ساتھی ہو تو پھر

اس کو سونے کیوں نہیں دیتے؟ وہ کہنے لگا' اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! معاملہ یہ ہے کہ کئی مرتبہ یہ تھکے ہوئے گھر آتے ہیں' مغرب کے بعد کھانا کھاتے ہیں' اس وقت کبھی کبھی ان پر نیند غالب آجاتی ہے تو دل میں سوچتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر کیلئے کمر سیدھی کرلوں پھر میں اٹھ کر عشا کی نماز پڑھ لوں گا' لیکن جب کمر سیدھی کرنے کیلئے لیٹتے ہیں تو نیند گہری ہوجاتی ہے' انہوں نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی ہوتی' رات کو کافی دیر ہوجاتی ہے' چونکہ میں قریب ہوتا ہوں اس لیے مجھے نیند نہیں آتی کہ اگر ان کی نماز قضا ہوگئی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں کہ تو نے اپنے ساتھی کو کیوں نہیں جگایا تھا تاکہ وہ میرے حکم کی پابندی کرلیتا' اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تھکاوٹ کی وجہ سے میرے اوپر بھی نیند کا غلبہ ہوتا ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کی وجہ سے ڈرتا ہوں اور دردناک آوازیں نکالتا ہوں کہ میرے مالک! اٹھ جا اور اپنے مالک کی بندگی کرلے۔ سبحان اللہ (واقعات فقیر:۱/۱۹۹)

دل سوزی سے توبہ کا اثر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک بڑا ہی گنہگار آدمی تھا۔ اس نے کبھی نیکی نہیں کی تھی۔ وہ ہر وقت جوانی والے شہوانی کاموں میں لگا رہتا تھا۔ یعنی دن رات نفسانی خواہشات کو پورا کرنے میں لگا رہتا تھا۔ گویا دن رات وہ شیطان بن کر کام کرتا رہتا تھا۔ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا تھا۔ وہ نفسانی خواہشات میں اتنا مست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اے میرے پیارے موسیٰ! فلاں بندہ کو جاکر میرا پیغام دے دو کہ تمہیں میں نے دنیا میں بندگی کیلئے بھیجا تھا مگر تم نے دنیا میں جاکر نافرمانی کی۔ تم نے اتنے گناہ کیے کہ گناہوں نے تمہارا احاطہ کرلیا۔ اب میں تم سے ناراض ہوں۔ اس لئے تمہیں میں نہیں بخشوں گا اور قیامت کے دن میں تمہیں جہنم کا عذاب دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ پیغام سنایا کہ تم نے اتنے گناہ کیے اتنے گناہ کیے کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے بندے! میں تجھ سے غضبناک ہوں' تو نے قدم قدم پر میرے حکموں کو توڑا اور میرے پیغمبر کی سنتوں کو چھوڑا' لہٰذا میں تم سے خفا ہوں۔ اب میں تجھے نہیں بخشوں گا اور تجھے جہنم میں ڈالوں گا۔ اس بندے نے جب یہ بات سنی تو اس بندے کے دل میں ایک عجیب طرح کی کیفیت پیدا ہوئی۔ وہ

سوچنے لگا کہ اوہو! میں اتنا گنہگار ہوں کہ پروردگار مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کے ذریعہ پیغام بھیج دیا کہ میں تجھ سے خفا ہوں' تجھ سے راضی نہیں ہوں گا اور تجھے جہنم کی آگ میں ڈالوں گا۔ وہ یہی باتیں سوچتے سوچتے جنگل کی طرف نکل گیا۔ وہ ویرانے میں جا کر اپنے پروردگار سے مناجات کرنے لگا کہ اے اللہ! میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ میں نے بڑے بڑے گناہ کیے' کوئی وقت نہیں چھوڑا۔ دن میں بھی کیے رات میں بھی کیے۔ محفل میں بھی کیے اور تنہائی میں بھی کیے۔ اے اللہ! میں نے گناہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میں نے سر پر گناہوں کے بڑے بڑے بوجھ لاد لیے ہیں۔ مگر اے اللہ! اگر میرے پاس گناہ اتنے ہو گئے کہ تیرے عفو و درگزر کے خزانوں سے بھی زیادہ ہیں۔ میرے والی! اگر تو کسی کو پیچھے دھکیلے گا تو پھر کون ان کا غمگسار ہوگا۔ اے بے کسوں کے دستگیر! میں تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو مجھے مایوس نہ فرما۔ تیری رحمت میرے گناہوں سے زیادہ ہے اور میرے گناہ تیری رحمت سے تھوڑے ہیں۔ بالآخر اس نے یہاں تک کہہ دیا' اے پروردگار! اگر میرے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ بخشش کے قابل نہیں ہیں تو پھر میری ایک فریاد سن لے' تیری جتنی بھی مخلوق ہے ان سب کے گناہ تو میرے سر پر ڈال دے۔ مجھے قیامت کے دن عذاب دے دینا مگر اپنے باقی بندوں کو معاف کر دینا۔

اس کے یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کو پسند آ گئے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فوراً موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی کہ اے میرے پیغمبر علیہ السلام! اس بندے کو بتا دیجئے کہ جب تم نے میری رحمت کا اتنا سہارا لیا تو سن لے کہ میں حنان ہوں' منان ہوں' رحیم ہوں' کریم ہوں۔ لہٰذا میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا۔ بلکہ تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیا۔

ندامت پر نجات' جرأت پر عذاب

بنی اسرائیل میں ایک بزرگ داموس رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ایک دفعہ وہ اپنی بستی سے باہر نکلے۔ سامنے پہاڑ پر نظر پڑی تو سارے پہاڑ خشک نظر آئے۔ ان پر سبزہ نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کتنا اچھا ہوتا کہ ان پر سبزہ ہوتا۔ آبشاریں ہوتیں' مرغزاریں ہوتیں اور خوبصورت منظر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے دل میں الہام فرمایا کہ اے میرے پیارے! تو نے بندگی چھوڑ دی اور اب تو میرا مشیر بن گیا ہے۔ اب تجھے میری تخلیق میں کمی اور کوتاہی نظر آتی

ہے۔ جب یہ الہام ہوا تو وہ گھبرا گئے اور انہوں نے اپنے دل میں ایک نیت کر لی کہ جب تک اللہ رب العزت کی طرف سے میرے دل میں واضح طور پہ یہ بات نہیں آئے گی کہ میری کوتاہی کو معاف کر دیا گیا ہے میں اس وقت تک اپنے آپ کو سزا دوں گا۔ یہ اللہ والوں کا طریقہ رہا ہے کہ اگر کبھی کوتاہی ہو جاتی تو وہ اپنے آپ کو سزا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ داموس رحمۃ اللہ علیہ نے سزا کے طور پر دل میں تہیہ کر لیا کہ جب تک میری غلطی معاف نہیں ہو جاتی نہ تو کھانا کھاؤں گا اور نہ ہی پانی پیوں گا۔ بس روزہ کی حالت میں رہوں گا۔ یہ بندے اور اللہ کا اپنا معاملہ ہوتا ہے۔ حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بندے سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو وہ اپنے اوپر کوئی سزا مقرر کر سکتا ہے۔ مثلاً میں اتنا پیسہ صدقہ کروں گا یا میں اتنے نفل پڑھا کروں گا یا کوئی ایسا کام کہ جس سے انسان کے نفس پر بوجھ پڑے اور وہ گھبرائے۔ انہوں نے بھی یہی کیا کہ دل میں سزا کے طور پر فیصلہ کر لیا۔

داموس رحمۃ اللہ علیہ دو چار دن کے بعد ایک قریبی بستی میں گئے۔ وہاں کوئی تقریب منعقد ہو رہی تھی۔ بستی والوں نے کھانا وغیرہ پکایا ہوا تھا۔ جب دستر خوان لگا تو لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ بھی کھائیں۔ انہوں نے معذرت چاہی مگر کچھ لوگ پیچھے ہی پڑ گئے کہ جی آپ ضرور کھائیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں مجھے کھانا نہیں کھانا ہے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا کہ آخر وجہ کیا ہے؟ انہوں نے وجہ بتا دی کہ مجھ سے یہ کوتاہی ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ جناب! یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ ہم سب بستی والے مل کر اس گناہ کا عذاب بھگت لیں گے۔ آپ کھانا کھا لیجئے۔ کہنے والوں نے جیسے ہی یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً داموس رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ الہام فرمایا کہ میرے پیارے! آپ اس بستی سے فوراً نکل جائیں۔ چنانچہ جیسے ہی وہ نکلے اللہ رب العزت نے اس بستی والوں کو زمین کے اندر دھنسا دیا۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ

چنانچہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جوانی میں کسی عورت کے ساتھ تعلقات بنا بیٹھے۔ حتیٰ کہ اس کو کہا کہ ملنے کیلئے کوئی وقت نکالو۔ اس نے کوئی رات کا وقت دیا۔ یہ ساری رات انتظار میں رہے۔ مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ اسی حالت میں صبح کی اذان ہو گئی۔ جب اذان ہو گئی تو دل پر چوٹ لگی کہ میں ایک عورت کی وجہ سے ساری رات جاگتا رہا۔ مجھے اس عورت کا بھی ملاپ

نصیب نہ ہوا۔ کاش میں اللہ رب العزت کی محبت میں ساری رات جاگتا تو مجھے اللہ اپنی ولایت نصیب فرما دیتے۔ یہ سوچ کر دل میں پکی توبہ کر لی اور علم حاصل کرنے کیلئے علماء کی ایک بستی کی طرف چل پڑے۔ چنانچہ جب شہر سے باہر نکلے' ایک اور بزرگ بھی اس بستی کے قریب جا رہے تھے۔ سخت گرمی کے عالم میں یہ بادل کے سایہ میں چلتے رہے۔ یہ سمجھتے رہے کہ شیخ کی برکت ہے کہ بادل کا سایہ ہے اور شیخ بھی یہی سمجھتے رہے کہ اوپر اللہ کی رحمت ہوئی کہ بادل کا سایہ ہے۔ لیکن جب اپنی اپنی منزل کی طرف جاتے ہوئے دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو اس شیخ کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بادل کا سایہ تو عبداللہ بن مبارک کے سر پر تھا۔ وہ واپس لوٹے اور عبداللہ بن مبارک کو پکڑ کر کہا کہ مجھے اللہ کیلئے بتاؤ کہ تم نے کونسا عمل کیا کہ اللہ نے گرمی کی شدت سے حفاظت کیلئے تیرے سر پر بادل کا سایہ کر دیا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہا کہ میں نے ایک گناہ سے سچی توبہ کی اور میں نیک بننے کیلئے علماء کی بستی کی طرف چل پڑا۔ میرا پروردگار کتنا قدردان ہے کہ اس نے دنیا کی دھوپ میں بچنے کا انتظام کر دیا' میں امید کرتا ہوں کہ وہ جہنم کی آگ سے بھی محفوظ فرما دے گا۔

تو جو پروردگار اتنا قدردان ہو کہ آدمی اگر گناہوں سے سچی توبہ کر لے تو پروردگار دنیا کی تپش سے بچا دیتا ہے تو پھر جہنم کی آگ اسے انہیں کیوں محفوظ نہیں فرمائے گا۔

ایک بدنام زمانہ کی بدلتی زندگی......

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا دور ہے۔ آپ کی ایک شاگردہ جو باقاعدہ آپ کا درس سننے کیلئے آیا کرتی تھی۔ اس کا ایک بیٹا تھا۔ خاوند کا اچھا کاروبار تھا۔ یہ نیک عورت تھی۔ عبادت گزار خاتون تھی۔ باقاعدہ درس سنتی اور نیکی پر زندگی گزارتی تھی۔ اس بیچاری کا جوانی میں خاوند چل بسا۔ اس نے دل میں سوچا کہ ایک بیٹا ہے۔ اگر میں دوسرا نکاح کر لوں گی' مجھے تو خاوند مل جائے گا۔ مگر بچہ کی زندگی برباد ہو جائے گی۔ پتہ نہیں وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ اب وہ جوان ہونے کے قریب ہے۔ یہی میرا سہارا ہو گی۔ لہٰذا یہ سوچ کر ماں نے جذبات کی قربانی دی۔ ایسی عورت حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو اس طرح اگلی شادی نہ کرے اور بچوں کی تربیت اور حفاظت کیلئے اسی طرح زندگی گزارے تو باقی پوری زندگی اس کو غازی بن کر زندگی گزارنے کا ثواب دیا جائے گا۔ کیونکہ جہاد کر رہی ہے اپنے نفس کے خلاف۔ لہٰذا وہ ماں

گھر میں بچہ کا پورا پورا خیال رکھتی تھی۔ لیکن یہ بچہ جب گھر سے باہر نکل جاتا تو ماں سے نگرانی نہ ہو پاتی۔ اب اس کے پاس مال کی بھی کمی نہیں تھی۔ اٹھتی جوانی تھی اور یہ اٹھتی جوانی کلوروفارم کے نشہ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے اس کا نشہ مریض کو سنگھاؤ تو کچھ پتہ نہیں چلتا۔ دن کب چڑھا کب ڈوبا؟ یہ جوانی بھی اسی طرح ہوتی ہے۔ دیوانی' مستانی' شہوانی۔ کچھ پتہ نہیں ہوتا اس جوانی میں نوجوانوں کو کیا ہو رہا ہے۔ اپنے جذبات میں لگے ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ بچہ بری صحبت میں گرفتار ہو گیا۔ شباب اور شراب کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ ماں برابر سمجھاتی لیکن بچے پر کچھ اثر نہ ہوتا۔ بچپنا گمراہ بن گیا۔ وہ ان کو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے کر آتی۔ حضرت بھی اس کو کئی کئی گھنٹے سمجھاتے۔ لیکن اس کو نیکی کی طرف دھیان ہی نہیں تھا۔ کبھی کبھی ماں کو ملنے آتا۔ ماں پھر سمجھاتی اور پھر اس کو حضرت کے پاس لے جاتی۔ حضرت بھی سمجھاتے' دعائیں بھی کرتے' مگر اس کے کان پر جوں نہ رینگتی۔ حتیٰ کہ حضرت کے دل میں یہ بات آئی کہ شاید اس کے دل پہ مہر لگ گئی ہے۔ کذالك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار۔

کبھی کبھی اللہ تعالیٰ مہر جباریت لگا دیتا ہے۔ دلوں کو پتھروں سے بھی زیادہ سخت کر دیتا ہے۔ لہٰذا حضرت کے دل میں بھی یہ بات آئی کہ شاید اب اس کا دل پتھر بن گیا ہے۔ مہر لگ گئی ہے۔ ماں تو بہر حال ماں ہوتی ہے۔ دنیا میں ماں ہی تو ہے جو اچھوں سے بھی پیار کرتی ہے بروں سے بھی پیار کرتی ہے۔ اس کی نظر میں تو بچے بچے ہی ہوتے ہیں۔ ساری دنیا اچھوں سے پیار کرتی ہے مگر ماں وہ شخصیت ہے اولاد بری بھی ہو جائے' وہ کہے گی قسمت ان کی مگر میرے تو بچے ہیں۔ ماں تو ان کو نہیں چھوڑ سکتی۔ باپ بھی کہہ دیتا ہے کہ گھر سے نکل جاؤ' اس کو دھکا دو' مگر ماں کبھی نہیں کہتی۔ اس کے دل میں اللہ نے محبت رکھی ہے۔ چنانچہ ماں اس کیلئے پھر کھانا بنا کر دیتی ہے۔ اس کیلئے دروازہ کھولتی ہے اور پھر پیار سے سمجھاتی ہے۔ میرے بیٹے نیک بن جا۔ زندگی اچھی کر لے۔ اب دیکھئے اللہ کی شان کہ کئی سال برے کاموں میں لگ کر اس نے صحت بھی تباہ کر لی اور دولت بھی تباہ کر لی۔ اس کے جسم میں بیماریاں پیدا ہو گئیں۔ ڈاکٹروں نے بیماری بھی لاعلاج بتائی۔ شباب کے کاموں میں پھر ٹی بی تو ہوتی ہے۔ تو لاعلاج بیماری لگ گئی۔ لہٰذا اب اٹھنے کی بھی سکت نہ رہی اور بستر پر پڑ گیا۔ اتنا کمزور ہو گیا کہ اب اس کو آخرت کا سفر نظر آنے لگا۔ ماں پھر پاس بیٹھی ہوئی محبت سے سمجھا رہی ہے۔

میرے بیٹے تو نے جو زندگی کا حشر کرلیا وہ تو کرلیا۔ اب بھی وقت ہے تو معافی مانگ لے توبہ کرلے۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں۔ جب ماں نے پھر پیار و محبت سے سمجھایا۔ پھر اس کے دل پر کچھ اثر ہوا' کہنے لگا کہ ماں میں کیسے توبہ کروں؟ میں نے تو بہت بڑے بڑے گناہ کئے ہیں۔ ماں نے کہا' بیٹا حضرت سے پوچھ لیتے ہیں۔ کہا امی میں چل کر جا نہیں سکتا آپ اٹھا کر لے جا نہیں سکتیں۔ تو میں کیسے ان تک پہنچوں گا؟ امی آپ ایسا کریں کہ خود ہی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جائیں اور حضرت کو بلا کر لے آئیں۔ ماں نے کہا' ٹھیک ہے بیٹا۔ میں حضرت کے پاس جاتی ہوں۔ بچے نے کہا کہ امی اگر آپ کے آنے تک میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو امی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہنا کہ میرے جنازہ کی نماز بھی وہی پڑھائیں۔ چنانچہ ماں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئیں' حضرت کھانے سے فارغ ہوئے تھے اور تھکے ہوئے تھے اور درس بھی دینا تھا اس لئے قیلولہ کیلئے لیٹنا چاہتے تھے۔ ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا' پوچھا کون؟ عرض کیا حضرت میں آپ کی شاگردہ ہوں۔ میرا بچہ اب آخری حالت میں ہے وہ توبہ کرنا چاہتا ہے۔ آپ گھر تشریف لے چلیں اور میرے بچے کو توبہ کرا دیں۔ حضرت نے سوچا کہ اب پھر وہ اس کو دھوکہ دے رہا ہے' پھر وہ اس کا وقت ضائع کرے گا اور اپنا بھی کرے گا۔ سالوں گزر گئے اب تک تو کوئی بات اثر نہ کر سکی اب کیا کرے گی۔ کہنے لگے میں اپنا وقت کیوں ضائع کروں؟ میں نہیں آتا۔ ماں نے کہا' حضرت اس نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازہ کی نماز حسن بصری پڑھائیں۔ حضرت نے کہا' میں اس کے جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھاؤں گا۔ اس نے تو کبھی نماز ہی نہیں پڑھی اور کچھ حضرات تھے اس امت میں جو بے نمازی کے جنازے کی نماز نہیں پڑھاتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ یہ تو امام اعظم پر اللہ تعالیٰ رحمتیں برسائے کہ انہوں نے گنجائش رکھی آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نے کافروں والا کام تو کیا مگر کفر کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا۔ تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس نے تو کبھی نماز نہیں پڑھی' لہٰذا میں جنازہ بھی نہیں پڑھاؤں گا۔ اور نہ پڑھوں گا۔ اب وہ شاگردہ تھی چپکے سے اٹھی مغموم دل ہے ایک طرف بیٹا بیمار دوسری طرف سے حضرت کا انکار اس کا غم تو دوگنا ہو گیا تھا۔ وہ بیچاری آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے اپنے گھر واپس آئی۔ بچے نے ماں کو زار و قطار روتا ہوا دیکھا۔ اب اس کا دل

اور معموم ہو گیا۔ کہنے لگا امی آپ کیوں اتنا زار و قطار رو رہی ہیں؟ ماں نے کہا' بیٹا! ایک تیری یہ حالت ہے اور دوسری طرف حضرت نے تیرے پاس آنے سے انکار کر دیا۔ تو اتنا برا کیوں ہے کہ وہ تیرے جنازہ کی نماز بھی پڑھانا نہیں چاہتے؟ اب یہ بات بچے نے سنی تو اس کے دل پر چوٹ لگی اس کے دل پر صدمہ ہوا کہنے لگا امی مجھے مشکل سے سانس آ رہی ہے۔ ایسا نہ ہو میری سانس اکھڑنے والی ہو لہٰذا میری ایک وصیت سن لیجئے۔ ماں نے پوچھا' بیٹا وہ کیا؟ کہا' میری وصیت یہ ہے کہ جب میری جان نکل جائے تو سب سے پہلے اپنا دوپٹہ میرے گلے میں ڈالنا' میری لاش کو کتے کی طرح صحن میں گھسیٹنا جس طرح مرے ہوئے کتے کی لاش گھسیٹی جاتی ہے۔ ماں نے پوچھا' بیٹا وہ کیوں؟ کہا امی اس لئے کہ دنیا والوں کو پتہ چلے کہ جو اپنے رب کا نافرمان اور ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے اس کا انجام یہ ہوا کرتا ہے۔ اور امی مجھے قبرستان میں دفن نہ کرنا۔ ماں نے کہا' بیٹے! تجھے قبرستان میں دفن کیوں نہ کروں؟ کہا' امی مجھے اس صحن میں دفن کر دینا ایسا نہ ہو کہ میرے گناہوں کی وجہ سے قبرستان کے مردوں کو تکلیف پہنچے۔ جس وقت نوجوان نے ٹوٹے دل سے عاجزی کی یہ بات کہی تو پروردگار کو اس کی یہ بات اچھی لگی۔ روح قبض ہو گئی ابھی روح نکلی ہی تھی اور ماں اس کی آنکھیں بند کر رہی تھی کہ باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ عورت نے اندر سے پوچھا مَنْ دَقَّ الْبَابَ کون ہے جس نے دروازہ کھٹکھٹایا؟ جواب آیا میں حسن بصری ہوں۔ کہا حضرت آپ کیسے؟ فرمایا جب میں نے تمہیں جواب دے دیا اور میں سو گیا تو خواب میں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوا۔ پروردگار نے فرمایا۔ حسن بصری تو میرا کیسا ولی ہے؟ میرے ایک ولی کا جنازہ پڑھنے سے انکار کرتا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی توبہ قبول کر لی ہے۔ تیرے بچے کی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے حسن بصری آیا کھڑا ہے۔

پیارے اللہ جب آپ اتنے کریم ہیں کہ مرنے سے چند لمحہ پہلے اگر کوئی بندہ شرمندہ ہوتا ہے آپ اس کی زندگی کے گناہوں کو بھی معاف کر دیتے ہیں۔ تو میرے مالک! آج ہم آپ کے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں آج ہم اپنے جرم کی معافی مانگ رہے ہیں۔ اپنی خطاؤں کی معافی مانگ رہے ہیں۔ میرے مالک ہم مجرم ہیں۔ ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اللہ ہم جھوٹ نہیں بول سکتے۔ ہماری حقیقت آپ کے سامنے کھلی ہے۔ مگر رحمت

فرما دیجئے۔ میرے مولیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔ ہمیں تو دھوپ کی گرمی بھی برداشت نہیں ہوتی' اللہ تیرے جہنم کی گرمی کہاں برداشت ہوگی۔ اے پروردگار عالم! ہماری توبہ قبول فرمالیجئے اور باقی زندگی ایمانی' اسلامی' قرآنی بسر کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔

یحییٰ بن اکثم کی موئے سفید پر مغفرت......

یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا حضرت آگے کیا بنا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میری پیشی ہوئی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا' یحییٰ تم میرے پاس کیا لائے ہو؟ میں نے کہا اے اللہ! میرے پاس اعمال کا ذخیرہ تو ہے نہیں۔ اللہ ایک حدیث مبارک میں نے سنی ہے۔ پوچھا کونسی حدیث؟ عرض کیا' اے اللہ! میں نے اپنے استاد معمر سے سنا' انہوں نے زہری سے سنا' انہوں نے عروہ سے سنا' انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' انہوں نے جبرئیل علیہ السلام سے سنا اور جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ میرا وہ بندہ جو کلمہ گو ہو اور اس کے بال سفید ہو جائیں اور اس حال میں وہ میرے سامنے پیش کر دیا جائے تو اس کے سفید بالوں کو دیکھ کر مجھے حیا آتی ہے اور میں ایسے بندے کو عذاب نہیں دیا کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے بھی ٹھیک سنا' معمر نے بھی ٹھیک سنا' زہری نے بھی ٹھیک کہا' عروہ نے بھی ٹھیک کہا' عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی ٹھیک کہا' میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ٹھیک کہا' جبرئیل نے بھی ٹھیک کہا' اور ہم نے بھی سچ کہا' مجھے سفید بالوں والے مومن سے واقعی حیا آتی ہے۔ یحییٰ' تیرے سفید بالوں کو دیکھ کر میں نے جہنم کی آگ کو تیرے اوپر حرام کر دیا۔

اللہ ہی دے گا......

دیکھئے ایک بوڑھی عورت تھی' بیچاری نادار تھی' معذوری تھی۔ روٹی نہیں ملتی تھی۔ تڑپتی تھی۔ گھروں سے جا کر مانگتی تھی۔ کبھی کسی کے پاس ہوتا تو دے دیتا اور جس کے پاس نہ ہوتا تو وہ کہتا کہ اچھا بی بی اللہ دے گا۔ اللہ کی شان کہ اس بڑھیا کی وفات ہوگئی۔ کسی نے خواب میں زیارت کی۔ پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ میں اللہ کے حضور پیش ہوئی۔ فرشتوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا لائی؟ میں رونے لگ گئی۔ میں نے کہا کہ دیکھو ساری زندگی در در کی ٹھوکریں کھاتی رہی۔ جدھر ہاتھ پھیلاتی تھی وہ کہتا تھا' اللہ دے گا۔ اب میں اللہ کے حضور میں آئی ہوں تو میں

تو ساری عمر تنگی رہی اللہ دے گا۔ اللہ دے گا اور تم پوچھتے ہو کیا لے کر آئی؟ تو مجھے اللہ کب دے گا؟ اس کی بات اللہ کو پسند آئی۔ کہتے ہیں اسی پر اللہ نے گناہوں کی مغفرت کر دی۔ بس مانگنا ہمارا کام ہے۔

دھنستا ہوا قارون اگر مجھ سے مانگتا......

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قارون نے کسی عورت کے ذریعہ سے الزام لگوایا۔ جب حقیقت کھلی تو موسیٰ علیہ السلام کو بڑا دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اے اللہ اس نے میرے اوپر الزام لگایا۔ فرمایا! اے میرے نبی علیہ السلام تو جو بھی حکم دے گا۔ زمین اس کو مانے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا" اے قارون! دھنس جا۔" قارون کچھ دھنس گیا۔ زمین کو پھر کہا' قارون پھر دھنس گیا۔ اب قارون رو رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام مجھے معاف کر دیجئے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام جلال میں تھے۔ تیسری بار پھر فرمایا' اے زمین! اسے نگل جا۔ زمین اسے نگل گئی۔ جب زمین نگل چکی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ اے میرے پیارے نبی! آپ جلال میں تھے۔ آپ نے تین دفعہ حکم دیا زمین نے اسے نگل لیا۔ لیکن میں اپنے عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس وقت قارون میرے سامنے معافی مانگ لیتا اور میں معاملہ کر رہا ہوتا تو میں یقیناً اس کی توبہ قبول کر لیتا۔ اللہ رب العزت کو بندے کی توبہ بہت محبوب ہے۔

نظر کرم ہوتی ہے کس کے دل پر......

ایک بزرگ جا رہے تھے۔ کچھ بچے آپس میں بحث کر رہے تھے۔ جب قریب سے گزرے تو وہ بچے کہنے لگے۔ بابا جی ہم آپس میں کسی مسئلہ پر بحث کر رہے ہیں' آپ ذرا فیصلہ کر دیں۔ اس نے کہا بیٹا کیا مسئلہ ہے۔ بچے نے کہا کہ ہم آپس میں بحث کر رہے ہیں کہ ایک آدمی بڑا نیک ہو' کبھی گناہ نہ کیا ہو' اس کے دل پر اللہ کی خاص نظر رہتی ہے یا ایک آدمی بڑا ہی گنہگار ہو اور سچی توبہ کر لے اس کے دل پر خاص نظر رہتی ہے۔ وہ بزرگ فرمانے لگے بیٹا! میں عالم تو نہیں ہوں' تاہم ایک بات میرے تجربے میں آئی ہے کہ میں کپڑا بنتا ہوں' کھڈی چلاتا ہوں' دھاگے ہوتے ہیں۔ میرے تجربے میں بات آئی کہ جو دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے میں اسے گرہ لگاتا ہوں۔ اس کے بعد اس پر خصوصی نظر رکھتا ہوں کہ دوبارہ ٹوٹ نہ

جائے۔ ممکن ہے جو بندہ شیطان کے راستے کو چھوڑ کر سچی توبہ کر لے اللہ سے اپنی گانٹھ باندھ لے ممکن ہے اس کے دل پر اللہ کی خاص نظر رہتی ہو کہ یہ بندہ دوبارہ ٹوٹ جائے۔

ٹوٹے دل پر رحمت کا سایہ

کتابوں میں ایک دلچسپ اور عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک خاتون نہایت ہی پاک دامن اور نیک تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو۔ وہ درود شریف بھی بہت پڑھتی تھیں۔ لیکن زیارت نہیں ہوتی تھی۔ ان کے خاوند بڑے اللہ والے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنے خاوند سے اپنی یہی تمنا ظاہر کی کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ مجھے بھی نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہو۔ لیکن کبھی یہ شرف نصیب نہیں ہوا۔ اس لئے آپ مجھے کوئی عمل ہی بتا دیں جس کے کرنے سے خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت کی سعادت حاصل کرلوں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو عمل تو بتاؤں گا لیکن آپ کو میری بات ماننی پڑے گی۔ وہ کہنے لگی کہ آپ مجھے جو بات کہیں گے میں وہ مانوں گی۔ وہ کہنے لگے کہ اچھا تو بن سنور کر دلہن کی طرح تیار ہو جاؤ۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ اس نے غسل کیا' دلہن والے کپڑے پہنے' میک اپ کیا' زیور پہنے اور دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھ گئی۔ جب وہ دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھ گئی تو وہ صاحب ان کے بھائی کے گھر چلے گئے اور جا کر اس سے کہا کہ دیکھو میری کتنی عمر ہو چکی ہے اور اپنی بہن کو دیکھو کہ وہ کیا بن کر بیٹھی ہوئی ہے۔ جب بھائی گھر آیا اور اس نے اپنی بہن کو دلہن کے کپڑوں میں دیکھا تو اس نے اسے ڈانٹنا شروع کر دیا۔ کہ تم کو شرم نہیں آتی' کیا یہ عمر دلہن بننے کی ہے۔ تمہارے بال سفید ہو چکے ہیں۔ تمہاری کمر سیدھی نہیں ہوتی اور بیس سال کی لڑکی بن کر بیٹھی ہوئی ہے۔ اب جب بھائی نے ڈانٹ پلائی تو اس کا دل ٹوٹا اور اس نے رونا شروع کر دیا۔ حتی کہ وہ روتے روتے سو گئی۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ اللہ رب العزت نے اسے اسی نیند میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروا دی۔ سبحان اللہ

وہ زیارت کرنے کے بعد بڑی خوش ہوئی۔ لیکن خاوند سے پوچھنے لگی کہ آپ نے وہ عمل بتایا نہیں جو آپ نے کہا تھا اور مجھے زیارت تو ویسے ہی ہو گئی۔ وہ کہنے لگے اللہ کی بندی! یہی عمل تھا۔ کیونکہ میں نے تیری زندگی پر غور کیا۔ مجھے تیرے اندر ہر نیکی نظر آئی۔ تیری زندگی شریعت وسنت کے مطابق نظر آئی۔ البتہ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ میں چونکہ آپ سے پیار

محبت کی زندگی گزارتا ہوں اس لئے آپ کا دل کبھی نہیں ٹوٹا۔ اس وجہ سے میں نے سوچا کہ جب آپ کا دل ٹوٹے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اترے گی اور آپ کی تمنا کو پورا کر دیا جائے گا۔ اسی لئے تو میں نے ایک طرف آپ کو دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھنے کو کہا اور دوسری طرف آپ کے بھائی کو بلا کر لے آیا۔ اس نے آ کر آپ کو ڈانٹ پلائی جس کی وجہ سے آپ کا دل ٹوٹا اور اللہ رب العزت کی ایسی رحمت اتری کہ اس نے آپ کو اپنے محبوب ﷺ کی زیارت کروا دی۔ اللہ اکبر

خدا کا در تھام لیجئے

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ سبحان اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک گلی سے گزر رہا تھا۔ ایک دروازہ کھلا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی آٹھ نو سال کا بچہ ہے اور اس کی ماں اس سے خفا ہو کر اس کو جھڑک رہی ہے۔ اس کو دھکے دے رہی ہے کہہ رہی ہے تو نافرمان بن گیا ہے۔ میری کوئی بات نہیں سنتا۔ کوئی کام نہیں کرتا۔ دفع ہو جا۔ چلا جا۔ یہاں سے یہ کہہ کر ماں نے جو دھکا دیا تو وہ بچہ گھر سے باہر آ گیا۔ فرماتے ہیں کہ ماں نے کنڈی لگا لی۔ اب میں وہیں کھڑا رہ گیا کہ دیکھوں اب ہوتا کیا ہے؟ فرماتے ہیں بچہ رو رہا تھا چونکہ مار پڑی تھی۔ خیر وہ اٹھا اور کچھ سوچتا سوچتا ایک طرف کو چلنے لگا۔ چلتے چلتے وہ ایک گلی کے موڑ پر پہنچا۔ وہاں کھڑے ہو کر وہ کچھ سوچتا رہا اور سوچنے کے بعد اس نے پھر واپس آنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے اپنے گھر کے دروازے پر آ کر اور آ کر بیٹھ گیا۔ تھکا ہوا تھا روتا بھی کافی دیر سے رہا تھا، دہلیز پر سر رکھا نیند آ گئی۔ وہیں سو گیا۔ چنانچہ کافی دیر کے بعد اس کی والدہ نے کسی کام کیلئے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتی ہے کہ بیٹا اسی دہلیز پر سر رکھے پڑا ہوا ہے۔ والدہ کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ وہ پھر ناراض ہونے لگی اور کہنے لگی چلا جا یہاں سے۔ دور ہو جا میری نگاہوں سے۔ جب اس نے پھر سے ڈانٹا اب وہ بچہ کھڑا ہو گیا آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہنے لگا امی جب آپ نے گھر سے دھکا دیا تھا تو میں نے سوچا تھا کہ میں چلا جاؤں۔ میں بازار میں جا کر بھیک مانگ لوں گا۔ مجھے کچھ نہ کچھ کھانے کو مل جائے گا۔ امی میں نے سوچا کہ میں کسی کے جوتے صاف کر دیا کروں گا۔ چند پیسے مل جائیں گے۔ امی میں کسی کے گھر کا نوکر بن کر رہ جاؤں گا۔ مجھے جگہ مل جائے گی۔ مجھے کھانا بھی مل جائے گا۔ امی یہ سوچ کر میں گلی سے

اس موڑ تک چلا گیا تھا۔ مجھے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے دنیا کی سب نعمتیں مل جائیں گی لیکن امی جو محبت مجھے آپ دے سکتی ہیں یہ محبت مجھے کہیں نہیں مل سکتی۔ امی یہ سوچ کر میں واپس آ گیا ہوں۔ امی میں اسی در پر پڑا ہوں تو مجھے دھکے دے یا مار، میں کہیں نہیں جا سکتا۔ جب اس بچے نے یہ بات کہی ماں کی مامتا جوش میں آئی۔ اس نے بچے کو سینے سے لگا لیا اور کہا میرے بیٹے! اگر تیرے دل میں یہ کیفیت ہے کہ جو محبت میں تجھے دے سکتی ہوں وہ کوئی نہیں دے سکتا تو میرے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

اس طرح اگر ہم دربار خدا کو تھام لیں تو خدائے پاک اپنی رحمت ومغفرت سے ہمیں چمٹا لیں گے۔

کتے کی نصیحت!...... مالک کے در کو نہ چھوڑیئے

ایک متوکل صاحب اللہ پر توکل کرنے کی محنت کر رہے تھے۔ وہ ایک ویرانے میں عبادت کر رہے تھے۔ انہیں اللہ کی رحمت سے روزانہ کھانا مل جاتا تھا۔ ان کو تین سال تک کھانا ملتا رہا۔ ایک مرتبہ انہیں کھانا ملنا بند ہو گیا۔ تین دن کا فاقہ ہونے کی وجہ سے لاچار ہو گئے۔ چنانچہ کہنے لگے کہ کسی بندے سے جا کر کھانا لانا پڑے گا۔ لہٰذا وہاں سے گئے اور کسی بندے کے در پر جا کر سوال کیا۔ اس بندے نے اس کو تین روٹیاں دے دیں۔

وہ روٹیاں لے کر آ رہے تھے کہ راستہ میں ایک کتا ان کے پیچھے لگ گیا۔ وہ اس قدر شدت سے بھونک رہا تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ شاید یہ مجھے کھا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے جان چھڑانے کیلئے کتے کو ایک روٹی پھینک دی۔ کتے نے وہ روٹی کھائی اور پھر ان کے پیچھے بھاگا۔ پھر انہوں نے جان چھڑانے کیلئے دوسری روٹی بھی ڈال دی۔ اس نے وہ روٹی بھی کھائی اور پھر ان کے پیچھے دوڑا۔ ابھی منزل پر نہیں پہنچے تھے کہ کتا پھر ان کے پاس پہنچ گیا۔ چنانچہ انہوں نے جان چھڑانے کیلئے تیسری روٹی بھی پھینک دی۔ کتے نے تیسری روٹی بھی کھالی۔ جب انہوں نے تیسری روٹی ڈالی تو ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ تم کتنے ظالم ہو کہ میرے لیے ایک روٹی بھی نہ بچائی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کتے کو بات کرنے کی توفیق عطا فرما دی۔ جی ہاں! جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو بلوا دیتے ہیں۔ کتے نے ان سے کہا ''میں ظالم نہیں ہوں بلکہ تم ظالم ہو۔'' انہوں نے کہا کہ وہ کیسے؟ کتا کہنے لگا وہ اس طرح کہ آپ کا

مالک آپ کو تین سال تک ایک ہی جگہ بٹھا کر رزق دیتا رہا۔ پھر تین دن روٹی نہ ملی تو آپ نے رب کا در چھوڑ کر کسی اور کے دروازے پر جا کر دستک دی۔ اور مجھے دیکھو کہ میرا مالک مجھے کئی کئی دن روٹی نہیں ڈالتا' میں بھوکا تو رہ لیتا ہوں مگر مالک کا در کبھی نہیں چھوڑتا۔

سب نے ٹھکرائے مگر رحمت نے تو تھام لیا......

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک بوڑھا آدمی مسلمان ہوا اور تابعین میں سے بنا' اس نے اپنی زندگی گانا گانے میں گزاردی تھی' اس کی آواز بڑی اچھی تھی۔ جب وہ گانا گاتا تھا تو لوگ اس کے شیدائی تھے۔ اس کے گرد سینکڑوں لوگوں کا مجمع ہوتا تھا۔ اس کی آمدنی بے شمار تھی۔ اس کی اولاد نہیں تھی اور اس کی بیوی بھی فوت ہوگئی۔

جب وہ بوڑھا ہوگیا تو دانت گر گئے جس کی وجہ سے وہ گا ہی نہیں سکتا تھا۔ اس کی آمدنی کا ذریعہ ختم ہوگیا۔ وہ مانگنے کیلئے واقف لوگوں کے پاس جاتا رہا۔ وہ کچھ عرصہ تو اسے دیتے رہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے بھی اس کو منع کردیا۔ جب سب دوستوں نے نہ کردی تو کئی کئی دن تک کھانے کو نہ ملتا۔ اس کو اپنی جوانی یاد آتی کہ میں اتنا حسین تھا۔ میری آواز کوئل کی مانند تھی۔ جب میں گاتا تھا تو ہزاروں لوگ میری آواز پر مرتے تھے' اور میری جھلک دیکھنے کو ترستے تھے لیکن آج میں دھکے کھاتا پھرتا ہوں' اور کوئی بندہ مجھے ایک وقت کا کھانا دینے کو بھی تیار نہیں ہے۔ اس بڑھاپے' کمزوری اور بھوک کی حالت میں اس کا دل بڑا ہی کھٹا ہوا۔ اس نے سوچا کہ کاش! یہ راتیں میں اللہ کیلئے جاگا کرتا تو اللہ تعالیٰ تو مجھے کبھی اپنے دربار سے نہ دھتکارتے' لیکن میں نے تو اپنی جوانی ضائع کردی۔ نہ حسن وجمال رہا' نہ مال رہا اور نہ ہی کچھ اور میرے پلے رہا' اب میں رب کو کیسے مناؤں۔

چنانچہ وہ اسی سوچ میں گم ہوکر جنت البقیع میں چلے گئے اور قبروں کے درمیان ایک جگہ بیٹھ کر اپنی جوانی کو یاد کرکے رونے لگ گئے' انہوں نے روتے روتے دعا مانگی۔

''رب کریم! میں نے اپنی جوانی ضائع کردی' اب میرے پاس کچھ بھی نہیں کہ میں آپ کے حضور پیش کرسکوں' میرے منہ میں دانت نہیں' پیٹ میں آنت نہیں' اب میں بوڑھا ہوں' لاٹھی کے سہارے چل کے آیا ہوں' نہ آنکھوں میں بینائی ہے نہ کانوں میں شنوائی ہے' اے مالک! اب میں شرمندہ ہوں مگر یہاں آکر بیٹھا ہوں تاکہ میں اپنی قبر کے قریب

ہو جاؤں۔" یہ واقعہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب وہ آدمی اپنے گناہوں پر نادم و شرمندہ ہو کر رویا تو اس کی آنکھ لگ گئی' تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھا تو دیکھا کہ سامنے سے ایک آدمی چلا آ رہا ہے۔ جب اس نے دیکھا تو وہ امیرالمومنین سیدنا عمرؓ تھے اور انہوں نے اپنے سر کے اوپر کچھ اٹھایا ہوا تھا۔ وہ ڈر گیا کہ اب امیرالمومنینؓ آ گئے ہیں وہ تو مجھ جیسوں کا درے سے انتظام کرتے ہیں' ایسا نہ ہو کہ مجھے بھی چند درے لگ جائیں۔

حضرت عمرؓ نے اسے دیکھا اور کچھ آگے چلے گئے' تھوڑی دیر کے بعد لوٹ کر دوبارہ اس کی طرف آئے' جب اس نے انہیں دوبارہ اپنی طرف آتے دیکھا تو اور زیادہ ڈر گیا کہ یہ پھر میری طرف آ رہے ہیں' پتہ نہیں میرا کیا بنے گا۔ جب حضرت عمرؓ اس کے پاس آئے تو انہوں نے وہ گٹھڑی اپنے سر سے اتار کر اس کے سامنے رکھی اور فرمانے لگے "بھائی کھانا کھاؤ"۔

وہ بوڑھا حیران ہوا کہ امیرالمومنینؓ مجھے کھانا پیش کر رہے ہیں' اس نے پوچھا' اے امیرالمومنین' آپ میرے لیے کھانا کیسے لائے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا" دوپہر کا وقت تھا' میں قیلولہ کر رہا تھا کہ میں نے خواب دیکھا' مجھے خواب میں اللہ رب العزت کی طرف سے پیغام دیا گیا کہ میرا ایک دوست قبرستان میں پریشان بیٹھا ہے' وہ بھوکا ہے عمر! جاؤ اور میرے اس دوست کو کھانا کھلا کے آؤ' جب میری آنکھ کھلی تو میں نے سوچا کہ اللہ کا دوست ہے' چنانچہ میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ جو کھانا تیار ہو وہ دے دو' اس نے کھانا باندھ دیا' میں نے کہا کہ میں اللہ کے دوست کی طرف جا رہا ہوں' لہٰذا کھانا ہاتھوں میں نہیں بلکہ اپنے سر پر اٹھا کے لے جاتا ہوں تاکہ اللہ کے دوست کا اکرام ہو سکے' اس لیے عمر کھانا سر پر اٹھا کر آیا ہے' اے اللہ کے دوست کھانا کھا لو۔"

جب اس نے یہ سنا تو کہنے لگا' اچھا میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے رب کے سامنے توبہ کی تھی' میرا پروردگار کتنا کریم ہے' کہ اس نے میرے تمام گناہوں کے باوجود میری ندامت کو قبول کر لیا اور وقت کے امیرالمومنین کو خواب میں حکم دیا کہ جاؤ' میرے دوست کو کھانا کھلا کے آؤ' اے اللہ! تو کتنا کریم ہے۔ اس بات کو سن کر وہ بوڑھا اتنا رویا کہ وہیں روتے روتے حضرت عمرؓ کے سامنے اس نے اپنی جان اللہ کے حوالے کر دی۔ اللہ اکبر۔ اللہ رب العزت بڑے قدردان ہیں۔ جس طرح اللہ رب العزت قدردان ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ

صفت عطا فرما دے۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۲/۸۱)

درِ رحمت کو چھوڑنا گوارا نہیں......

ایک بادشاہ نے ایک عالم سے کہا کہ آپ بہت دور رہتے ہیں' مجھے آپ سے بڑی محبت ہے' آپ آئیں اور میرے پاس آکر رہیں۔ اگر آج کل کے کسی بندے کو بادشاہ دعوت دیتا تو وہ سر کے بل چل کر جاتا۔ لیکن وہ اللہ والے تھے۔ جب انہیں یہ پیغام ملا تو وہ آئے اور انہوں نے بادشاہ سے بھرے دربار میں کہا:

''بادشاہ سلامت! اگر میں آپ کے پاس آکر رہوں اور آپ کی کوئی باندی ہو اور آپ مجھے کسی دن دیکھیں کہ میں آپ کی اس باندی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو رہا ہوں تو آپ کا رویہ کیا ہوگا؟ بادشاہ یہ سنتے ہی سخت غضب ناک ہوا اور کہنے لگا۔

''کیا تو ایسا انسان ہے؟ تیری یہ کیسی جرأت ہے کہ تو میرے ہاں آئے اور پھر یہاں حرام کاری کا مرتکب ہو' جب بادشاہ خوب غضب ناک ہوگیا تو وہ عالم کہنے لگے'' بادشاہ سلامت! ابھی تو میں اس گناہ کا مرتکب ہی نہیں ہوا اور آپ مجھ پر ابھی سے غضب ناک ہوگئے' تو میں اس کریم کا در چھوڑ کر آپ کے در ... آؤں جو گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھ پر غضب ناک نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار: ۱۲/۱۴۵)

ایک کفن چور کے توبہ ... پر مغفرت کا سایہ

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ الغافلین میں ایک واقعہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کیلئے آئے تو راستے میں انہوں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو بہت زاروقطار رو رہا تھا۔ اس کو روتا دیکھ کر حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا۔ انہوں نے پوچھا' اے نوجوان! کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا' میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں' اب میں اللہ کے عذاب سے ڈر رہا ہوں کہ میں کیا کر بیٹھا سخت پریشان ہوں' لہٰذا مہربانی فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری سفارش فرما دیجئے۔

حضرت عمرؓ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رو رہے تھے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: عمر! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ عرض کیا' اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا تھا۔ راستے میں ایک نوجوان کو دیکھا جو کوئی بڑا گناہ کر بیٹھا تھا۔ وہ

بہت رو رہا تھا۔ اس کی آہ وزاری نے مجھے بھی رلا دیا۔ نبی علیہ السلام نے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمادی تو وہ نوجوان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں بھی رونا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا' نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے نوجوان! کیا ہوا؟ اس نے کہا' اے اللہ کے نبی ﷺ! میں بہت بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تیرا گناہ بڑا ہے یا اللہ کا عرش بڑا ہے؟

وہ کہنے لگا اے اللہ کے نبی ﷺ میرا گناہ بڑا ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا' تیرا گناہ بڑا ہے یا کرسی بڑی ہے؟

وہ کہنے لگا' اے اللہ کے نبی علیہ السلام میرا گناہ بڑا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' کیا تو نے شرک کا ارتکاب کیا ہے؟ اس نے عرض کیا' اے اللہ کے نبی ﷺ میں نے شرک کا ارتکاب نہیں کیا۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو نے اللہ کے کسی بندے کو قتل کر دیا ہے؟

اس نے عرض کیا' اے اللہ کے نبی ﷺ میں نے کسی بندے کو قتل بھی نہیں کیا۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر ایسا کون سا گناہ ہے کہ جس کو تو اتنا بڑا سمجھ رہا ہے؟

اس نے عرض کیا' اے اللہ کے محبوب ﷺ میرا گناہ بہت بڑا ہے' میں کئی سال سے کفن چوری کا کام کرتا تھا۔ مردوں کے کفن اتار کر بیچتا اور اپنی ضرورت پوری کرتا۔ چند دن پہلے انصار کی ایک نوجوان لڑکی دفن کی گئی۔ میں نے اپنی عادت کے مطابق رات کو جا کر اس کا کفن اتارا اور جب کفن اتار کر جانے لگا تو مجھ پر شیطان غالب آیا اور اس نے میری شہوت کو ابھار دیا۔ میں پلٹا اور میں نے اس مردہ لڑکی کے ساتھ زنا کیا۔ جب میں زنا کر کے اٹھنے لگا تو مجھے یوں آواز آئی کہ جیسے وہ لڑکی بول رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ اے اللہ کے بندے! تو نے مجھے مردوں کے مجمع میں ننگا کر دیا اور کل قیامت کے دن اللہ کے حضور حالت جنابت میں کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔ اب اس آواز کی وجہ سے میرے دل پر ایسا رعب ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور میں اللہ کی پکڑ میں ہوں۔

جب نبی علیہ السلام نے یہ سنا تو آپ کو بھی بڑا تعجب ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ تو نے مردہ لڑکی کے ساتھ ایسا سلوک کیا ..... !!! جب اللہ کے محبوب ﷺ نے بھی فرما دیا کہ یہ ایک بڑا گناہ ہے تو وہ نوجوان اٹھا اور روتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس

نے سوچا کہ اس وقت اللہ کے محبوب ﷺ ناراض ہیں۔ کہیں کوئی ایسی بات آپ ﷺ کے پیارے منہ سے نہ نکل جائے جو میری بربادی کا سبب بن جائے۔ اس لیے وہ باہر چلا گیا۔ جب وہ وہاں سے نکلا تو سیدھا پہاڑوں میں چلا گیا۔ وہ نوجوان چالیس دن تک نمازیں پڑھتا رہا سجدے کرتا رہا اور معافی مانگتا رہا۔ اس کے دل کو آگ لگی ہوئی تھی۔ وہ رو رو کر اللہ تعالیٰ کو مناتا رہا۔ وہ اللہ کے سامنے عاجزی کرتا کہ اے اللہ میرے مالک! میں آپ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور انہوں نے بھی فرمایا: کہ یہ تو بہت بڑا گناہ ہے اے اللہ! میں اب کہاں جاؤں؟ میرا تو تیرے سوا کوئی نہیں ہے جیسے کہ کہنے والے نے کہا:

میں تیرے سامنے جھک رہا ہوں خدا
میرا کوئی نہیں اللہ تیرے سوا

جب اس نے چالیس دن معافی مانگی ، اللہ تعالیٰ کو منایا تو نبی علیہ السلام کے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کے سلام پیش کیے اور عرض کیا ''اے اللہ کے محبوب ﷺ اللہ رب العزت نے پوچھا ہے کہ اے محبوب ﷺ! بتایئے کہ کیا مخلوق کو آپ نے پیدا کیا ہے یا میں نے پیدا کیا ہے؟

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت نے مجھے بھی اور ساری مخلوق کو بھی پیدا فرمایا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ کیا مخلوق کو آپ رزق دیتے ہیں یا میں دیتا ہوں؟

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مجھے بھی اور ساری مخلوق کو بھی اللہ رب العزت ہی رزق عطا فرماتے ہیں۔ جب یہ باتیں ہو گئیں تو تیسری بات پوچھی گئی کہ مخلوق کو میں نے معاف کرنا ہے یا کسی اور نے کرنا ہے؟ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت ہی نے مخلوق کے گناہوں کو معاف کرنا ہے۔ جب محبوب ﷺ نے یہ فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ رب العزت نے پیغام بھیجا ہے کہ اے محبوب ﷺ! اس بندے نے میرے سامنے رو رو کر اتنی معافی مانگی کہ میں نے اس بندے کے گناہ کو معاف کر دیا۔ سبحان اللہ' سبحان اللہ' پھر اللہ کے محبوب ﷺ نے صحابی کو بھیجا کہ نوجوان کے پاس جاؤ اور اس کو خوشخبری سنا دو کہ تیری عاجزی اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہو گئی اور پروردگار نے تیری مغفرت کا پیغام بھیج دیا ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۱۴۰/۱۳)

لذت مناجات سے محروم کون؟

گناہوں کی وجہ سے انسان مناجات کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ایک عالم تھا۔ اس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا۔ ایک مرتبہ وہ دعا مانگتے ہوئے کہنے لگا۔ اے اللہ! میں نے تو آپ کی نافرمانی کی مگر آپ نے مجھ پر نعمتیں برقرار رکھیں' یہ تیرا کتنا بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں بات ڈالی کہ تمہیں اس کی سزا مل رہی ہے۔ مگر چونکہ تمہاری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اس لئے تمہیں وہ سزا نظر نہیں آ رہی ہے۔ اس نے فوراً دعا کی کہ اے اللہ! آپ واضح فرما دیجئے کہ مجھے گناہوں کی سزا کیسے مل رہی ہے؟ اللہ رب العزت نے دل میں بات ڈالی کہ کیا تم محسوس نہیں کرتے کہ جب سے تم نے یہ گناہ شروع کیا ہے تم نے اسی دن سے تمہیں اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیا ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۹۰/۱۰)

گناہ کا اثر اہل خانہ پر بھی

ایک سنار تھا۔ اس کی بیوی نہایت خوبصورت اور خوب سیرت تھی۔ ایک دن وہ دوپہر کے وقت کھانا کھانے گھر گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی زاروقطار رو رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ اللہ کی بندی! کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ یہ چھوٹا سا یتیم بچہ جو ہم نے گود میں لے کر پالا تھا اب جوان کا ہو چکا ہے۔ آج میں نے اسے سبزی لینے بازار بھیجا' جب واپس آ کر سبزی دینے لگا تو اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر دبا دیا۔ مجھے اس کی نیت میں فتور نظر آیا۔ مجھے بہت زیادہ صدمہ ہوا ہے کہ میں اس کیلئے ماں کی حیثیت رکھتی ہوں اور اس کی میرے بارے میں یہ سوچ ہے۔ میں اس صدمہ کی وجہ سے رو رہی ہوں کہ وفا دنیا سے اٹھ گئی ہے۔ یہ بات سن کر سنار کی آنکھوں سے بھی آنسو آ گئے۔ بیوی کہنے لگی۔ اب آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ اس بچے کی کوتاہی نہیں بلکہ یہ میری اپنی کوتاہی ہے۔ اس نے پوچھا' وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا کہ آج میرے پاس عورتیں چوڑیاں خریدنے کیلئے آئیں۔ ان میں سے ایک عورت چوڑی پہننا چاہتی تھی۔ مگر اس سے پہنی نہیں جا رہی تھی۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ مجھے چوڑی پہنا دیں۔ جب میں نے اسے چوڑی پہنائی تو مجھے اس کے ہاتھ اچھے لگے۔ اس لئے میں نے چوڑی پہنانے کے دوران اس کے ہاتھوں کو شہوت کے ساتھ دبا دیا تھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میری بیوی کا ہاتھ کسی اور نے شہوت کے ساتھ دبا دیا۔

ایک مؤذن کا عبرتناک انجام......

ایک مؤذن مصر کی جامع مسجد میں اذان دیا کرتا تھا۔ظاہر میں وہ دین کا کام کرنے والا تھا لیکن اس کے دل میں خوف خدا نہ رہا۔اس کے دل میں فسق و فجور بھر چکا تھا۔ایک دفعہ وہ اذان دینے کیلئے مصر کی اس مسجد کے مینار پر چڑھا۔مینار کے ادھر ادھر مکانات تھے۔ایک مکان میں اس کی نظر پڑی تو اسے کوئی خوبصورت لڑکی نظر آئی۔اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اذان دینے کی بجائے وہ نیچے اترا اور اس گھر کے پاس جا کر معلومات لیں کہ یہ لڑکی کون ہے؟ کسی نے کہا کہ فلاں جگہ اس کا باپ ہے۔یہ اس کے پاس گیا۔معلومات لیں کہ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ ہم عیسائی ہیں اور یہاں نئے آ کر بسے ہیں۔ابھی ایک دن ہوا ہے کہ ہم یہاں آ کر ٹھہرے ہیں۔اس نے کہا کہ اچھا میں چاہتا ہوں کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھوں۔اس عیسائی نے کہا کہ اس کیلئے شرط یہ ہے کہ تمہیں ہمارے دین پر آنا پڑے گا۔پھر میں اپنی بیٹی کا تمہارے ساتھ رشتہ بھی کر دوں گا۔یہ بڑا خوش ہوا' کہنے لگا ٹھیک ہے۔میں تمہارے دین کو قبول کر لیتا ہوں۔عیسائی نے کہا میرے ساتھ آؤ۔چنانچہ وہ اس کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ کر مکان پر جانے لگا۔ابھی چوتھی سے پانچویں سیڑھی چڑھ ہی رہا تھا کہ اس کا پاؤں پھسلا گردن کے بل نیچے گرا اور وہیں پر اس کی جان نکل گئی مینار سے پر چڑھا تھا اذان دینے کیلئے مگر اللہ تعالیٰ کو اس کے اندر کا فسق و فجور ناپسند تھا جس کی وجہ سے پروردگار نے حالات ایسے بنا دیئے کہ جب وہ مینار سے نیچے اترا' اس وقت وہ ایمان سے خالی ہو چکا تھا۔

اہل دل پر معصیت کا انکشاف

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نوجوان کو غسل کرتے ہوئے دیکھا تو ان کو محسوس ہوا کہ اس کے مستعمل پانی میں زنا کے اثرات ڈھل کر جا رہے ہیں۔وہ آدمی تھوڑی دیر کے بعد آپ کے پاس کسی وجہ سے آیا۔آپ نے اس کو اچھے انداز سے سمجھایا اور تنبیہ کی۔اس نے کہا واقعی مجھ سے گناہ ہوا۔میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں اور آج سے میں سچی توبہ کرتا ہوں۔اس دن کے بعد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دے دیا کہ مستعمل پانی سے وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ جب انسان وضو کرتا ہے تو اس وقت اس کے گناہ جھڑتے ہیں۔اللہ والوں کو ان گناہوں کے اثرات نظر آ جاتے ہیں۔اسی طرح جب انسان غسل جنابت کرتا ہے تو اللہ

والوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ کہیں اس کے پانی میں گناہوں کے اثرات تو نہیں۔

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اللھم ارنا حقائق الاشیاء کما ھی

اے اللہ ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا دیجئے جیسا کہ وہ ہے

اسی طرح اللہ والوں کو بھی اللہ رب العزت چیزوں کی حقیقت دکھا دیتے ہیں۔

معصیت بھی منکشف ہو جاتی ہے

کتابوں میں لکھا ہے کہ علامہ ابن دقیق اور شیخ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب وہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف نماز پڑھنے کیلئے جاتے تھے تو اپنے چہرے پر پردہ ڈال لیتے تھے۔ لوگ بڑے حیران ہوتے تھے کہ یہ ان کی عجیب عادت ہے۔ ایک دن ایک آدمی نے پوچھ ہی لیا کہ حضرت! کیا وجہ ہے کہ آپ اپنی چادر سے اپنے چہرے کو ڈھانپ کر آتے ہیں؟ یہ سن کر انہوں نے اپنی وہ چادر اس کے اوپر ڈال دی۔ اس کے بعد جب اس نے ادھر ادھر دیکھا تو لوگ اسے بگڑی ہوئی شکلوں میں نظر آئے۔ کسی کی شکل کتوں جیسی' کسی کی بندروں جیسی اور کسی کی خنزیروں جیسی۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فراست ایمانی

ایک مرتبہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ اسی اثنا میں ایک آدمی ان کے پاس آیا۔ آپ نے اسی وقت فرمایا۔ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ بے محابہ ہمارے پاس چلے آتے ہیں اور ان کی نگاہوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ یہ سن کر آنے والے نے تسلیم کیا کہ حضرت واقعی مجھ سے راستہ میں بدنظری ہو گئی تھی۔

نظر کی حفاظت کیجئے......

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک آدمی اپنے بیٹے کو لایا اور عرض کیا حضرت! اس کے لیے دعا فرما دیں۔ یہ ایک اچھی عادت ہے۔ پہلے زمانے میں بھی لوگ اپنی اولاد کیلئے اللہ والوں سے دعا کرواتے تھے۔ اللہ کرے کہ ہمیں بھی اللہ والوں کی دعا لگ جائے۔ یہ اور بات ہے کہ لوگ کئی مرتبہ اپنے بیٹوں کو لے کر دعائیں کروانے کیلئے آتے ہیں۔ مگر باپ کی نیت

حالت ایسی ہوتی ہے کہ پہلے اس کیلئے دعا کرنے کو دل کرتا ہے کہ اللہ اس کو ہدایت دے۔ خیر ان اللہ والوں نے اس کے بیٹے کیلئے دعا کر دی۔ ان کے پاس جیب میں کوئی میٹھی چیز تھی۔ انہوں نے نکال کر اس بچے کو دینا چاہی۔ جب انہوں نے وہ چیز بچے کی طرف بڑھائی تو بچے نے منہ پھیر لیا اور اپنے والد کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ حالانکہ بچپن میں بچے کے اندر میٹھی چیز کھانے کا شوق شدید ہوتا ہے۔ ان بزرگ نے پھر ارشاد فرمایا۔ لے لو بچے نے پھر اس چیز سے نظریں ہٹا کر اپنے باپ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے والد نے اس سے کہا' بیٹا! حضرت آپ کو چیز دے رہے ہیں' لے لو۔ جب باپ نے اجازت دے دی تو بچے نے ہاتھ بڑھایا اور جب وہ چیز لے لی تو اس بزرگ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ آدمی حیران ہو کر پوچھنے لگا۔ حضرت! آپ کیوں روئے؟ وہ فرمانے لگے کہ ہم سے یہ بچہ اچھا ہے' کہ میں نے اس کو ایسی چیز دی جس کی طلب اس کے اندر شدید ہے' لیکن اس نے اس چیز کو نہیں دیکھا بلکہ آپ کی طرف دیکھا کہ میرا ابا مجھے کیا کہتا ہے۔ اے کاش! ہم جو گلیوں میں چلتے ہیں اور ہماری نظروں کے سامنے بھی جاذب نظر شخصیتیں آتی ہیں ہم بھی ادھر سے نظر پھیر کر دیکھتے کہ رب تعالیٰ ہمیں کیا کہتا ہے۔

چڑیا کی وفاداری

ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اتنی بڑی آگ تھی کہ وہ آسمان سے باتیں کرتی تھی۔ اس وقت ایک چڑیا اپنی چونچ میں پانی لے کر آتی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پانی کا ایک قطرہ ڈالتی تھی۔ کسی دوسرے پرندے نے پوچھا' کہ تیرے ایک قطرہ پانی ڈالنے سے کیا ہوگا؟ آگ تو بجھے گی نہیں۔ وہ کہنے لگی' یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ آگ تو نہیں بجھے گی مگر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوستی کا حق تو نبھانا ہے .. یہ چھوٹے چھوٹے مدارس اس چڑیاں کی طرح ہیں جو اپنی چونچ میں امن و سکون اور اللہ کی رحمت کا ایک ایک قطرہ لے کر معصیت کی آگ پر ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

کتے کی وفاداری

حیات الحیوان کے اندر لکھا ہے کہ ایک شخص سفر پر نکلا۔ راستہ میں اس نے کسی جگہ پر ایک خوب صورت قبر بنا ہوا دیکھا۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اس کی تعمیر پر خوب خرچ کیا

گیا ہے۔ اس قبہ پر لکھا ہوا تھا کہ جو شخص اس قبہ کی تعمیر کی وجہ معلوم کرنا چاہے وہ اس گاؤں میں جا کر معلوم کرے۔

اس آدمی کے دل میں یہ تجسس پیدا ہوا کہ گاؤں میں جا کر اس قبے کی تعمیر کی وجہ معلوم کرنی چاہئے۔ چنانچہ وہ اس گاؤں میں گیا اور لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا۔ وہ جس سے بھی پوچھتا وہ لاعلمی کا اظہار کرتا۔ بالآخر پتہ کرتے کرتے اسے ایک ایسے شخص کا علم ہوا جس کی عمر دو سو برس تھی۔ وہ آدمی ان کے پاس گیا اور ان سے اس قبے کے متعلق سوال کیا۔ اس ضعیف العمر شخص نے بتایا کہ میں اپنے والد سے سنا کرتا تھا کہ اس گاؤں میں ایک زمیندار رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک کتا تھا جو ہر وقت اسکے ساتھ رہتا تھا اور کسی وقت بھی اس سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن وہ زمیندار کہیں سیر کرنے گیا اور اپنے کتے کو گھر پر ہی باندھ گیا تاکہ وہ اس کے ساتھ نہ جا سکے۔ اور چلتے وقت اپنے باورچی کو بلا کر ہدایت کی کہ میرے لئے دودھ کا کھانا تیار کر کے رکھے۔ زمیندار وہ کھانا بڑے شوق سے کھاتا تھا۔ زمین دار کے گھر میں ایک گونگی لڑکی بھی تھی۔ جب زمیندار باہر گیا تو وہ لونڈی اس بندھے ہوئے کتے کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے بعد زمیندار کے باورچی نے اس کے لئے دودھ کا کھانا تیار کیا اور اس کو ایک بڑے پیالے میں رکھ کر اس گونگی لڑکی اور کتے کے قریب لا کر اونچی جگہ پر رکھ دیا تاکہ جب زمیندار واپس آئے تو اس کو آسانی سے کھانا مل جائے۔

جب باورچی کھانا رکھ کر چلا گیا تو ایک کالا ناگ اس جگہ پر آیا اور اس اونچی جگہ پر چڑھ کر اس پیالے میں سے دودھ پی کر چلتا بنا۔ کچھ دیر کے بعد جب زمیندار واپس آیا اور اس نے اپنا پسندیدہ کھانا تیار پیالے میں رکھا ہوا دیکھا تو پیالہ اٹھا لیا اور جیسے ہی اس کو کھانے کا ارادہ کیا تو گونگی لڑکی نے بڑے زور سے تالی بجائی اور ساتھ ساتھ زمیندار کو ہاتھ کے اشارے سے بھی کہا کہ وہ اس کھانے کو نہ کھائے۔ مگر زمیندار گونگی کی بات نہ سمجھ سکا اور ایک نظر گونگی کو دیکھ کر پھر پیالے کی طرف متوجہ ہوا۔ ابھی اس نے کھانے کیلئے ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ اتنے میں کتا بہت زور سے بھونکا اور مسلسل بھونکتا رہا۔ حتیٰ کہ جوش میں آ کر اس نے اپنی زنجیر بھی توڑنے کی کوشش کی۔ زمین دار کو ان دونوں کی حرکتوں پر تعجب ہوا اور وہ سوچنے لگا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ چنانچہ وہ اٹھا اور پیالے کو رکھ کر کتے کے پاس گیا اور اس کو کھول دیا۔ کتے نے زنجیر سے آزادی پاتے

ہی اس پیالے کی طرف چھلانگ لگائی اور جھپٹا مار کر اس پیالے کو نیچے گرا دیا۔ زمیندار یہ سمجھا کہ یہ کتا اس کھانے کی وجہ سے بیتاب تھا۔ چنانچہ اپنا پسندیدہ کھانا گرانے پر غصے میں آ کر اس نے کتے کو کوئی چیز اٹھا کر ماردی۔ لیکن کتے نے اب بھی پیالے میں کچھ دودھ بچا ہوا دیکھا تو اس نے فوراً اپنا منہ پیالے میں ڈال دیا اور بچا ہوا دودھ پی گیا۔ دودھ کا کتے کے حلق سے نیچے اترنا ہی تھا کہ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور کچھ دیر کے بعد مر گیا۔ اب زمیندار کو اور بھی حیرانی ہوئی اور اس نے گونگی لڑکی سے پوچھا کہ آخر اس دودھ میں کیا بات تھی کہ کتا پیتے ہی مر گیا۔ اس وقت گونگی نے اشاروں سے زمیندار کو سمجھایا کہ اس دودھ میں ایک کالا ناگ کچھ دودھ پی گیا تھا جس کے زہر کی وجہ سے کتا مر چکا ہے اور وہ خود اور کتا اسی وجہ سے تم کو پینے سے روک رہے تھے۔ جب زمیندار کی سمجھ میں ساری بات آ گئی تو اس نے باورچی کو بلایا اور اس کو سرزنش کی کہ اس نے کھانا کھلا ہوا کیوں رکھا تھا۔ اس کے بعد زمیندار نے اس کتے کو دفن کرا کے اس کے اوپر قبہ تعمیر کرا دیا۔

ذرا سوچئے کہ کتے کے اندر کتنی وفاداری ہوتی ہے کہ اس نے اپنی جان دے کر اپنے مالک کی جان بچائی۔

کتے کی وفا شعاری

عجائب المخلوقات میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی کو قتل کر کے اس کی لاش کسی کنوئیں میں ڈال دی۔ مقتول کا کتا واردات کے وقت اس کے ساتھ تھا۔ وہ کتا روزانہ اس کنوئیں پر آتا اور اپنے پنجوں سے اس کی مٹی ہٹاتا اور اشاروں سے بتاتا کہ اس کا مقتول مالک یہاں ہے اور جب کبھی قاتل اس کے سامنے آتا وہ اس کو دیکھ کر بھونکنے لگتا۔ لوگوں نے جب بار بار اس بات کو دیکھا تو انہوں نے اس جگہ کو کھدوایا۔ چنانچہ وہاں سے مقتول کی لاش برآمد ہوئی اور اس کے قاتل کو سزائے موت دی گئی۔

شیطان کے تجربات کا نچوڑ

ایک دفعہ شیطان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا' تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا میں شیطان ہوں۔ انہوں نے فرمایا' تم لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے بڑے ڈورے ڈالتے پھرتے ہو۔ تمہارے تجربے میں کونسی بات آئی ہے؟ وہ کہنے لگا آپ نے تو

بڑی عجیب بات پوچھی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو اپنی ساری زندگی کا تجربہ بتا دوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' پھر کیا ہے بتا دے۔ وہ کہنے لگا۔ تین باتیں میرے تجربات کا نچوڑ ہیں

﴿۱﴾...... پہلی بات یہ ہے اگر آپ صدقہ کرنے کی نیت کرلیں تو فوراً دے دینا۔ کیونکہ میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ نیت کرنے کے بعد بندے کو بھلا دوں۔ جب میں کسی کو بھلا دیتا ہوں تو پھر اسے یاد ہی نہیں ہوتا کہ میں نے نیت کی تھی یا نہیں۔

﴿۲﴾...... دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کریں تو اسے فوراً پورا کر دینا' کیونکہ میری کوشش ہوتی ہے کہ میں وعدے کو توڑ دوں۔ مثلاً کوئی وعدہ کرے کہ اے اللہ! میں یہ گناہ نہیں کروں گا۔ تو میں خاص محنت کرتا ہوں کہ وہ اس گناہ میں ضرور مبتلا ہو۔

﴿۳﴾... تیسری بات یہ ہے کہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھنا کیونکہ میں مرد کی کشش عورت کے دل میں پیدا کر دیتا ہوں اور عورت کی کشش مرد کے دل میں پیدا کر دیتا ہوں۔ میں یہ کام اپنے چیلوں سے نہیں لیتا بلکہ میں بذات خود یہ کام کرتا ہوں۔

شیطان تہجد میں حاضر......

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک رات ان کی تہجد کی نماز قضا ہو گئی۔ انہوں نے اس کے افسوس کی وجہ سے صبح اٹھ کر اللہ کے سامنے گڑ گڑا کر معافی مانگی۔ کچھ دنوں کے بعد پھر وہ رات کو سوئے ہوئے تھے۔ اس رات جہاد کی وجہ سے بہت زیادہ تھکاوٹ تھی۔ تہجد کی قضا ہونے کا وقت قریب تھا۔ کوئی آدمی آیا اور انہیں پکڑ کر جگایا اور کہنے لگا۔ جی آپ اٹھیں اور جلدی سے نماز پڑھ لیں۔ تہجد کا وقت جا رہا ہے۔ وہ بزرگ اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے تو تو میرا بڑا خیر خواہ ہے کہ عین وقت پر جگا دیا ہے۔ تمہاری مہربانی۔ یہ تو بتا کہ تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا میں شیطان ہوں۔ انہوں نے کہا شیطان تو کسی کو تہجد کیلئے نہیں جگاتا تو نے مجھے کیسے جگا دیا۔ تم تو کسی کا بھلا نہیں چاہتے۔ وہ کہنے لگا' میں آپ کا بھلا آج بھی نہیں چاہ رہا ہوں۔ وہ بزرگ بڑے حیران ہوئے اور فرمایا کہ تو نے مجھے تہجد کیلئے جگایا ہے اور کہہ رہا ہے کہ بھلا میں نہیں چاہ رہا۔ وہ مردود کہنے لگا وجہ یہ ہے کہ جب آپ کی پہلی تہجد کی نماز قضا ہوئی تھی تو اس وقت آپ اتنا روئے تھے کہ آپ کو اس رونے پر اتنا اجر ملا کہ سالوں کی تہجد پر بھی اتنا اجر نہیں مل سکتا۔

آپ آج بھی سو گئے تھے۔ تہجد کا وقت جا رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر آپ آج بھی اتنا رو دیئے تو آپ کو آج پھر اتنا اجر مل جائے گا۔ اس لئے میں نے بہتر سمجھا کہ آپ کو جگا دوں تا کہ آپ کو صرف ایک رات کی تہجد کا اجر ملے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پر بوقت نزع شیطان کا حملہ

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ[1] ایک بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں ایک کتاب لکھی۔ جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں سو دلیلیں دیں۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو شیطان نے آ کر کہا۔ رازی! خدا تو موجود نہیں ہے۔ انہوں نے کہا نہیں خدا تو موجود ہے۔ وہ کہنے لگا' دلیل پیش کرو۔ انہوں نے ایک دلیل دی۔ شیطان نے اس دلیل کو توڑ دیا۔ انہوں نے دوسری دلیل دی' مگر اس نے اس کو بھی توڑ دیا۔ انہوں نے تیسری دلیل دی اور اس نے اسکو بھی توڑ دیا۔ بالآخر انہوں نے اپنی جمع کردہ سو دلیلیں دیں اور اس نے ان سو دلیلوں کو توڑ ڈالا۔ اب امام رازی گھبرا گئے۔ لیکن چونکہ ان کے دل میں اخلاص تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی حفاظت کی۔ اس وقت آپ کے پیرو مرشد شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ دور دراز کسی جگہ وضو فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں امام رازی کی پریشانی کے بارے میں کشفاً مطلع فرما دیا۔ انہوں نے غصہ میں آ کر وہ لوٹا جس سے وضو فرما رہے تھے۔ دیوار پر دے مارا اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو پکار کر کہا اے رازی! تو یہ کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر دلیل کے ایک مانتا ہوں۔ اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ بھرا چہرہ امام رازی کے بالکل سامنے تھا۔ چنانچہ امام رازی نے یہی کہا تو شیطان ان سے دور ہو گیا۔

امام احمد بن حنبل پر شیطان کی شیطانیت

جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت آیا تو طلبہ نے ان کے سامنے کلمہ طیبہ کا ورد کرنا شروع کر دیا۔ ان کی آواز سن کر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ لا پھر تھوڑی دیر کے بعد آواز نکال کر کہا۔ لا ان کے شاگرد حیران ہوئے کہ پورا کلمہ پڑھنے کے بجائے فقط لا پڑھ رہے ہیں۔ جب تھوڑی دیر بعد ان کی طبیعت سنبھلی اور ہوش میں آئے تو کچھ باتیں بھی کرنے لگے۔

[1] آپ کی ولادت ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ میں ہوئی اور وفات یکم شوال بروز پیر ۶۰۶ھ میں ہوئی۔ (تفسیر کبیر)

اس دوران ایک طالب علم نے پوچھا، حضرت! جب ہم کلمہ پڑھ رہے تھے تو آپ پورا کلمہ پڑھنے کے بجائے صرف لا کہہ رہے تھے اس کی کیا وجہ تھی۔ امام صاحب نے فرمایا۔ اس وقت شیطان میرے سامنے تھا اور وہ مجھے کہہ رہا تھا۔ احمد بن حنبل رحمہ اللہ! تو ایمان بچا کر دنیا سے جا رہا ہے اور میں اس مردود سے کہہ رہا تھا۔ لا ابھی نہیں۔ ابھی نہیں بلکہ جب تک میری روح نکل نہیں جاتی، اس وقت تک میں تجھ سے امن میں نہیں ہوں۔

ایک عابد کی شیطان سے کشتی

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد رہتا تھا۔ وہ ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ان کے پاس چند لوگ حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے۔ حضرت یہاں ایک ایسی قوم رہتی ہے جو ایک درخت کی پوجا کرتی ہے۔ اگر ہو سکے تو ان لوگوں کو اس درخت کی پرستش سے کسی طرح روک دیا جائے۔ یہ سن کر ان کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس درخت کے کاٹنے کیلئے چل دیئے۔

راستے میں انہیں شیطان ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں ملا۔ اس مردود نے ان سے پوچھا۔ جی! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، فلاں درخت کو کاٹنے کیلئے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا، تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ۔ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو۔ ایک فضول کام کی خاطر اپنی عبادت کیوں چھوڑتے ہو۔ عبادت گزار نے کہا، یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا، میں تمہیں وہ درخت نہیں کاٹنے دوں گا۔ بالآخر دونوں میں مقابلہ ہوا۔ وہ عابد بہت جلد اس پر غالب آ گیا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ شیطان نے اپنے آپ کو بے بس دیکھ کر ایک اور چال چلی۔ اچھا ایک بات سن۔ عابد نے اسے چھوڑ دیا۔ شیطان کہنے لگا کہ اللہ نے تجھ پر یہ فرض تو نہیں کیا۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں ہے تو تو اس کی پرستش بھی نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی آئے اگر اللہ چاہتا تو وہ کسی نبی کے ذریعہ اس کو کٹوا دیتا، اس لئے میں بھی کہتا ہوں کہ تو اس کو کاٹنے کا ارادہ ترک کر دے۔ لیکن عابد نے عزم صحیح کے ساتھ کہا کہ نہیں میں تو اس کو ضرور کاٹوں گا۔ یہ سن کر شیطان نے پھر اس سے لڑائی شروع کر دی اور وہ عابد پھر عزم صحیح کی برکت سے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ اب شیطان نے ایک اور پینترا بدلا۔ وہ کہنے لگا کہ تو ایک غریب آدمی ہے۔ دنیا والوں پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ اب میں فیصلہ کن بات کہتا

ہوں کہ تو اس کام سے باز آ جا۔ میں تجھے تین دینار دے دیا کروں گا۔ جو روزانہ اپنے سرہانے سے مل جایا کریں گے۔ اس رقم سے تیری اپنی ضروریات بھی پوری ہونگی' نادار لوگوں کی مدد بھی کرنا اور اپنے رشتہ داروں پر احسان بھی۔ اس طرح تمہیں بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ جب کہ درخت کاٹنے سے صرف درخت کاٹنے ہی کا ثواب ملے گا۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اس عابد نے شیطان کی یہ بات مان لی۔ چنانچہ اسے اپنے تکیے کے نیچے سے روزانہ تین دینار ملنا شروع ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد وہ دینار ملنا بند ہو گئے تو اسے پھر شیطان پر غصہ آیا اور پھر کلہاڑا اٹھا کر درخت کو کاٹنے کیلئے چل دیے۔ راستے میں وہی بوڑھا پھر ملا اور پوچھا کہ اب کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ عابد نے کہا کہ اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ اس بوڑھے (شیطان) نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکے گا۔ چنانچہ اب پھر دونوں کے درمیان جھگڑا ہوا۔ اب کی بار وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینے پر چڑھ گیا۔ عابد نے حیران ہو کر اس سے پوچھا کیا بات ہے کہ اس مرتبہ تو مجھ پر غالب آ گیا۔ شیطان نے کہا پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالصتاً اللہ کیلئے تھا۔ اس لئے اللہ نے تجھے غالب رکھا۔ اب چونکہ اس میں دیناروں کی لالچ کی آمیزش شامل تھی اس لئے میں تجھ پر غالب آ گیا۔

شیطان کی سواری اور اس کا مکر

ایک آدمی کی بڑی تمنا تھی کہ شیطان سے میری ملاقات ہو اور اس سے بات کروں۔ ایک دفعہ اس کی ملاقات شیطان سے ہو گئی۔ اس کے پاس بڑے جال تھے۔ اس آدمی نے پوچھا' تم کون ہو؟ کہنے لگا' شیطان ہوں۔ اس کے جال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا یہ سارا کچھ کیا ہے؟ کس لیے لیے پھرتے ہو؟ کہنے لگا کہ یہ پھندے اور جال ہیں جن سے میں لوگوں کو پکڑتا ہوں۔ اس نے پوچھا' میرے لئے کونسا جال ہے؟ شیطان کہنے لگا کہ تیرے لئے کسی جال کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس نے کہا' واہ! میں ایسا بھی نہیں ہوں کہ جال کے بغیر تیرے ہاتھ آ جاؤں۔ شیطان نے کہا اچھا دیکھ لینا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔

اس کے بعد وہ آدمی اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک دریا تھا۔ جب وہ دریا کے کنارے پہنچا تو کشتی جا چکی تھی۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کر لیا کہ دریا عبور کر کے جاتا ہوں۔ کنارے پر ہی ایک بڑھیا آفت کی پڑیا جو ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی' اداس لے کر بیٹھی رو رہی

ہے۔ اور میں اکیلی ہوں۔ میں یہاں رہ بھی نہیں سکتی۔ میرے بچے گھر میں اکیلے ہیں' تو مجھے بھی کسی طرح ساتھ لے جا۔ میرے بچے تم کو دعائیں دیں گے۔ اس نے کہا' میں تجھے کیسے لے کر جاؤں؟ تم تو خود جاؤ گے نہ' میں تو ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوں' مجھے بھی کندھوں پر اٹھا کر لے جانا۔ اس نے کہا' نہیں میں نہیں لے جاتا۔ اس نے اسے بڑی دعائیں دیں اور کہا کہ تمہارا بھلا ہوگا۔ میرے بچے اکیلے ہیں۔ میں گھر پہنچ جاؤں گی تو وہ بھی آپ کو دعائیں دیں گے۔ اس کے دل میں اس بڑھیا کے بارے میں ہمدردی آ گئی۔ چنانچہ اس نے کہا' اچھا چلیں میں آپ کو اٹھالیتا ہوں۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ میں کمر پر اٹھالیتا ہوں۔ پھر کہنے لگا کہ کہیں پھسل نہ جائے' لہٰذا کہنے لگا کہ چلو میرے کندھوں پر بیٹھ جاؤ۔ وہ بڑھیا کو کندھوں پر بٹھا کر دریا کے اندر داخل ہو گیا۔ چلتے چلتے وہ جب دریا کے بالکل درمیان میں پہنچا تو بڑھیا نے اس کے بال پکڑ کر کھینچے اور کہنے لگی۔ اے میرے گدھے! تیزی سے چل' وہ آدمی حیران ہو کر پوچھنے لگا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہی ہوں جس نے تجھے کہا تھا کہ تجھے قابو کرنے کیلئے کسی بھی جال کی ضرورت نہیں ہے۔ اب دیکھ کہ تجھے میں بغیر جال کے کیسے پھنسایا۔ تجھے نظر نہیں آ رہا تھا کہ میں غیر محرم ہوں۔ تو نے مجھے کندھوں پر کیسے بٹھلا لیا تھا۔

شیطان کا ننگے پھرنا

ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا' او مردود! تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی۔ وہ کہنے لگا۔ خدا کی قسم! یہ آدمی نہیں ہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ذکر اللہ کے ذریعے میرے بدن کو بیمار کیا ہے۔

کہیں شہادت کا رتبہ مل جائے......

ایک بزرگ دیوار کے ساتھ چارپائی بچھا کر سوئے ہوئے تھے۔ ان کے پاس شیطان آیا اور انہیں جگا دیا۔ انہوں نے پوچھا' کیا ہوا؟ وہ تیزی کے ساتھ کہنے لگا۔ یہ دیوار گرنے والی ہے۔ بس تو ایک طرف ہٹ جا۔ جب انہوں نے جلدی میں سنا تو وہ ایک طرف ہٹ گئے۔ جیسے ہی وہ ایک طرف ہٹے دیوار نیچے گر گئی۔ وہ بزرگ کہنے لگے۔ بھئی! تیرا بھلا ہو' تو میرا کتنا خیر خواہ ہے۔ تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا' میں شیطان ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔ شیطان تو کبھی کسی

کی خیر خواہی نہیں کرتا۔ تو نے کیسے خیر خواہی کی؟ وہ کہنے لگا میں نے اب بھی کوئی خیر خواہی نہیں کی۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگے۔ یہ خیر خواہی تو ہے کہ تو نے مجھے دیوار کے نیچے دبنے سے بچا لیا۔ شیطان نے کہا۔ یہی تو میرا فن تھا۔ اگر آپ وہیں لیٹے رہتے اور دیوار گر جاتی تو اچانک دیوار کے نیچے دبنے کی وجہ سے آپ کو شہادت کی موت آتی۔ میں نے آپ کو پہلے ہی جگا دیا تاکہ کہیں آپ کو شہادت کا رتبہ نہ مل جائے۔

سو دلائل دے دیئے پھر بھی......

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے وجود باری تعالیٰ پر سو دلائل جمع کئے' ایک مرتبہ ان کی شیطان سے ملاقات ہوگئی' وہ شیطان سے کافی دیر مناظرہ کرتے رہے' اس دوران انہوں نے فرمایا کہ اے ابلیس! میرے اللہ تعالیٰ پر ایمان بڑا پکا ہے تو مجھے بہکا نہیں سکتا' ابلیس نے کہا کہ ہرگز نہیں' یہ سامنے دیہاتی کھیت میں ہل چلا رہا ہے' اس کا ایمان آپ سے زیادہ پکا ہے' آپ نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ ابھی تماشا دیکھیں' چنانچہ شیطان ایک اجنبی شخص کی صورت میں اس دیہاتی کے سامنے پہنچا اور کہنے لگا کہ خدا موجود نہیں ہے' اس نے دو بڑی بڑی گالیاں دیں اور پاؤں سے جوتی نکالی کہ اس کی پٹائی کرے' ابلیس وہاں سے بھاگا اور امام رازی سے کہنے لگا' دیکھا اس کا ایمان اتنا قوی ہے کہ وہ سننا گوارا نہیں کرتا کہ کوئی خدا کے وجود کا انکار کرے' مرنے مارنے پر تل گیا آپ سے میں نے بحث شروع کی آپ نے دلائل دینے شروع کئے' گویا یہ بات سن لی کہ خدا موجود نہیں' اب رہی دلائل کی بات تو میں قوی دلائل دے دوں گا تو آپ پھسل جائیں گے' آپ کے دل میں ذرا شک پیدا ہوگیا تو آپ ایمان سے محروم ہو جائیں گے۔ (واقعات فقیر۔ ۱/۳۲۵)

شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر شیطان کا داؤ

ایک مرتبہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جنگل میں مراقبہ کر رہے تھے' اچانک ایک نور ظاہر ہوا جس نے ماحول کو منور کر کے رکھ دیا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ متوجہ ہوئے تو آواز آئی' اے عبدالقادر جیلانی! ہم تیری عبادت سے اتنے خوش ہیں کہ ہم نے تم سے قلم اٹھا لیا' اب تو جو چاہے کر' تیرے گناہ تیرے نامہ اعمال میں نہیں لکھے جائیں گے۔ جب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنی تو آپ نے اس بات کو قرآن اور حدیث پر پیش کیا جو سچے گواہ ہیں ایک آیت

سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب ﷺ کو فرمایا

"وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ"

اے محبوب ﷺ! آپ عبادت کرتے رہئے حتیٰ کہ آپ اسی حال میں دنیا سے پردہ فرما جائیں' شیخ عبدالقادر جیلانی نے سوچا کہ نبی اکرم ﷺ کو تو یہ حکم دیا گیا ہے۔

پھر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مجال کہاں کہ اس سے قلم ہٹالیا جائے لہٰذا اس' سمجھ گئے کہ یہ تو شیطان کا چکر ہے' انہوں نے فوراً پڑھا "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" یہ کلمات شیطان کیلئے توپ کے گولے کی طرح ہیں چنانچہ جب یہ گولہ لگا تو وہ بھاگ کھڑا ہوا مگر بھاگتے ہوئے دوسرا فائر کر گیا' کیونکہ کہ وہ بڑا خطرناک دشمن ہے' کہنے لگا' عبدالقادر جیلانی! میں نے اپنے اس حربے سے ہزاروں اولیاء کو دھوکے دیئے مگر تو اپنے علم کی وجہ سے بچ گیا' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر فرمایا "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کہ او مردود! میں اپنے علم کی وجہ سے نہیں بچا بلکہ میں اپنے پروردگار کے فضل کی وجہ سے بچا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرم و حیا
اور
عفت و پاکدامنی

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

پروانۂ رسالت ﷺ کی شرم وحیاء کا عجیب نمونہ

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک جگہ پر جہاد کیلئے قدم بڑھایا' آگے دشمن تھے' انہوں نے سوچا کہ ہم ان کو کسی طرح ان کے دین کے راستے سے ہٹائیں' چنانچہ انہوں نے اپنی عورتوں سے کہا کہ بے پردہ ہو کر گلیوں میں نکل آئیں تاکہ ان کی نگاہیں ادھر ادھر اٹھیں' اس طرح ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جو مدد ہے وہ ختم ہو جائے گی' جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے دیکھا تو انہوں نے بلند آواز سے اعلان کیا'

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾

ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں' یہ اعلان سن کر پورے لشکر کے لوگوں نے اپنی نگاہوں کو اس طرح نیچے کر لیا کہ کسی کی نگاہ کسی غیر عورت پر نہ پڑی' حتیٰ کہ لشکر کے لوگ جب لوٹ کر آئے تو ان سے کسی نے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ وہاں کے مکانوں کی بلندی کیسی تھی؟ فرمانے لگے کہ جب امیر لشکر نے نظریں جھکانے کا حکم دیا تو ہم نے مکانوں کی اونچائی کی طرف دھیان ہی نہ دیا۔ سبحان اللہ (واقعات فقیر: ۱۱۹/۱)

حضرت مریم علیہا السلام کی عفت و پاک دامنی

بی بی مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی ایک نیک بندی گزری ہیں' ابھی پیدا بھی نہیں ہوئیں' ماں کے پیٹ میں ہیں' ان کی ماں ان کیلئے دعا کر رہی ہیں۔

رب انی نذرت لك مافی بطنی محررا فتقبل منی"

اے اللہ! میرے پیٹ میں جو بھی ہے میں نے اسے تیرے لیے وقف کر دیا' تو اسے قبول فرمالے' چنانچہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

فتقبلها ربها بقبول حسن و انبتها نباتا حسنا و کفلها زکریا"

حضرت زکریا علیہ السلام ان کے خالو تھے' وہ ان کے کفیل بنے۔ حضرت مریم علیہا السلام مسجد کے اندر اعتکاف کی حالت میں رہتیں اور سارا دن ذکر و عبادت میں مشغول رہا کرتی تھیں' اللہ رب العزت کی طرف سے ایسی رحمت ہوتی کہ اس کیلئے بے موسم کے پھل بھیجے گئے' لوگوں کے اندر ان کی عبادت اور تقویٰ کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی' لوگ بہت عزت کرتے تھے۔

ان کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا' قرآن مجید نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور ایک سورۃ کا نام بھی سورہ مریم رکھا

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا﴾

انہوں نے غسل کیلئے اپنے مکان کی مشرقی سمت کو اپنے لیے مخصوص کر لیا'' مَكَانًا شَرْقِيًّا '' سے مفسرین نے لکھا کہ نصاریٰ نے مشرق کو اسی لیے قبلہ بنالیا کہ وہ مشرق کی طرف گئیں جب وہ مشرق کی طرف گئیں' فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا''

انہوں نے اپنے اردگرد ایک حجاب (پردہ) تان لیا تا کہ تنہائی ہو جائے اور وہ غسل کر سکیں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اتنے میں'' فارسلنا الیھم روحنا'' ہم نے اس کی طرف اپنے روح الامین کو بھیجا'' فتمثل لھا بشرا سویا'' اور وہ ایک بھرپور انسان کی شکل میں اس کے پاس پہنچے جب تنہائی میں مریم کے سامنے ایک بھرپور انسان آیا تو اس وقت مریم گھبرا گئیں' وہ آج کے وقت کی کوئی بگڑی ہوئی بیگم نہ تھی کہ ایک نامحرم کو تنہائی میں دیکھ کر مسکرا دیتی' وہ اللہ پاک کی نیک بندی تھی' چنانچہ اس کے چہرے کے اوپر گھبراہٹ کے آثار نظر آئے' فرمانے لگی'انی اعوذبالرحمن منك ان كنت تقيا'' میں تجھ سے اللہ رب العزت کی پناہ مانگتی ہوں کہ تجھ سے میری حفاظت فرمائے' تیرے چہرے سے تو تقویٰ ظاہر ہوتا ہے اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے پہچان لیا کہ بی بی مریم گھبرا گئی' چنانچہ انہوں نے فوراً اللہ کا پیغام دیا کہ ''إِنَّمَا أَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ'' میں تیرے رب کا بھیجا ہوا نمائندہ ہوں۔''لِأَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا'' تا کہ تجھے ستھرا بیٹا دے۔

اب اس بات کو سن کر مریم علیہا السلام کی پریشانی بجائے کم ہونے کے الٹا اور زیادہ بڑھ گئی' مریم علیہا السلام سوچنے لگی کہ پہلے تو میں اس سے اللہ کی پناہ مانگ رہی تھی مگر جو اس نے بات کہہ دی اس نے تو مجھے اور زیادہ پریشان کر دیا' چنانچہ کہنے لگی'' انى يكون لى غلم '' میرے بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ولم يمسسنى بشر '' نہ مجھے کسی بشر نے چھوا''ولم اك بغيا'' اور نہ میں نے کوئی برائی کا کام کیا۔ مریم علیہا السلام جانتی تھی کہ بیٹا ہونے کے دو سبب ہوا کرتے ہیں' یا نکاح کے ذریعے سے یا گناہ کے ذریعے سے' چونکہ ان کی زندگی میں دونوں کام نہیں تھے اس لیے مریم علیہا السلام کہنے لگی کہ جب سبب موجود نہیں تو میرے بیٹا کیسے پیدا

ہوگا؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: قال کذلک'' کہ ایسا ہی ہے کہ نہ تیرا نکاح ہوا ہے اور نہ تو نے گناہ کیا ہے'' کذالک کے لفظ کے ساتھ رب العزت نے مریم کی پاک دامنی پر مہر لگا دی' اللہ رب العزت ہر ایک کو ایسی بیٹی عطا فرمائے' جس کی پاکدامنی پر ایسی مہر لگی ہو' آگے فرمایا'' قال ربك هو علی هين '' تیرے پروردگار نے کہا کہ میرے لیے آسان ہے مریم! یہ بیٹا تجھے پروردگار نے دینا ہے کسی زلفوں والی سرکار نے نہیں دینا' اس لیے تجھے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اسی وقت مریم علیہا السلام کو اپنے اندر حمل کے آثار محسوس ہونا شروع ہو گئے' اس وقت مریم پریشان ہو گئی' وہ کھجور کے ایک درخت کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی' جبرائیل' تو چلے گئے مگر بی بی مریم اب غمزدہ ہے' پریشان ہے' زندگی کا پس منظر سامنے ہے' وہ دل ہی دل میں کہنے لگی اے اللہ! میں تو تیری عبادت کرتے ہوئے عمر گزارنے والی بندی ہوں' میں نے اپنی عمر اعتکاف میں گزاری' لوگوں میں میری نیکی اور تقویٰ کے چرچے ہیں' مگر آج میں اس حال میں بیٹھی ہوئی ہوں کہ جب لوگوں کے سامنے یہ بات ظاہر ہوگی تو میں ان کو کیا چہرہ دکھاؤں گی' میری ساری عبادت کے اوپر پانی پھر جائے گا' لوگوں میں بدنامی ہوگی' میری زندگی کیسے گزری اور یہ معاملہ کیسا پیش آیا۔

حضرت مریم علیہا السلام اس درخت کے ساتھ ایسے بیٹھی ہے جیسے کوئی ہارا ہوا جرنیل ہوا کرتا ہے۔ اس وقت اتنی گھبراہٹ تھی کہ دل کہہ رہا تھا کہ اس زندگی سے تو مر جانا بہتر ہے' چنانچہ کہنے لگی'' یا لیتنی مت قبل هذا و کنت نسیا منسیا'' اے کاش! میں تو اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھولی بسری چیز بن چکی ہوتی' معلوم ہوا کہ جو عفیفہ عورتیں ہوتی ہیں انہیں اپنی بدنامی اور بے عزتی سے ہمیشہ ڈر لگا کرتا ہے' وہ اللہ کی پناہ مانگتی ہیں' وہ مر جانے کو پسند کرتی ہیں' مگر کوئی ایسا فعل نہیں کرتیں' جب بی بی مریم علیہا السلام نے ایسی بات کہی تو'' فناديها من تحتها'' ان کو پھر نیچے سے ایک آواز آئی' بعض مفسرین کرام نے لکھا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام نے دوبارہ ان سے کلام کیا تھا اور بعض نے کہا کہ اللہ رب العزت نے کلام فرمایا: بہرحال ان کو فرمایا: لا تحزنی '' مریم! تو پریشان نہ ہو' یہ رب کی باتیں ہیں' جب اس نے تجھے یہ اپنی نشانی دی تو وہ پروردگار تیری پاسبانی بھی کرے گا' فرمایا یہ جو تمہیں اپنے قریب درخت نظر آ رہا ہے

اس پر ہم نے کھجوریں لگا دی ہیں تم کھجور کے اس درخت کو ہلانا" وهزي اليك بجذع النخلة تساقط عليك رطبا جنيا" "تمہارے اوپر تر کھجوریں گریں گی ان کو کھالینا اور تمہارے نیچے پانی جاری کر دیا گیا ہے اس پانی کو پی لینا" اس کے بعد جب تمہارے ہاں بچے کی ولادت ہو تو اس بچے کی جبین پر نبوت کے نور کی کرنیں پھوٹتے دیکھ کر اس بچے کی جبین کو بوسے دینا" اس سے تمہارے دل کو تسلی ہو جائے گی، مریم علیہا السلام! اگر لوگ تجھ سے پوچھیں کہ یہ کیا معاملہ بنا تو کہنا: "انی نذرت للرحمن صوما" "کہ میں نے تو رحمٰن کیلئے روزہ رکھا ہوا ہے فلن اکلم الیوم انسیا" "آج کسی بندے سے بھی میں بات نہیں کروں گی" اس وقت کی شریعت میں بولنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا تھا" امت محمدیہ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا کر دی کہ بولنے کی اجازت عطا فرما دی" چنانچہ جب بی بی مریم علیہا السلام بچے کو لے کر آتی ہیں" فاتت به قومها تحمله" "بچے کو جب سینے سے لگا کر قوم میں آتی ہیں تو وہ حیران ہوتے ہیں" "قالو یمریم لقد جئت شیئا فریا" "کہنے لگے" اے مریم علیہا السلام! تو یہ کیا غضب کیا چیز لے کر آ گئی" "یا اخت هارون" "اے ہارون علیہ السلام کی بہن" "ما کان ابوك امرء سوء وما کانت امك بغیا" "نہ تیرا باپ ایسا برا تھا اور نہ تیری ماں بری تھی تو یہ برائی کیسے کر کے آ گئی؟ معلوم ہوا کہ عورت سے جب کوئی غلطی کوتاہی ہوتی ہے تو اس کے ماں باپ اور بھائیوں پر بات جاتی ہے" اس کے محرم مردوں پر بات جایا کرتی ہے۔

جب قوم نے طعنوں کے نشتر چلائے تو اس وقت مریم علیہا السلام کے دل پر غم طاری ہوا" مریم علیہا السلام بہت پریشان ہوئیں اور" فاشارت الیه" "اس بچے کی طرف اشارہ کیا" کہنا یہ چاہتی تھی کہ تم میرا سر مت کھاؤ" پوچھنا ہے تو اسی بچے سے پوچھو کہ یہ کیسے پیدا ہوا؟ قوم نے بچے کی طرف دیکھا اور کہا" قالو کیف تکلم من کان فی المھد صبیا" "کہ گود میں پڑا چھوٹا سا بچہ کیسے بول سکتا ہے؟ مگر اللہ نے اپنی ایک پاک دامن بندی کیلئے اپنے نظام کو بدل کر رکھ دیا" فرمایا میرے پیارے عیسیٰ علیہ السلام! بچے اس عمر میں بولا نہیں کرتے" مگر آج تیری ماں پر بہتان لگایا جا رہا ہے" میں اپنے نظام کو بدلتا ہوں" اب تجھے بولنا ہوگا" اور اپنی ماں کی برأت کی گواہی دینی ہوگی" چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولتے ہیں" انی عبداللہ "" میں اللہ کا بندہ ہوں" اتنی الکتب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ما کنت واوصنی بالصلوۃ

والزکوٰۃ مادمت حیا" سبحان اللہ! اللہ رب العزت نے عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اپنی پیاری بندی کی پاکدامنی کی گواہی دلوائی۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار: ۱۷۵تا۱۷۹/۵)

سیدہ فاطمہؓ نے پہلی کا چاند بھی نہ دیکھا

اللہ تعالیٰ نے سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو عجیب حیاء عطا فرمائی تھی۔ ایک دفعہ چاند کی پہلی تاریخ تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے ہاں آپ کی بیٹی فاطمہؓ تشریف لائی تھی۔ پوچھا' فاطمہ! کیا تم نے چاند دیکھا ہے؟ عرض کیا' اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے چاند نہیں دیکھا۔ فرمایا' بیٹی! تم نے کیوں نہیں دیکھا؟ وہ خاموش ہو گئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دوبارہ پوچھا' اس کی کیا وجہ تھی؟ سیدہ فاطمہؓ نے جواب دیا۔ اے ابا جان! میرے دل میں خیال آیا کہ آج پہلی کا چاند ہے سب لوگ چاند کی طرف دیکھ رہے ہوں گے' اگر میں بھی دیکھوں گی تو میری نگاہیں اور غیر محرم مردوں کی نگاہیں چاند کے اوپر اکٹھی ہونگی۔ میں نے اس بات کو شرم وحیا کے خلاف پایا۔ اس لیے میں نے آج چاند نہیں دیکھا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی بیٹیاں عطا کرے جن میں ایسی حیاء ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی زندگی عطا فرمائیں کہ ہماری زندگی سے گناہ نکل جائیں۔

نگاہ شریعت میں پسندیدہ عورت کون؟

عورت کی صفات میں سے سب سے بہتر صفت کے بارے میں ایک مرتبہ صحابہ میں بات چل رہی تھی۔ کوئی کچھ کہہ رہے تھے' کوئی کچھ کہہ رہے تھے۔ اسی دوران حضرت علیؓ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت سیدہ فاطمہؓ سے بات ہوئی۔ ان کو بھی بتایا کہ آج تو مسجد میں اس عنوان پر گفتگو ہو رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عورت کون ہے؟ فرمایا' بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عورت وہ ہے جو نہ خود کسی نامحرم کی طرف دیکھے اور نہ کوئی غیر محرم اس کو دیکھ سکے۔ یعنی اتنی باحیا ہو کہ اس کی اپنی نگاہیں بھی نامحرم پر نہ پڑیں اور اتنی پردہ دار ہو کہ غیر محرم بھی اس کو نہ دیکھ سکے۔ جب انہوں نے یہ بتایا تو حضرت علیؓ مسجد میں تشریف لائے اور عرض کیا' اے اللہ کے محبوب ﷺ! فاطمہؓ نے اللہ کی پسندیدہ عورت کی دو صفتیں بتائیں۔ تو جب انہوں نے یہ صفتیں بیان کیں تو نبی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا فاطمہ بضعۃ منی فاطمہ تو

میرے دل کا ایک ٹکڑا ہے تو معلوم ہوا کہ جو عورت خود پردہ دار ہو کہ غیر محرم اس کو نہ دیکھ سکے اور خود بھی غیر محرم کو نہ دیکھنے والی ہو یہ عورت اللہ رب العزت کی پسندیدہ عورت ہے۔

حضرت عائشہؓ کی عفت کی شہادت تا دم قیامت

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی زندگی میں بھی ایک عجیب واقعہ پیش آیا' اللہ رب العزت کی بھی عجیب مشیت ہوتی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی المصطلق میں تشریف لے گئے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس آنے لگے تو قافلے نے چلنا تھا قافلے کے لوگ تیار ہو کر چلتے رہتے تھے' سینکڑوں بلکہ ہزاروں اونٹ ہوتے تھے' چلتے ہوئے گھنٹہ لگا کرتے تھے' قافلے میں جانا ہے پتہ نہیں سفر میں کتنا وقت لگ جائے' کیوں نہ ہو کہ میں قضائے حاجت سے فارغ ہو جاؤں' قضائے حاجت کیلئے کھیتوں میں جایا کرتے تھے' چنانچہ آپ ذرا دور چلی گئیں تاکہ فراغت حاصل کر سکیں۔ جب فراغت حاصل کر کے واپس آئیں تو آپ نے ہودج میں بیٹھنا تھا جس کو سواری کے اوپر رکھا جاتا تھا۔

اتنے میں آپ نے محسوس کیا کہ میرے گلے میں ایک ہار پہنا ہوا تھا۔ وہ کہیں ٹوٹ کر گر گیا ہے' سوچا کہ ابھی تو روانہ ہونے میں وقت ہوگا' میں جا کر ہار دیکھ لیتی ہوں' آپ ہار ڈھونڈنے کیلئے واپس تشریف لے گئیں' پیچھے صحابہ کرامؓ نے سوچا کہ آپ تشریف تو لے آئی تھیں' لہٰذا ہودج میں بیٹھ گئی ہوں گی' چنانچہ چار پانچ آدمیوں نے مل کر ہودج کو اٹھا کر سواری کے اوپر رکھ دیا' آپ کی عمر کم تھی اور وزن بھی کم تھا' چار پانچ آدمی اٹھانے والے تھے تو ان کو پتہ بھی نہ چلا کہ آپ اندر بیٹھی ہوئی ہیں کہ نہیں۔

اب قافلے کے لوگ تو وہاں سے چلے گئے' جب آپ واپس آئیں تو آپ نے دیکھا کہ وہ جگہ خالی ہے اور قافلہ جا چکا ہے آپ کو اطمینان تھا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلے گا تو کسی نہ کسی کو بھیجیں گے' چنانچہ آپ وہیں پر بیٹھ گئیں' تھوڑی دیر کے بعد نیند غالب آ گئی چنانچہ اپنے اوپر چادر لی اور سو گئیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ صحابہ میں سے کسی ایک صحابیؓ کو حکم دیا جاتا تھا۔ کہ جب سارا قافلہ چلا جائے۔ اگر رات کا وقت ہو تو صبح کے وقت اس جگہ پر آ کر دیکھیں کہ کہیں کوئی چیز پیچھے نہ پڑی رہ گئی ہو' چنانچہ ایک بدری صحابی حضرت صفوان بن معطلؓ (جو پکی عمر کے

تھے) کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام پر تعینات فرمایا تھا۔ وہ جب اس جگہ پر آئے تو کسی کو اس جگہ پر لیٹا ہوا پایا۔ قریب آئے تو انہوں نے پہچان لیا' کہ یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں' انہوں نے اونچی آواز میں "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا' ان کی آواز سن کر آپؓ کی آنکھ کھل گئی آپ نے جو اپنے اوپر چادر لی ہوئی تھی' اس سے اپنے آپ کو پوری طرح ڈھانپ لیا' انہوں نے آپ کیلئے اپنے اونٹ کو بٹھایا' آپ اوپر بیٹھ گئیں' انہوں نے مہار پکڑی اور چل پڑے حتیٰ کہ وہ جب اس قافلے کے پاس پہنچے تو قافلے میں موجود منافقین تھے انہوں نے دیکھا تو کہنے لگے کہ وہاں اس میں تو کچھ نہ کچھ بات ہوگی۔ وہ تو پہلے ہی ایسے موقع کی تلاش میں تھے جس میں وہ مسلمانوں کو پریشان کر سکیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچا سکیں' چنانچہ انہیں باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔

چنانچہ جب مدینہ پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پتہ چلا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ ہوا' لوگوں میں یہ بات عام ہونا شروع ہوگئی۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں آکر مہینہ تک بیمار رہی اور کمزور بھی ہوگئی' ایک دن میں ایک صحابیہ ام مسطحؓ کے ساتھ قضائے حاجت کیلئے رات کو باہر نکلی' وہ ایک جگہ پر قدم اٹھانے لگیں تو ان کو ٹھوکر لگی' انہوں نے اپنے بیٹے کے بارے میں بددعا کردی' میں نے کہا تم اپنے بیٹے کیلئے بددعا کیوں کر رہی ہو؟ وہ کہنے لگیں کہ تمہیں پتہ نہیں کہ وہ تمہارے متعلق کیا بات کہہ رہا ہے؟ میں نے پوچھا کہ کیا بات کہہ رہا ہے؟ اس وقت انہوں نے ساری تفصیل بتادی کہ آپ کے بارے میں اس وقت شہر میں یہ باتیں ہو رہی ہیں فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ باتیں سنیں تو میرے دل میں بڑا صدمہ ہوا میں گھر آئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد سے تشریف لائے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئی اور سلام کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب دیا مگر چہرہ دوسری طرف کرلیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموش نگاہوں نے مجھے بہت ساری باتیں سکھا دیں کہ اس وقت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر بوجھ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات نہیں کرنا چاہتے۔

میں نے سوچا کہ چلو میں اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاتی ہوں تا کہ صحیح حالات کا پتہ چل سکے۔ میں نے اجازت چاہی' اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرما دیا کہ ہاں چلی جاؤ' فرماتی ہیں کہ جب میں وہاں پہنچی تو میری والدہ نے دروازہ کھولا' میں نے دیکھا کہ میری والدہ کی

آنکھیں رو رو کر سرخ ہو چکی ہیں' پریشان چہرے کے ساتھ کھڑی ہیں' میں نے پوچھا' امی! میرے ابو کدھر ہیں' انہوں نے اشارہ کر دیا' میں نے دیکھا کہ چارپائی پر بیٹھے اللہ کا قرآن پڑھ رہے ہیں' ایک ایک آیت پر آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرتے ہیں اللہ کے حضور دعائیں مانگ رہے ہیں' فرماتی ہیں کہ میں نے جب غم کا ماحول دیکھا تو میری طبیعت اور زیادہ غمزدہ ہوئی' میں نے سوچا کہ میں کیا کروں؟ جن پر مجھے مان تھا' جو میری زندگی کے رکھوالے تھے وہ بھی مجھ سے ناراض ہیں' ماں باپ بھی آج جدا ہیں' میں آج کہاں جاؤں؟ دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ہو کہ میں اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوں' چنانچہ فرماتی ہیں میں نے وضو کیا' اور گھر کے ایک کونے کی طرف جانے لگی' ماں نے پوچھا عائشہ! کدھر جا رہی ہو؟ ان کو ڈر لگ گیا تھا کہ بیٹی غم زدہ ہے ایسا نہ ہو کہ بیٹی کوئی سنگین فیصلہ کر لے' فرماتی ہیں کہ اس وقت میں نے کہا' امی! میں اپنے رب کے حضور دعائیں کرنے جا رہی ہوں' گویا یوں کہنا چاہتی تھیں امی! ہائی کورٹ تو ناراض ہو گئے' اب میں سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹانے جا رہی ہوں' فرماتی ہیں کہ میں نے مصلیٰ بچھایا اور سجدے میں سر رکھ کر دعائیں مانگنی شروع کیں کہ اے مسکینوں کے پروردگار! اے فریاد سننے والے اللہ! اے مظلوموں کے پروردگار! اے کمزوروں کی سننے والے آقا! تیرے مقبول بندوں پر جب بھی کوئی ایسا وقت آیا' اللہ! تو نے ہی ان کی مدد کی اللہ! یوسف علیہ السلام پر بات بنی تھی تو آپ نے برأت دلوائی' اللہ! مریم علیہا السلام پر بات بنی تھی تو آپ ہی نے ان کی پاکدامنی کی گواہی دلوائی' اللہ! آج تیرے محبوب ﷺ کی حمیرا تیرے دروازے پر حاضر ہے۔ اور فریاد کرتی ہے کہ میرے وبارے میں بھی اسی طرح کی باتیں کی جا رہی ہیں' پروردگار! تو حمیرا کی مدد فرما' میرے آقا ﷺ نے بھی اس وقت میرے ساتھ بات کرنا چھوڑ دی ہے' اللہ! تیرے سوا کوئی ذات نہیں جو دکھی دلوں کو تسلی دے سکے۔ جو غم زدہ دلوں کو اطمینان دے سکے۔ رو رو کر دعائیں کر رہی ہیں۔

ادھر دعائیں مانگی جا رہی ہیں اور ادھر آقا ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ میں مجلس مشاورت قائم کی ہوئی ہے' حضرت ابوبکر صدیقؓ تو گھر میں تھے' باقی صحابہ کرامؓ جمع ہیں' محدثین نے اس کا عجیب منظر لکھا' فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بھی غمزدہ بیٹھے تھے' صحابہ کے چہروں پر اداسی تھی' انہوں نے اپنے محبوب ﷺ کے چہرے کو غمزدہ دیکھا جس کی وجہ سے ان کی طبیعت بھی

عجیب بن چکی تھی' چنانچہ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم سسکیاں لے لے کر رو رہے تھے' نبی ﷺ نے اس وقت اپنے یاروں سے پوچھا' اس معاملہ میں تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ سب سے پہلے حضرت عمرؓ سے پوچھا' عمر! تم اس معاملہ میں کیا مشورہ دیتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر کہا' اے اللہ کے نبی ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت و شرافت بخشی' آپ کے بدن پر کوئی گندی مکھی کو بیٹھنے کی اجازت نہیں تو آپ ﷺ کی رفیقہ حیات ایسی کیسے ہو سکتی ہے' جس کے اندر گناہوں کی نجاست ہو' اس لیے مجھے تو ٹھیک نظر نہیں آتی' نبی اکرم ﷺ نے عثمان غنیؓ سے پوچھا' عثمان تم بتاؤ کہ معاملہ کیا ہو سکتا ہے' حضرت عثمان غنیؓ نے نبوت کی صحبت کا حق ادا کر دیا' عرض کیا' اے اللہ کے نبی ﷺ! اللہ رب العزت نے آپ کو ایسا بنایا کہ بادل آپ پر سایہ کیے رکھتا ہے' آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ کسی کا قدم آپ کے سایہ پر پڑ جائے' جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ادب کا اتنا لحاظ فرمایا کہ کسی غیر کے قدم آپ کے سایہ پر نہیں پڑ سکتے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی کو آپ کی زوجہ مطہرہ پر قدرت حاصل ہو جائے' لہٰذا یہ چیز تو ہمارے وہم و گمان سے بھی باہر ہے' ان کی بات سن کر نبی اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے پوچھا! تم بتاؤ کہ کیا معاملہ ہو سکتا ہے؟ سیدنا علیؓ نے عرض کیا' اے اللہ کے نبی ﷺ! ایک مرتبہ آپ کے جوتے کے ساتھ نجاست لگی ہوئی تھی' آپ چاہتے تھے کہ پہن لیں مگر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا تھا اور آپ کو اطلاع دی تھی کہ آپ کے جوتے کے ساتھ نجاست لگی ہوئی ہے جب جوتے پر نجاست لگی ہوئی تھی تو آپ کو بتا دیا گیا تھا' اگر آپ کے گھر والوں کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ ہوتا تو آپ کو کیوں نہ بتا دیا گیا' اس لیے یہ بات مجھے ٹھیک نظر نہیں آتی نبی اکرم ﷺ پھر خاموش ہو گئے' آپ ﷺ کی غمگینی کو دیکھ کر حضرت علیؓ دوبارہ بولے اور کہنے لگے' اے اللہ کے نبی ﷺ! اگر آپ کی طبیعت بہت غم زدہ ہے تو آپ ﷺ چاہیں تو طلاق دے دیں' آپ ﷺ کیلئے بیویوں کی کوئی کمی ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی اور رفیقہ حیات عطا فرما دیں گے۔ ان کی یہ بات سن کر حضرت عمرؓ تڑپے اور کھڑے ہو گئے' انہوں نے اس وقت نبی اکرم ﷺ سے پوچھا' اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ یہ نکاح آپ ﷺ نے اپنی مرضی سے کیا تھا یا آپ کو اشارے سے بتا دیا گیا تھا' یہ آپ کی پسند تھی یا کسی اور کی پسند تھی؟ نبی اکرم ﷺ نے انگلی سے اشارہ کیا کہ یہ تو میرے

رب کی طرف سے اشارہ تھا' حضرت عمرؓ فرمانے لگے' اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اب آپ مجھے چھوڑ دیجئے اور ان منافقین کو چھوڑ دیجئے' میری تلوار جانے اور منافقین کی گردن جانیں' وہ ایسی توہین آمیز بات کیسے کر سکتے ہیں؟ رب کریم کی پسندیدہ وہ ایسی باتیں کر رہے ہیں' یہ نہیں ہوسکتا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت حضرت عمرؓ کو پیار کی آنکھوں سے دیکھ کر حضرت عمرؓ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا' گویا دل سے کہہ رہے تھے کہ عمر! اللہ تیرا نگہبان ہو تو نے میرے غم کو ہلکا کر دیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں اطمینان آ گیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور مجلس برخاست ہوگئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر کی طرف یہ معلوم کرنے کیلئے جاتے ہیں کہ میری حمیرا کس حال میں ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دستک دیتے ہیں' سیدنا صدیق اکبرؓ کی اہلیہ نے دروازہ کھولا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کا رو رو کر برا حال ہو چکا ہے' جب صدیق اکبرؓ کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں بھی رو رو کر سرخ ہو چکیں تھیں۔ اور سوج چکی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا' حمیرا نظر نہیں آ رہی' حمیرا کہاں ہے؟ انہوں نے کونے کی طرف اشارہ کیا' اس وقت سیدہ عائشہؓ سجدے میں دعائیں مانگ رہی تھی' بعد میں فرماتی ہیں کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تھے' تو میرے دل میں بات آئی کہ میں اسی وقت اٹھ کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے ساتھ چمٹ جاؤں اور جی بھر کر رو لوں کہ میرے ساتھ یہ کیا معاملہ پیش آ رہا ہے' مگر میرے دل نے کہا' عائشہ! تو نے اپنے رب کے سامنے اپنی فریاد بیان کر لی ہے' اب اپنے رب سے ہی مانگ لے' تیرا رب نگہبان ہوگا' چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' حمیرا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنتے ہی حمیرا نے سجدہ مکمل کیا اور آ کر چارپائی پر خاموش بیٹھ گئیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' حمیرا! اگر تجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اپنے رب سے معافی مانگ لے' رب کریم گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں' فرماتی ہیں کہ اس وقت تک تو میں صبر کے ساتھ بیٹھی تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر میرے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے' میری آنکھوں سے آنسو آنا شروع ہو گئے' میں رو تی رہی مگر خاموش تھی' روتے ہوئے میں نے کہا' میں وہی بات کہوں گی جو یوسف علیہ السلام کے والد نے کہی تھی'

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۔

میں اپنا غم اور شکوہ اپنے رب سے کہتی ہوں' فرماتی ہیں کہ میں نے یہ الفاظ کہے اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پسندیدہ پسینے کے قطرے دیکھے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر حسین کیفی

دیکھی جو وحی کے نزول کے وقت ہوا کرتی تھی' محبوب ﷺ کے اوپر غنودگی سی طاری ہوتی گئی' آپ ﷺ نے اپنے اوپر چادر لے لی' فرماتی ہیں کہ میں آرام سے بیٹھی تھی' میرے دل میں خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو القا کر دیں گے یا نیند میں کوئی خواب دکھا دیں گے اور وضاحت فرما دیں گے مگر میرے باپ اور میری ماں پر وہ چند لمحے بڑے عجیب تھے' میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ تڑپ رہے تھے' کہ وحی نازل ہو رہی ہے' پتہ نہیں کہ میری بیٹی کی قسمت کا کیا فیصلہ ہوتا ہے' والد کی آنکھوں میں بھی آنسو اور والدہ کی آنکھوں میں بھی آنسو' فرماتی ہیں کہ میں آرام سے بیٹھی تھی' تھوڑی دیر کے بعد میرے آقا ﷺ نے چہرہ انور سے کپڑا ہٹایا تو آپ ﷺ کا چہرہ انور کپڑے سے ایسے باہر نکلا جیسے بادل ہٹتا ہے تو چندرھویں کا چاند نظر آتا ہے' فرمانے لگیں کہ میں نے چہرہ انور پر بشاشت دیکھی' میں سمجھ گئی کہ اللہ رب العزت نے رحمت فرما دی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ! مبارک ہو اللہ تعالیٰ کا کلام آ گیا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے تیری برأت نازل فرما دی' فرماتی ہیں کہ اس وقت میری والدہ فرمانے لگیں' عائشہ! اٹھو اور نبی اکرم ﷺ کا شکریہ ادا فرماؤ' فرمانے لگیں' میری توجہ رب کی طرف گئی' فرمانے لگیں میں اپنے رب کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے محبوب ﷺ کی حمیرا کی فریاد قبول فرمائی' ان کی پاکدامنی کی گواہی میں قرآن مجید میں ۱۸ آیتیں نازل فرما دی گئیں' یہی نہیں کہ ان کی برأت نازل فرما دی بلکہ آگے فرما دیا کہ تمہیں اتنا عرصہ جو پریشانی رہنا پڑا اس کے بدلے میں:

﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾

تمہارے لیے مغفرت اور اللہ کی طرف سے بہت بڑا اجر ہے۔

جب پاک دامن انسان کو زندگی میں پریشانی آتی ہے' تو پھر اللہ تعالیٰ خود ان کی پشت پناہی فرمایا کرتے ہیں' آج بھی جو انسان نیکوکاری کی زندگی اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرے گا' اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اس کے ساتھ ہوگی' محبوب ﷺ کی تعلیمات کتنی اچھی ہیں

کہ آپ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی بھی ایسا کام نہ کیا جائے جو حیاء کے تقاضوں کے خلاف ہو آپ ﷺ نے ایک ایک صحابیؓ کو حیاء کا ایسا نمونہ بنا دیا تھا کہ ان کی نگاہیں پاکیزہ ان کے دل پاکیزہ اور ان کی زندگی گناہوں سے پاکیزہ ہوتی تھی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی پاکدامنی والی زندگیوں کا نمونہ عطا فرمادے اور ہمیں بھی حیاء اور غیرت والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین (خطبات ذوالفقار ۱۸۳ تا ۱۹۱/۵)

میں اندھا ہوا اس وقت سے جب سے ہوا تو بے حیا

ہم اپنے اسلاف کی زندگیوں کو دیکھیں تو یہ چیزیں ہمیں ان میں عجیب و غریب نظر آتی ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک آدمی حمام سے نہا کر نکلا تو اس نے ایسا تہبند باندھا ہوا تھا کہ اس کے گھٹنوں سے اوپر تھا یعنی جسم کا وہ حصہ جو مرد کیلئے چھپانا ضروری ہے وہ ننگا تھا' تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آنکھوں کو فوراً بند کر لیا' وہ آدمی قریب آیا اور کہنے لگا اے نعمان! آپ کب سے اندھے ہوئے؟ آپ نے فرمایا' جب سے تجھ سے حیاء رخصت ہوئی تب سے میں اندھا ہو گیا ہوں۔ (خطبات ذوالفقار ۲۲۹/۳)

شرم و حیا کی پیکر کی برکت سے قحط ہوا رخصت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب بات لکھتے ہیں کہ جس انسان کی زندگی پاک دامنی کی زندگی ہوگی اللہ رب العزت اس انسان کی دعاؤں کو کبھی رد نہیں فرمایا کرتے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک واقعہ نقل کیا۔ فرماتے ہیں کہ دہلی میں ایک مرتبہ قحط پڑا۔ بارش نہیں ہوتی تھی۔ لوگ پریشان' جانور پریشان' چرند و پرند پریشان۔ نہ سبزہ ہے نہ پانی تھا۔ ہر طرف خشکی ہی خشکی نظر آتی تھی۔ اس پریشانی کے عالم میں لوگ علماء کی خدمت میں آئے کہ آپ ہمارے لیے کوئی دعا کیجئے۔ انہوں نے نماز استسقاء کیلئے سب لوگوں کو بلایا۔ چھوٹے بڑے مرد و عورت سب اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں مانگتے دن گزر گیا۔ مگر قبولیت کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہو رہے تھے۔ جب عصر کا وقت ہوا تو دیکھا کہ ایک سواری پر کوئی سوار ہے اور ایک نوجوان آدمی اس سواری کی نکیل پکڑ کر جا رہا ہے۔ وہ قریب سے گزرا تو رکا۔ اس نے آ کر پوچھا کہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کی دعا مانگ رہے ہیں۔ مگر قبولیت کے کوئی آثار ظاہر نہیں

ہو رہی ہے۔ وہ کہنے لگا' اچھا میں دعا مانگتا ہوں۔ وہ آدمی سواری کی طرف گیا اور وہاں جا کر پتہ نہیں اس نے کیا بات کہی کہ تھوڑی دیر میں آسمان پر بادل آ گئے اور سب نے دیکھا کہ چھم چھم بارش برسنے لگی۔ سب حیران تھے۔ چنانچہ جن علماء کو اس لڑکے کی بات کا پتہ تھا وہ اس کے پیچھے گئے کہ ہم پوچھیں کہ اس کی بات میں کیا راز تھا؟ جب اس سے جا کر پوچھا کہ اللہ کی یہ رحمت کیسے آئی؟ تو وہ کہنے لگا کہ اس سواری پر میری والدہ سوار ہیں۔ انہوں نے پاکیزہ زندگی گزاری۔ پاکدامنی والی زندگی گزاری۔ یہ عفیفہ زندگی گزارنے والی عورت ہے۔ جب مجھے پتہ چلا کہ آپ کی دعا قبول نہیں ہو رہی ہے تو میں ان کے پاس آیا اور ان کی چادر کا کونہ پکڑ کا دعا مانگی کہ اے اللہ' میں اس ماں کا بیٹا ہوں' جس نے پاکدامنی کی زندگی گزاری۔ اللہ! اگر آپ کو یہ عمل قبول ہے تو آپ رحمت کی بارش عطا فرما دیجئے۔ ابھی دعا مانگی ہی تھی کہ پروردگار نے رحمت کی بارش عطا فرما دی۔ سبحان اللہ

ملک یمن سے دیارِ حرم تک عفت کا مشغل

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ میں حیا والی صفت ایسی کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی کہ ان کی نگاہیں غیر کی طرف اٹھتی ہی نہیں تھیں۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطابؓ کے دور میں ایک عورت یمن سے چلی اور مدینہ طیبہ اکیلی آئی۔ اس نے مہینوں کا سفر کیا۔ وہ رات کو بھی کہیں ٹھہرتی ہوگی۔ اس کے پاس مال بھی تھا۔ اسے جان اور اپنی عزت و ناموس کا بھی خطرہ تھا۔ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو آپ نے انہیں بلوایا۔ پہلے یہ پوچھا کہ اکیلی کیوں آئی ہو؟ اس نے کوئی عذر پیش کیا۔ پھر آپؓ نے ایک سوال پوچھا کہ بتاؤ تم جوان العمر عورت ہو' تم نے اکیلے سفر کیا' آبادیوں سے بھی گزری' ویرانوں سے بھی گزری۔ تمہیں جان و مال اور عزت و آبرو کا بھی خطرہ تھا۔ یہ بتاؤ کہ تم نے یمن سے مدینہ تک لوگوں کو کس حال پر پایا؟ اس نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! میں یمن سے چلی اور مدینہ تک پہنچی اور میں نے راستہ میں سب لوگوں کو ایسے پایا کہ جیسا یہ سب کے سب ایک ماں باپ کی اولاد ہوتے ہیں۔ ان سب کی نگاہیں اتنی پاکیزہ تھیں کہ جوان العمر عورت سینکڑوں میل کا سفر کرتی تھی اور اسے اپنی عزت و آبرو کا کوئی خطرہ نہیں ہوا کرتا تھا۔

غم و اندوہ میں بھی پردہ نہ چھوٹ پایا......

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک عورت تھی۔ جس کا جوان بیٹا فوت ہو گیا۔ وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ایک صحابیؓ نے یہ کہہ دیا دیکھو یہ بوڑھی عورت ہے اس کا جوان بیٹا فوت ہو گیا ہے لیکن یہ خود کتنی کپڑوں میں لپٹی بیٹھی ہے۔ تو وہ صحابیہ ان کو کہنے لگیں کہ میرا بیٹا ہی تو فوت ہوا ہے میری حیا تو فوت نہیں ہوئی کہ میں اپنے جسم سے کپڑا ہٹا دوں۔ تو ایسے وقت میں بھی جب ماں بچے کی وجہ سے اتنی غمزدہ ہوتی ہے کہ اس کو اپنا ہوش نہیں رہتا صحابیاتؓ اس حالت میں بھی پردے کا لحاظ کرتی تھیں۔ تو پھر عام حالات میں وہ کتنا لحاظ کرتی ہونگی۔

پردے کا مخالف ہکا بکا رہ گیا......

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے۔ ایک انگریز اپنی میم صاحبہ کو لے کر آیا اور سامنے بیٹھ گیا۔ اب میم تو بے پردہ تھی۔ جب اس کو پتہ چلا کہ یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو اس نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ کہنے لگا کہ دیکھو اسلام اپنی عورتوں کو گھروں میں جیل کی طرح قید رکھتا ہے۔ ہم تو اپنی عورتوں کو آزادی دیتے ہیں۔ دیکھئے یہ میرے ساتھ گھوم گھام رہی ہے۔ زندگی کے عیش و آرام کے دن گزار رہی ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ پہلے تو سنتے رہے۔ پھر آپ نے سوچا کہ یہ سیدھی طرح تو ماننے والا نہیں۔ ٹیڑھی انگلی سے کھیر نکالنی پڑے گی۔ چنانچہ گرمی کا موسم تھا۔ آپ کا شاگرد بھی آپ کے ساتھ تھا اور قدرتاً شکن جبین بنانے کیلئے کچھ لیموں وغیرہ اور چینی اپنے ساتھ رکھوائی تھی۔ آپ نے اشارہ کیا کہ ذرا شکنجبین کے ایک دو گلاس بناؤ۔ بہت گرمی ہے۔ اس نے تھرمس سے ٹھنڈا پانی نکالا' چینی ملائی اور لیموں کاٹا۔ اب جب انگریز کے سامنے لیموں کٹا تو اس کے منہ میں بھی پانی آ گیا۔ وہ بھی بڑی شوق کی نظروں سے شکن جبین کو دیکھ رہا ہے۔ اب اس سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ آپ بڑی محبت بھری نظروں سے اس شکنجبین کو دیکھ رہے ہیں؟ اس نے کہا' جی آپ کو پتہ ہے کہ گرمی ہے۔ پیاس ہے اور لیموں تو چیز ہی ایسی ہے کہ اس کو دیکھ کر منہ میں پانی آتا ہے۔ اب حضرت نے اس پر چوٹ لگائی کہ جس طرح گرمی کے موسم میں پیاسا لیموں دیکھے تو اس کے منہ میں پانی آتا ہے تو یہ جو تمہاری میم صاحبہ بیٹھی ہیں اس کو دیکھ دیکھ کر جتنے بھی ریل میں مرد ہیں سب کے منہ میں پانی آ رہا ہے۔ اب تو ایسا شرمندہ ہوا کہ اس کی نظریں نیچی لگ گئیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر وامتنان

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

شکرِ الٰہی پر حیرت انگیز اضافۂ ربانی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ وہ بیچارہ بہت ہی غریب تھا۔ وہ نانِ شبینہ کو ترستا تھا۔ ایک دفعہ ان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ وہ کہنے لگا، حضرت! آپ کلیم اللہ ہیں اور کوہ طور پر جا رہے ہیں۔ آپ میری طرف سے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ فریاد پیش کر دینا کہ میری آنے والی زندگی کا سارا رزق ایک ہی دم دے دیں تاکہ میں چند دن تو اچھی طرح کھا پی کر جاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی فریاد اللہ رب العزت کی خدمت میں پیش کر دی۔ پروردگار عالم نے اس کی فریاد قبول فرمائی اور اسے چند بکریاں، گندم کی چند بوریاں اور جو چیزیں اس کے مقدر میں تھیں وہ سب عطا فرما دیں۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام اپنے کام میں لگ گئے۔

ایک سال کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیال آیا کہ میں اس بندے کا پتہ تو کروں کہ اس کا کیا بنا؟ جب اس کے گھر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ اس نے عالیشان مکان بنایا ہوا ہے۔ اس کے دوست آئے ہوئے ہیں۔ ان کیلئے دسترخوان لگے ہوئے ہیں۔ ان پر قسم قسم کے کھانے لگے ہوئے ہیں اور سب لوگ کھا پی کر مزے اڑا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سارا منظر دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ جب کچھ دنوں کے بعد کوہ طور پر حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہوئی تو عرض کیا، اے پروردگار عالم! آپ نے اسے جو ساری زندگی کا رزق عطا فرمایا تھا وہ تو تھوڑا سا تھا اور اب تو اس کے پاس کئی گنا زیادہ نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے میرے پیارے موسیٰ علیہ السلام! اگر وہ رزق اپنی ذات پر استعمال کرتا تو اس کا رزق تو وہی تھا جو ہم نے اس کو دے دیا تھا۔ لیکن اس نے ہمارے ساتھ نفع کی تجارت کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ! اس نے کونسی تجارت کی؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے مہمانوں کو کھانا کھلانا شروع کر دیا اور میرے راستہ میں خرچ کرنا شروع کر دیا اور میرا یہ دستور ہے کہ جو میرے راستہ میں ایک روپیہ خرچ کرتا ہے میں اسے کم از کم دس گناہ زیادہ دیا کرتا ہوں۔ چونکہ اس کو تجارت میں نفع زیادہ ہوا ہے اس لئے اسکے پاس مال و دولت بہت زیادہ ہے۔

شکر الٰہی کی انتہا کو چھوا تو نے......

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے عرض کیا کہ اے اللہ! کَیْفَ اَشْکُرُکَ ؟ میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں؟ کیونکہ آپ کی ایک ایک نعمت ایسی ہے کہ میں ساری زندگی بھی عبادت میں لگا رہا ہوں تو صرف ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا اور آپ کی تو بے انتہا نعمتیں ہیں۔ میں ان سب نعمتوں کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں جب انہوں نے کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ان پر وحی نازل فرمائی اور فرمایا کہ اے موسیٰ! اگر آپ کے دل کی یہ آواز ہے کہ آپ ساری زندگی شکر ادا کریں تو پھر بھی شکر ادا نہیں کر سکتے' تو سن لے کہ الآن شکرتنی اب تو آپ نے میرا شکر ادا کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ سبحان اللہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شکر گزار زوجہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو مکہ مکرمہ میں چھوڑ گئے اس وقت وہ ایک ایسی وادی تھی جہاں سبزہ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو ان کا نکاح قبیلہ بنو جرہم کی ایک لڑکی سے ہوا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کرنے جاتے تھے اور اس سے جو کچھ ملتا تھا اسی سے گزر بسر ہوتا تھا۔ شکار ایک ہوائی روزی ہوتی ہے۔ لہٰذا کبھی شکار ملتا اور کبھی نہ ملتا۔

ایک مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کو گئے ہوئے تھے کہ پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر آئے۔ انہوں نے اپنی بہو سے پوچھا کہ سناؤ کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی' بس زندگی گزر رہی ہے۔ کبھی شکار ملتا ہے کبھی نہیں ملتا۔ بہت تنگی کا وقت گزر رہا ہے۔ بہر حال گزارا ہو رہا ہے۔ اس نے اس طرح ناشکری کے الفاظ کہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کچھ دیر انتظار کیا اور پھر فرمایا۔ اچھا مجھے واپس جانا ہے۔ جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا سلام کہہ دینا اور ان سے کہہ دینا کہ تمہارے گھر کی چوکھٹ اچھی نہیں ہے' اسے بدل لینا' یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ وہ عورت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات نہ سمجھ سکی۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر واپس آئے تو ان کی بیوی نے انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پورا پیغام سنا دیا۔ وہ فرمانے لگے کہ وہ تو میرے والد گرامی تھے۔ میری ان سے ملاقات تو نہیں ہو سکی البتہ وہ مجھے ایک پیغام دے گئے ہیں کہ گھر کی چوکھٹ اچھی نہیں ہے' اسے بدل دینا۔ یعنی تمہاری بیوی

ناشکری ہے اسے بدل دینا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس بیوی کو طلاق دے کر اسے فارغ کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد ایک اور قبیلہ کی لڑکی کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی۔ اب یہ عورت بڑی صابرہ شاکرہ تھی۔ سال دو سال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر تشریف لائے۔ اب کی بار بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر موجود نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بہو سے پوچھا۔ سناؤ کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی کہ میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے مجھے اتنا نیک خاوند عطا کر دیا' اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنے اچھے اخلاق والا' اچھے کردار والا' متقی اور پرہیزگار اور محبت کرنے والا خاوند دیا۔ میں تو اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا' کھانا پینا کیسا ہے؟ کہنے لگیں' رزق تو اللہ کے ہاتھ میں ہے جو ملتا ہے ہم دونوں کھا لیتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کر لیتے ہیں اور اگر نہیں ملتا تو صبر کر لیتے ہیں۔ جب اس نے شکر کی اچھی اچھی باتیں کیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل خوش ہو گیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب میں چلتا ہوں تم اپنے خاوند کو میری طرف سے سلام کہہ دینا اور کہنا کہ تمہارے گھر کی چوکھٹ بڑی اچھی ہے' لہٰذا تم اس کی حفاظت کرنا۔ یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس چلے گئے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس گھر تشریف لائے تو ان کی بیوی نے ان کو پیغام دیا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پیغام سنا تو وہ بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ وہ میرے والد گرامی تھے' اور وہ مجھے پیغام دے گئے ہیں کہ تم ایک اچھی بیوی ہو۔ مجھے تمہاری قدر کرنی ہے اور تجھے زندگی بھر اپنے ساتھ رکھنا ہے۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وہ بیوی تھیں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں اور ان کی نسل اس عورت سے آگے چلی۔

شکر گزار سائل کی دربار رسالت میں دلجوئی

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک سائل آیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! میں محتاج ہوں اس لیے اللہ کیلئے مجھے کچھ دے دیجئے۔ نبی علیہ السلام کے پاس ایک کھجور تھی۔ آپ ﷺ نے وہ کھجور اٹھا کر اس سائل کو دے دی۔ اس سائل نے کھجور تو لے لی مگر اس کو اطمینان نہ ہوا اور مزید کا طلبگار رہا۔ بالآخر نبی علیہ السلام نے اسے بھیج ہی دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور سائل آیا اس نے بھی سوال کیا۔ نبی علیہ السلام نے ایک

کھجور اس کو بھی دے دی۔ وہ کھجور لے کر بہت ہی خوش ہوا کہ مجھے اللہ کے محبوب ﷺ کے ہاتھوں سے کھجور ملی ہے۔ وہ آپ ﷺ کا شکر ادا کرنے لگا کہ آپ کا بڑا احسان ہے کہ آپ نے مجھے یہ کھجور عطا کر دی۔ جب اس نے نعمت کی قدردانی کی تو اللہ کے محبوب ﷺ نے اپنی خادمہ سے کہا کہ ام سلمہؓ کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کیا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کیلئے کچھ موجود ہے۔ وہ گئیں اور ام سلمہؓ نے اس کے ہاتھ چالیس دینار بھیجے۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے وہ چالیس دینار بھی اس دوسرے سائل کو عطا فرما دیئے۔

دولت کے نشہ میں اپنی پچھلی حالت کو نہ بھولیے

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑا نیک مسلمان بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام ایاز تھا۔ وہ ایک دیہاتی آدمی تھا لیکن جب وہ بادشاہ کے پاس آیا تو ایک اچھا خدمت گزار ثابت ہوا۔ بادشاہ کو اس کی خدمت پسند آ گئی اس لیے بادشاہ نے اسے اپنے مقربین میں شامل فرما لیا۔ اب دوسرے مصاحبین کے دلوں میں حسد پیدا ہوا کہ اس کی اتنی ہمت افزائی کیوں ہوتی ہے؟ اب وہ حاسدین آپس میں مشورہ کرتے رہتے کہ ہم اس کو کیسے بادشاہ کی نظر سے گرائیں تاکہ یہ یہاں سے دفع ہو جائے اور دور ہو جائے۔ چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ حسد کی آنکھیں نہیں ہوتیں مگر اس کے کان بہت بڑے ہوتے ہیں۔ اس لیے حاسدین چھوٹی چھوٹی باتیں سن سنا کر ان کا بتنگڑ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک دن ان لوگوں نے مل کر بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت! ہم آپ کے مقرب ہیں۔ پڑھے لکھے ہیں۔ خاندانی لوگ ہیں اور امرا بھی ہیں لیکن آپ کی محبت کی جو نظر ایاز پر ہے وہ اور کسی پر نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے میں آپ کو کبھی اس کا جواب دوں گا۔

ایک دن بادشاہ نے ایک پھل منگوایا جو بہت ہی کڑوا تھا۔ اس نے اس کی قاشیں بنوائیں اور ایک ایک قاش اپنے مصاحبین میں تقسیم کروا دی۔ ایک قاش ایاز کو بھی دی۔ اب جس نے بھی وہ پھل کھایا اسے بہت ہی کڑوا لگا۔ ہر ایک نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ پھل تو بہت ہی کڑوا ہے۔ لیکن جب بادشاہ نے ایاز کو دیکھا تو وہ مزے سے پھل کھا رہا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا' ایاز! آپ کو پھل کڑوا نہیں لگ رہا ہے؟ عرض کیا' بادشاہ سلامت! کڑوا تو بہت ہے۔ بادشاہ نے کہا: آپ تو بڑے آرام سے کھا رہے ہیں۔ کہنے لگا مجھے خیال آیا کہ آپ کے جن ہاتھوں

سے زندگی میں سینکڑوں مرتبہ میٹھی چیزیں لے کر کھا چکا ہوں اگر ان ہاتھوں سے آج کڑوی چیز بھی مل گئی تو میں اس کو کیسے واپس کروں؟ لہٰذا مجھے واپس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی اور میں نے کڑوی چیز بھی کھالی۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کاش! ہمارے اندر بھی یہ خوبی پیدا ہو جائے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے اس کی شکر گزاری بجا لائیں۔ جس پروردگار نے ہمیں ہزاروں خوشیاں عطا فرمائیں اگر کبھی کوئی غم اور تکلیف کی بات بھی پیش آئے تو ہمیں چاہئے کہ ہم نہ تو اللہ تعالیٰ کا شکوہ کریں اور نہ ہی اس کا در چھوڑیں۔ آج تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی انتہا نہیں۔ اس کے باوجود ہمیں شکر کرنے کا پتہ ہی نہیں۔

ہر حال میں اپنے سے ادنیٰ کو دیکھئے

ایک صاحب نے ظہر کی نماز پڑھی تنگدستی اتنی تھی کہ جوتا ٹوٹ گیا‘ گرمی کا موسم تھا‘ گرم زمین پر ننگے پاؤں چلتے ہوئے یہ مسجد سے گھر کی طرف لوٹنے لگے تو دل میں خیال آیا‘ پروردگار! میں تو آپ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہوں نمازیں پڑھتا ہوں‘ مسجد کی طرف آتا ہوں‘ مجھے تو آپ نے جوتا بھی عطا نہ کیا‘ ابھی یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ سامنے سے ایک لنگڑے آدمی کو آتے دیکھا وہ بیساکھیوں کے بل چل کے آ رہا تھا فوراً دل پر چوٹ لگی کہ او ہو! میں تو جوتے کے نہ ہونے کا شکوہ کرتا رہا‘ یہ بھی تو انسان ہے جسے پروردگار نے ٹانگیں بھی عطا نہ کیں‘ یہ لکڑیوں کے سہارے چلتا ہوا آ رہا ہے۔ تو جب اپنے سے نیچے والے کو دیکھا تو دل میں شکر کی کیفیت پیدا ہوئی۔ (خطبات ذوالفقار۔۱۹۔۵)

شکر الٰہی میں پتھر بھی رو پڑا......

ایک بزرگ کسی راستے پر جا رہے تھے انہوں نے ایک پتھر کو روتے ہوئے دیکھا‘ انہوں نے پتھر سے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ وہ کہنے لگا میں نے کسی قاری صاحب کو پڑھتے ہوئے سنا ہے ﴿وقودها الناس والحجارة﴾ کہ انسان اور پتھر جہنم کا ایندھن بنیں گے‘ جب سے میں نے سنا ہے میں رو رہا ہوں کہ کیا پتہ کہ مجھے بھی جہنم کا ایندھن بنا کر جلا دیا جائے‘ اس بزرگ کو اس پر بڑا ترس آیا‘ چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر دعا مانگی اے اللہ! اس پتھر کو جہنم کا ایندھن نہ بنانا‘ جہنم کی آگ سے معاف اور بری فرما دینا‘ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی‘ وہ بزرگ

آ گے چلے گئے' کچھ دنوں کے بعد واپس اسی راستے پر گزرنے لگے تو دیکھا کہ وہ پتھر پھر رو رہا ہے' وہ پھر کھڑے ہو گئے' پتھر سے ہمکلام ہوئے تو پھر پتھر سے پوچھا کہ اب کیوں رو رہا ہے؟ تو پتھر نے جواب دیا کہ ذالک بکاء الخوف وھذا بکاء الشکر والسرور اللہ کے بندے! جب آپ پہلے آئے تھے تو اس وقت کا رونا تو خوف کا رونا تھا' وھذا بکاء الشکر والسرور'' اور اب میں شکر اور سرور کی وجہ سے رو رہا ہوں کہ میرے پروردگار نے مجھے جہنم کی آگ سے معافی عطا فرمادی ہے جیسے بچے کا رزلٹ اچھا نکلے تو خوشی کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اسی طرح اللہ کے نیک بندوں کو جب اس کی معرفت ملتی ہے' جب سینوں میں نور آتا ہے سکینہ نازل ہوتی ہے اور رب کریم کی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے تو اللہ کے کامل بندے پھر اللہ کے شکر سے رویا کرتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۹۳/۴)

دو ناشکروں کا انجام

حضرت مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ ترجمان السنۃ میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے۔ ان میں سے ایک آدمی برص کا مریض تھا۔ اس کے پاس ایک آدمی نے آ کر کہا کہ بھئی! کیا آپ کی کوئی پریشانی ہے؟ اس نے کہا۔ میں کون سی پریشانی آپ کو بتاؤں؟ ایک تو میں برص کا مریض ہوں جس کی وجہ سے لوگ میری شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے' دوسرا رزق کی بڑی تنگی ہے۔ اس آدمی نے کہا' اچھا تعالیٰ آپ کی بیماری بھی دور کردے اور آپ کے رزق میں برکت بھی عطا فرمادے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیماری بھی دور کردی اور اللہ تعالیٰ نے اسے ایک اونٹنی عطا فرمائی۔ اس اونٹنی کی نسل اتنی بڑھی کہ وہ ہزاروں اونٹوں اور اونٹنیوں کے ریوڑ کا مالک بن گیا۔ جس کی وجہ سے وہ بڑا امیر آدمی بن گیا اور رہائش کے لیے محلات بنالیے۔

دوسرا آدمی گنجا تھا۔ وہ آدمی اس گنجے کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تمہاری کوئی پریشانی ہے؟ اس نے کہا' جناب میرے سر پر تو بال ہی نہیں ہیں۔ جس کے پاس بیٹھوں وہی مذاق کرتا ہے۔ جو کاروبار کرتا ہوں' ٹھیک نہیں چلتا۔ اس نے کہا اچھا اللہ تعالیٰ تجھے سر پر خوبصورت بال بھی عطا کرے اور تجھے اللہ تعالیٰ رزق بھی دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک گائے عطا کی۔ اس گائے کی نسل اتنی بڑھی کہ وہ ہزاروں گائیوں کے ریوڑ کا مالک بن گیا۔ وہ بھی

عالیشان محل میں بڑی ٹھاٹھ کی زندگی گزارنے لگ گیا۔

تیسرا آدمی آنکھوں سے اندھا تھا۔ وہ آدمی اس اندھے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا بھئی! آپ کو کوئی پریشانی تو نہیں؟ اس نے کہا' جی میں تو دربدر کی ٹھوکریں کھاتا ہوں۔ لوگوں کے گھروں سے جا کر مانگتا ہوں۔ ہاتھ پھیلاتا ہوں۔ میری بھی کوئی زندگی ہے۔ ٹکڑے مانگ مانگ کر کھاتا پھرتا ہوں۔ میں نہ اپنی ماں کو دیکھ سکتا ہوں اور نہ باپ کو۔ اس کے علاوہ رزق کی تنگی بھی ہے۔ اس آدمی نے اس کی بینائی کیلئے اور رزق کی فراخی کیلئے دعا کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بینائی بھی دے دی اور اس کو ایک بکری دی۔ اس بکری کا ریوڑ اتنا بڑھا کہ وہ ہزاروں بکریوں کا مالک بن گیا۔ اس طرح وہ بھی عالیشان محل میں عزت کی زندگی گزارنے لگ گیا۔

کئی سالوں کے بعد وہ تینوں اپنے وقت کے سیٹھ کہلانے لگے۔

کافی عرصہ گزرنے کے بعد وہی آدمی پہلے کے پاس آیا۔ اس نے اسے کہا کہ میں محتاج ہوں۔ اللہ کے نام پر مانگنے کیلئے آیا ہوں۔ اسی اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے۔ آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا۔ آج اتنا کچھ آپ کے پاس ہے' آپ اس میں سے اسی اللہ کے نام پر مجھے بھی کچھ دے دیں۔ جب اس نے سنا کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو اس کا پارہ چڑھ گیا اور کہنے لگا۔ ذلیل قسم کے لوگ مانگنے کیلئے آ جاتے ہیں۔ خبردار ایسی بات آئندہ نہ کرنا۔ میں امیر' میرا باپ امیر اور میرا دادا بھی امیر تھا۔ ہم تو جدی پشتی امیر ہیں تم کون ہو بات کرنے والے کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ چلے جاؤ یہاں سے ورنہ میں جوتے لگواؤں گا۔ چنانچہ اس نے کہا' اچھا میاں ناراض نہ ہو تا تم جیسے تھے اللہ تمہیں ویسا ہی کر دے۔ وہ جب یہ کہہ کر چلا تو اس کے جانوروں میں ایک بیماری پڑ گئی اور اس کے سب اونٹ وغیرہ مر گئے اور برص کی بیماری بھی دوبارہ لگ گئی۔ گویا وہ جس پوزیشن میں تھا اسی پوزیشن میں دوبارہ لوٹ آیا۔

اس کے بعد دوسرے شخص کے پاس گیا اور اسے کہا کہ میں محتاج ہوں میں اسی اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہوں جس نے آپ کو سب کچھ دیا ہے۔ آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا۔ آج اتنا کچھ ہے۔ جب اس نے یہ بات کی تو وہ بڑا غصے میں آ گیا اور کہنے لگا۔ تم مفت خورے ہو۔ ہم نے کما کر اتنا کچھ بنایا ہے۔ میں نے فلاں سودا کیا' اتنی بچت ہوئی اور فلاں سودا کیا تو اتنے کمائے۔ لوگ مجھے بڑا بزنس مائنڈڈ کہتے ہیں۔ میری تو یہ خون پسینے کی کمائی ہے۔ ایسے ہی

درختوں سے تو ذکر نہیں لائے اور نہ یہ چوری کا مال ہے۔ اب چلا جا یہاں سے ورنہ دو تھپڑ لگاؤں گا۔ جب اس امیر آدمی نے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی تو اس نے کہا۔ بھئی ناراض نہ ہونا تم جیسے پہلے تھے اللہ تمہیں دوبارہ ویسے ہی کر دے۔ چنانچہ اس کے سر کے بال بھی غائب ہو گئے اور اللہ رب العزت نے اس کی گائیوں میں ایک ایسی بیماری پیدا کر دی جس سے سب گائیں مر گئیں اس طرح جیسا وہ پہلے تھا ویسا ہی بن گیا۔

اس کے بعد وہ تیسرے کے پاس گیا اور اسے کہا' بھئی! میں اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہوں جس نے آپ کو سب کچھ دیا ہے۔ آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا۔ آج اتنا کچھ ہے۔ اب اسی اللہ کے نام پر مجھے کچھ دے دو۔ جب اس نے یہ بات کی تو اس کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے۔ وہ کہنے لگا بھئی! تم نے بالکل سچ کہا۔ میں تو اندھا تھا۔ لوگوں کیلئے تو رات کو اندھیرا ہوتا ہے اور میرے لیے تو دن میں بھی اندھیرا ہوا کرتا تھا۔ میں تو در در کی ٹھوکریں کھاتا تھا۔ لوگوں سے مانگ مانگ کر زندگی گزارتا تھا۔ میری بھی کوئی حالت تھی؟ کوئی خدا کا بندہ آیا' اس نے مجھے دعا دی۔ اللہ نے مجھے بینائی بھی دے دی اور اتنا رزق بھی دے دیا۔ آج آپ اس اللہ کے نام پر مانگنے کیلئے آئے تو میاں! ان دو پہاڑوں کے درمیان ہزاروں بکریاں پھر رہی ہیں۔ جتنی چاہو تم اللہ کے نام پر لے جاؤ۔ جب اس امیر آدمی نے یہ بات کی تو مخاطب کہنے لگا۔ مبارک ہو' میں تو اللہ کا فرشتہ ہوں۔ اللہ نے مجھے تین بندوں کی طرف آزمائش بنا کر بھیجا تھا۔ وہ تو اپنی اوقات کو بھول گئے ہیں مگر تم نے اپنی اوقات کو یاد رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے مال میں اور زیادہ برکت عطا فرمائے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ وہ آدمی بنی اسرائیل کا سب سے بڑا امیر کبیر آدمی تھا۔ ثابت ہوا کہ بندہ اگر اپنی اوقات اور بنیاد کو یاد رکھے تو اللہ تعالیٰ برکت دے دیتے ہیں۔

قوم سبا کا عبرتناک انجام

قرآن مجید میں ایک قوم کا تذکرہ موجود ہے جسے قوم سبا کہتے ہیں' مفسرین نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں ان کے راستے کے دونوں طرف باغات ہوتے تھے' پھلوں کی اتنی بہتات ہوتی تھی' ان کے ہاں یہ بھی دستور تھا کہ جہاں سے بھی کوئی پھل توڑنا چاہتا تھا توڑ سکتا تھا کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی' اس طرح وہ ہر وقت پھل کھایا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس قوم سے

فرمایا:

﴿کلو من رزق ربکم واشکروا لہ﴾

میرے بندو! میری دی ہوئی نعمتیں کھاؤ اور میرا شکر ادا کرو مگر وہ ناشکرے نکلے اور کہنے لگے اے اللہ! ہر طرف سبزہ ہے باغات اور پھل ہیں ہم تو ان کو دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئے ہیں۔ ہم ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرتے ہیں تو پتہ ہی نہیں چلتا کیوں کہ ہر طرف درخت ہوتے ہیں اور دوسرا شہر آ جاتا ہے درمیان میں اگر کوئی ویرانہ ہوتا تو پتہ چلتا کہ ہم ایک شہر سے دوسرے شہر میں جا رہے ہیں' جب انہوں نے ناشکری کی یہ بات کی تو اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر کے پانی کو خشک کر دیا۔

جب پانی خشک ہو گیا تو سب باغات کے درخت سوکھ گئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم کر دیے گئے' اور کھانے کو بھی ترسنے لگے' اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں' میرے دوستو! قیامت کے دن آپ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمیں کوئی قرآن سنانے والا نہیں آیا تھا' جو ہمیں کھول کھول کر بتاتا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی کتنی کتنی نعمتیں ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿لقد کان لسبا فی مسکنھم ایۃ جنتن عن یمین و شمال﴾ (سبا: ۱۵)

قوم سبا کے گھروں میں بڑی نشانیاں ہیں وہ جن راستوں پر چلتے تھے ان کے دائیں طرف باغ ہوتے تھے اور بائیں طرف بھی باغ ہوتے تھے

﴿کلوا من رزق ربکم واشکروا لہ بلدۃ طیبۃ ورب غفور﴾ (سبا: ۱۵)

اور فرمایا کہ میرا دیا ہوا رزق کھاؤ اور میرا شکر ادا کرو' کتنا پاکیزہ شہر ہے' تم سے کوتاہی ہو جائے تو معافی مانگ لینا' تمہارا پروردگار تو مغفرت کرنے والا ہے' مگر وہ اس نعمت کی قدر نہ کر سکے اور کہنے لگے

﴿ربنا بعد بین اسفارنا﴾ (سبا ۱۹)

اے اللہ! درمیان میں کوئی کھلی جگہ اور ویرانے ہوتے تاکہ ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہوئے پتہ چلتا کہ سفر کیا ہے؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے باغات کو ختم فرما دیا اور پھر فرمایا:

﴿ذالک جزینھم بما کفروا وھل نجزی الا الکفور﴾ (سبا: ۱۷)

انہوں نے نعمتوں کی ناقدری کی اور ہم نے ان کو نعمتوں کی ناقدری کا یہ بدلہ دیا' اور ناشکروں کا یہی بدلہ ہوتا ہے۔ (خطبات ذوالفقار ۳۴۴ تا ۸/۳۴۵)

سر پر شکوے کی پٹی

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا ایک مرتبہ کہیں کھڑی تھیں۔ ان کے قریب سے ایک نوجوان گزرا۔ اس نے اپنے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ بیٹا' کیا ہوا؟ اس نے کہا' اماں! میرے سر میں درد ہے جس کی وجہ سے پٹی باندھی ہوئی ہے۔ پہلے تو کبھی درد نہیں ہوا۔ انہوں نے پوچھا' بیٹا! آپ کی عمر کتنی ہے؟ وہ کہنے لگا۔ جی میری عمر تیس سال ہے۔ یہ سن کر وہ فرمانے لگیں۔ بیٹا! تیرے سر میں تیس سال تک درد نہیں ہوا تو تے شکر کی پٹی کبھی نہیں باندھی۔ تجھے پہلے دفعہ درد ہوا ہے تو تو نے شکوے شکایت کی پٹی فوراً باندھ لی ہے۔ ہمارا حال بھی یہی ہے کہ ہم سالہا سال اس کی نعمتیں اور سکون کی زندگی گزارتے ہیں ہم اس کا تو شکر ادا نہیں کرتے اور جب ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو فوراً شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

آنکھوں کی قدر و قیمت اور اس کا شکر......

ہمارے ایک دوست عجیب واقعہ سنانے لگے۔ ایک صاحب کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ اس کی آنکھ کے اوپر کا پردہ کٹ گیا۔ کہنے لگے ایک دو گھنٹے تو آنکھ پر جم جائے۔ عام آدمی محسوس نہیں کر سکتا کہ ہوا کہ میں کتنے باریک باریک ذرات مٹی کی شکل میں ہوتے ہیں جو جمتے رہتے ہیں۔ اکثر آپ دیکھیں گے کہ اگر کوئی چیز رکھیں دوسرے دن اس پر مٹی نظر آئے گی۔ ہماری آنکھ کے اوپر اللہ نے پردہ بنا دیا۔ یہ بند ہوتا ہے اور کھلتا ہے۔ بند ہوتا ہے کھلتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تھوڑا تھوڑا پانی اندر سے خارج ہوتا ہے تو پانی کے ساتھ جیسے کسی چیز کو جھاڑو لگاتے ہیں یہ اللہ نے جھاڑو کا انتظام کیا ہوا ہے۔ یہ بند ہوتا ہے کھلتا ہے۔ جھاڑو چل رہا ہوتا ہے۔ جب اس کی آنکھ کے اوپر والا گوشت کا پردہ کٹ گیا تو آنکھ ہر وقت بالکل ننگی رہنے لگی۔ مصیبت یہ بنی کہ ہوا میں معلق ذرات کی وجہ سے آنکھ پر مٹی کی تہہ آ جائے تو تھوڑی دیر کے بعد دھونا پڑے۔ پھر مٹی جم جائے پھر دھونا پڑے۔ دن میں کوئی پچاس دفعہ دھونا پڑے۔ اب ایک دن میں پچاس دفعہ پانی ڈالا نہیں جاتا۔ لوگ عیادت کرنے آئے تو کہنے لگا آنکھ کا چھوٹا سا پردہ تھا کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو رات کو سوتے

وقت اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں۔ مانگتے تو ہم سب ہیں مگر اس کے دینے کا شکر ادا کرنے والے تھوڑے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ انسان کی دل میں غفلت ہوتی ہے۔ جب غفلت ہو انسان کا رویہ اور ہوتا ہے۔ جب دل میں استحضار ہو معرفت ہو پھر رویہ کچھ اور ہوتا ہے۔

نعمت کی ناقدری پر مل کر رہتی ہے سزا......

عزیز طلباء! نعمتوں کی قدر دانی ان کی موجودگی میں کرتے رہنا' کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ رب العزت کا جلال ظاہر ہو جائے۔ ایک عورت تنور پر روٹیاں پکایا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیٹا دیا۔ اس کا بیٹا چلنے پھرنے کی عمر کا ہو گیا۔ اسے اپنی ماں کے ساتھ بہت محبت تھی۔ لہٰذا وہ ماں کے ساتھ ہی ہر وقت چمٹا رہتا تھا' ماں چاہتی تھی کہ روٹیاں پکاتے وقت یہ کہیں کھیلے' آرام کرے سو جائے' لیکن وہ پھر اٹھ کر آ جاتا تھا' ایک دن وہ بڑی تنگ ہوئی' لہٰذا اس نے اسے بستر پر لٹایا اور کہا' خبردار! اگر اب تو میرے پیچھے آیا تو میں ماروں گی' آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔ اس کے بعد اس نے اپنا کام شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بچہ اٹھا اور روتا ہوا پھر آ گیا۔ وہ ان پڑھ جاہل تھی' لہٰذا اس نے غصے میں کہہ دیا' مر اٹھی کے آ گیا ایں توں تاں ستا ای وچیں ہا' مطلب یہ کہ تجھے تو سلایا تھا تو ہمیشہ کی نیند سو ہی جاتا تو بہتر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بددعا کو قبول فرما لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس وقت بچے کو موت نہ دی۔ وہ بچہ بڑا ہوا۔ سکول کے اندر تعلیم میں فرسٹ آیا۔ کالج کے اندر بھی فرسٹ آیا' حتیٰ کہ ایک کامیاب بزنس مین بن' وہ اتنا خوب صورت تھا کہ جب وہ گلیوں میں چلتا تھا تو مرد لوگ اسے دیکھ کر رشک کرتے کہ جوان بیٹا ہو تو ایسا ہونا چاہئے۔

ماں نے اس کے رشتے کیلئے اپنے پورے خاندان میں سے چھن کر لڑکی ڈھونڈی۔ شادی کیلئے تیاریاں مکمل کر لیں۔ ابھی شادی میں ایک دو دن باقی تھے کہ کوئی کام کرتے ہوئے اس نوجوان کا پاؤں پھسلا وہ گردن کے بل گرا اور اس کی جان نکل گئی۔ اب جب ماں نے اس کی لاش دیکھی تو وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی اور پاگل ہو گئی۔ وہ اتنا بڑا صدمہ برداشت نہ کر سکی۔

اب وہ گلیوں میں پاگلوں کی طرح پھرتی رہتی اور تنکے چنتی رہتی۔ لڑکے اسے پاگل کہہ کر چھیڑتے تھے۔ مگر وہ پاگل نہیں تھی' اس سے اللہ تعالیٰ نے جلال میں آ کر بیٹے والی نعمت لے لی تھی۔ گویا بددعا کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے فرما دیا کہ اچھا میں نے تمہیں بیٹے کی نعمت دی اور

اور تو اس کی ناقدری کرتے ہوئے بددعا دیتی ہے کہ تو سویا ہی رہ جاتا' ہاں میں ابھی اس کو موت نہ دوں گا' بلکہ میں اس نعمت کو پروان چڑھنے دوں گا۔ حتیٰ کہ جب یہ پھل پک کر تیار ہو جائے گا' تو میں تیار شدہ پھل کو توڑوں گا تاکہ تجھے احساس ہو کہ تو نے میری کس نعمت کی ناقدری کی ہے۔ وہ عورت اپنے بیٹے کی یاد میں یہ پڑھا کرتی تھی۔

آ وے ماہی تینوں اللہ وی لیاوے تے تیریاں نت ولناتے لوڑاں

کملی کر کے چھوڑ گیوں تے میں ککھ گلیاں دے رولاں

یہ عاجز اسی لیے بار بار کہا کرتا ہے کہ نعمتوں کی قدردانی کیلئے نعمتوں کے چھن جانے کا انتظار نہ کرنا۔ جب اللہ تعالیٰ نعمت کو چھین لیتے ہیں تو پھر دوبارہ ناقدر کو نہیں دیا کرتے۔ اس لیے نعمت کی موجودگی میں اس کی قدردانی کی عادت ڈالیں۔ گھر نعمت ہے۔ اولاد نعمت ہے۔ ماں باپ نعمت ہیں' بہن بھائی نعمت ہیں۔ مسلمان بھائی نعمت ہے' صحت نعمت ہے' سکون نعمت ہے' رزق حلال نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سب نعمتیں عطا کر دی ہیں' ہمیں چاہئے کہ ہم ان کی ضرور قدردانی کریں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۲/۶۲)

اللہ تعالیٰ کی خوشی معلوم کرنے کا ذریعہ

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ ہمیں کیسے پتہ چلے کہ اللہ رب العزت خوش ہیں یا نہیں؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ انہوں نے جا کر پوچھا' پروردگار عالم یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ ہمیں یہ کیسے معلوم ہو کہ اللہ رب العزت ہم سے راضی ہیں یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ ان لوگوں سے کہہ دو اگر یہ لوگ اپنے دل میں مجھ سے خوش ہیں تو میں (پروردگار) ان سے خوش ہوں اور اگر یہ اپنے دل میں مجھ سے شکایتیں رکھتے ہیں تو میں بھی ان سے ناخوش ہوں۔ کتنی آسان ترتیب بتا دی۔ اب ہم اپنے دل میں دیکھیں کہ اگر دل سے راضی ہو تو یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہیں اور اگر دل میں شکوے ہیں' فلاں بچہ چھوٹی عمر میں مر گیا' کاروباری حالت خراب ہے کہ جدھر ہاتھ ڈالتا ہوں سونا مٹی ہو جاتا ہے۔ اگر اس قسم کے شکوے اور شکایتیں ہیں تو پھر سمجھ لیں کہ ادھر سے بھی باز پرس ہوگی کہ بتلا تو نے بھی نعمتوں کا حق ادا کیا تھا کہ نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم
صبر و توکل
از افادات
پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ
مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

صبر کی فضیلت

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ کیا آپ کو ایسا عمل بتاؤں کہ جس کے کرنے سے جن چیزوں پر سورج اور چاند طلوع ہوتے ہیں وہ سب چیزیں آپ کیلئے مغفرت کی دعا کریں۔ انہوں نے عرض کیا' اے اللہ! وہ کون سا عمل ہے؟ ضرور ارشاد فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اگر مخلوق سے پہنچنے والی ایذا پر صبر کرو گے تو پھر سب چیزیں تمہاری مغفرت کیلئے دعا کریں گی۔

صبر ایوب علیہ السلام

سیدنا ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے' اللہ رب العزت نے ان کو مال دیا' اولاد دی' حتیٰ کہ ہر طرح کی نعمتیں دی تھیں' شیطان کہنے لگا کہ ان کی ساری عبادتیں اس لیے ہیں کہ ان کا دنیا کو مال و متاع ملا ہوا ہے' ذرا لے کے دیکھیں تو پھر پتہ چلے' اللہ رب العزت کے اذن سے ان کا جتنا مال تھا وہ سارا کا سارا کسی وجہ سے ضائع ہو گیا' کہنے لگا' اولاد تو ہے' ایسی بیماری آئی کہ ان کی جتنی اولاد تھی وہ ساری کی ساری ان کی آنکھوں کے سامنے فوت ہو گئی۔ شیطان کہنے لگا' صحت تو ہے' اللہ رب العزت نے ان کے جسم پر چیچک کے دانوں کی طرح کے دانے نکال دیئے حتیٰ کہ ان کی زبان اور آنکھوں کے سوا پورا جسم ان دانوں سے بھر گیا' وہ دانے اتنے بڑے زخم بن گئے کہ اس میں کیڑے بھی پڑ گئے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس بیماری میں اٹھارہ سال گزر گئے' اور ہر دن اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے صبر کی وجہ سے ان کے درجات بلند ہوتے' زبان سے شکوہ اور شکایت کی کوئی بات نہ نکلی' حتیٰ کہ اگر کوئی کیڑا جسم کے زخم سے گرتا تھا تو وہ اس کو بھی اٹھا کر واپس رکھ دیتے تھے' جب میرے جسم کو اللہ تعالیٰ نے تیری غذا بنایا تو تجھے کیوں گر رہا ہے۔

اٹھارہ سال کے بعد شیطان پریشان ہوا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے ایسے مقرب بندے ہیں کہ اتنی آزمائشوں میں بھی اپنی زبان سے کوئی بے صبری یا ناشکری کا لفظ نہیں نکالا' شیطان کو پریشان دیکھ کر اس کے چیلوں نے اسے کہا کہ میاں! تم نے جس طرح ان کے جدامجد کو بھول میں ڈالا تھا' کیوں نہ ہم ان پر وہی گر آزمائیں' کہنے لگا' ہاں چنانچہ وہ ان کی بیوی کے پاس ایک حکیم اور طبیب کی شکل میں گیا اور کہنے لگا' دیکھو میں تمہیں ایک بات بتانے کیلئے آیا ہوں

تا کہ تمہارے میاں کو صحت حاصل ہو جائے' وہ خوش ہوئیں' ہر بیوی چاہتی ہے کہ خاوند کو صحت ملے' کہنے لگا کہ اس کا علاج میرے پاس موجود ہے مگر ہمارے ہاں دستور یہ ہے کہ جیسے تم عرش کے خدا کو سجدہ کرتے ہو' ایک دفعہ مجھے بھی سجدہ کرلو تو میں ایک ایسا علاج آزماؤں گا کہ تمہارا خاوند صحت مند ہو جائے گا' بیوی نے سنا تو خاموش ہو گئیں' کہنے لگیں کہ میں ان کے پاس جاؤں گی' اور ان سے پوچھوں گی' چنانچہ تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ آپ کے پاس آئیں اور اس نے آکر پوچھا' حضرت ایوب علیہ السلام کو بڑا غصہ آیا' اور فرمایا تو نے اسی وقت اس مردود کو کیوں نہ کہا کہ تو شیطان ہے' یہ کیوں کہا کہ میں پوچھ کر بتاؤں گی؟ اگر اللہ نے مجھے صحت دی تو میں تجھے سو کوڑے لگاؤں گا کہ تو نے ایمانی غیرت کا مظاہرہ کیوں نہ کیا اور ایسے شیطان مردود کو اسی وقت منہ پر جواب کیوں نہ دے مارا' آپ کا جواب سن کر شیطان اور ناامید ہو گیا' سوچنے لگا کہ دو چار سال اور اسی طرح گزاریں تو ہو سکتا ہے یہ بیماری سے پریشان ہو جائیں۔

ایک دن اس نے کیا سنا کہ حضرت ایوب علیہ السلام دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! میری زندگی کا جو وقت گزرا تو گزر گیا۔ جب یہ بیماری اور غم تیری ہی طرف سے ہے تو اگر مجھے سو سال کی زندگی بھی دیں گے تو میں سو سال بھی اسی حال میں آپ کو فراموش نہیں کروں گا جب شیطان نے یہ سنا تو وہ کہنے لگا کہ واقعی یہ اللہ رب العزت کے وہ مقرب بندے ہیں کہ جن کے اوپر کوئی داؤ نہیں چل سکتا۔

اللہ رب العزت نے پھر اپنے اس پیارے نبی علیہ السلام کو صحت دی' بیماری کی حالت میں بیوی کو کہا تھا کہ سو کوڑے لگاؤں گا' لہٰذا اب بات بھی پوری کرنی تھی' اب اللہ رب العزت نے ان کی بیوی کے اوپر رحم کھایا' اور حضرت ایوب علیہ السلام سے کہا کہ تم درخت کی چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی ٹہنیاں مسواک کے برابر اکٹھی کرلو اور ایک سو کو باندھ کر اس کے جسم پر ایک مرتبہ مار دو گے تو ایک سو کوڑے سمجھے جائیں گے یہاں سے ایک بات نکلی کہ جب پروردگار عالم کسی بندے کی غلطی اور کوتاہی کو معاف کرنا چاہتے ہیں تو رب کریم اس کا راستہ بتا دیا کرتے ہیں' حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ رب العزت جب کسی بندے کی بخشش کرنا چاہتے ہیں تو اس کے کراماً کاتبین یعنی جو فرشتے روزانہ نیکی اور برائی لکھتے ہیں ان میں سے نیکی کے فرشتے کو تو روزانہ بدلتے رہتے ہیں مگر گناہ کے فرشتے کو نہیں بدلتے وہ وہی فرشتہ رہتا ہے چنانچہ

قیامت کے دن اس بندے کے نامہ اعمال میں گناہ تو لکھے ہونگے اور ان گناہوں پہ گواہی دینے کیلئے ایک فرشتہ ہوگا' جب کہ اس کی نیکیوں کی گواہی دینے کیلئے جتنے اس کی زندگی کے دن تھے اتنے ہی فرشتے کھڑے ہونگے رب کریم فرمائیں گے میرے بندے کی نیکیوں پر جب اتنے گواہ ہیں تو میں اس کے گناہوں والے ایک گواہ کو کیسے قبول کرلوں' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' کہ جاؤ میں نے بندے کو معاف فرمادیا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو صحت عطا فرمائی۔ اور اولاد و مال و متاع سب کچھ عطا کیا اور فرمایا' اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا '' ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا' نِعْمَ الْعَبْدُ '' میرا کیسا اچھا بندہ تھا' اِنَّهٗ اَوَّابٌ '' وہ میری ہی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ (خطبات ذوالفقار ۵/۵۸تا۵۵)

حضرت عمران علیہ السلام کی زوجہ اور لختِ جگر کا صبر و توکل

عمران علیہ السلام کی بیوی حاملہ تھیں۔ قرآن بتاتا ہے کہ انہوں نے دعا مانگی' وَاِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ '' اور جب عمران علیہ السلام کی بیوی نے کہا'' رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ '' اے میرے پروردگار! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں نے اسے تیرے لیے وقف کر دیا پس تو مجھ سے قبول فرمالے' غور کیجئے! کہ ایک نبی کی بیوی دعا مانگ رہی ہے رب کے لفظ سے خالق یا مالک کے لفظ سے نہیں' اللہ کی قدرت کہ بچی پیدا ہوگئی'' فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی '' جب اس نے بچی کو جنا تو کہنے لگی' اے میرے پروردگار میں نے تو بچی جنی ہے'' وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی '' اور بیٹا بچی کی طرح تو نہیں ہوتا۔'' وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ '' اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے'' وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ '' میں اس کے بارے میں اور اس کی اولاد کے بارے میں شیطان مردود سے تیری پناہ مانگتی ہوں' اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ بھی رب کا لفظ استعمال فرماتے ہیں'' فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا '' پھر رب نے اس کو قبول کرلیا بہتر قبول کرنا اور زکریا علیہ السلام نے اس کی پرورش کی۔

رب نے کیسے قبول کیا؟ یہ مریم علیہا السلام ایک دفعہ اکیلی تھیں اور زکریا علیہ السلام کہیں تبلیغ پر چلے گئے تھے' واپس آنے میں دیر ہوگئی' پریشان تھے کہ پیچھے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی' شاید مریم بھوکی رہی ہوگی' نیند بھی آئی ہوگی یا نہیں' جب آپ حجرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا

مریم علیہا السلام محراب کے اندر بیٹھی ہوئی ہے بے موسم کے پھل کھا رہی ہے" کُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ " جب زکریا علیہ السلام داخل ہوئے محراب کے اندر " وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا" تو اس کے پاس رزق پاتے" قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا؟ پوچھا اے مریم! یہ کہاں سے آیا؟ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ " کہا تو اللہ کی طرف سے ہے" "إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ " جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے عطا کر دیتا ہے۔

یہ سن کر حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی " هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ " جب زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا " رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً " اے پروردگار! مجھے بیٹا عطا فرما اور بیٹا بھی ایسا جو پاکیزہ ہو طیب ہو اس طرح کیوں مانگا؟ اس لیے کہ اولاد کا ہونا ایک خوشی اور اس کا نیک ہونا اس سے بڑھ کر خوشی' تو بیٹا مانگا پاکیزہ اور طیب سبحان اللہ۔

کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اے اللہ! تو مریم علیہا السلام کو بے موسم کے پھل عطا کر سکتا ہے میں بوڑھا ہو چکا ہوں' میری ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں اور میرے بال سفید ہو گئے' اے اللہ! اس بڑھاپے میں مجھے بے موسم کا پھل عطا کر سکتا ہے اس بڑھاپے میں مجھے بھی بیٹا دے سکتا ہے۔ تو اللہ نے ان کو بھی بڑھاپے میں بیٹا عطا فرمایا ہے۔

بی بی ہاجرہ علیہا السلام کے صبر و توکل کی قدر دانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ رب العزت کے حکم پر بی بی ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو ملک شام سے لا کر بیت اللہ کے قریب ایسی جگہ پر آباد کرتے ہیں کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ " (ابراہیم: ۳۷)

جب وہاں سے چلنے لگے تو اہلیہ صاحبہ پوچھنے لگیں آپ ہمیں یہاں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں' تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوبارہ پوچھنے پر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پوچھا' کیا آپ ہمیں اللہ رب العزت کے حکم کی وجہ سے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ اب انہوں نے جواب دیا' جی ہاں۔ جب انہوں نے یہ بتایا تو بی بی ہاجرہ فرمانے لگیں کہ اگر آپ ہمیں اللہ کے حکم پر چھوڑ کر جا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں فرمائیں گے۔ اب دیکھیے

اللہ کی ایک بندی اللہ پر توکل کرتی ہے اور ایسی جگہ جہاں پانی نہیں ملتا اور کوئی سبزہ دکھائی نہیں دیتا' وہ اللہ کے نام پر وہاں رہنے کا ارادہ کر لیتی ہے' رب کریم کی قدر دانی دیکھئے کہ یہی نہیں کہ صرف ان کو پینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے پانی عطا کیا بلکہ زمزم کا ایک ایسا چشمہ جاری فرما دیا کہ جس سے آج تک پوری دنیا کے مسلمان اپنے گھروں میں بیٹھ کر زمزم پیا کرتے ہیں۔ کہاں علاقے کیلئے پانی نہیں تھا اور کہاں ایسا چشمہ کہ کم و بیش بیس لاکھ آدمی حج پر جاتے ہیں اور کم و بیش ہر بندہ اپنے ساتھ زمزم کا پانی بھر کر لاتا ہے' اے مالک! وہ کیسا چشمہ ہے جو اتنے بندوں کی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔

ایک دفعہ ہمیں زمزم کے کنویں دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ کیونکہ کتابوں میں لکھا ہے کہ اس میں دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ ہمارے ایک قریبی دوست کی وہاں ڈیوٹی تھی۔ وہ ہمیں لے کر گئے جب وہ ہمیں اندر لے گئے تو انہوں نے کہا کہ اندر جھانک کر دیکھیں۔ انہوں نے وہاں خاص لائٹوں کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ جب انہوں نے تیز لائٹیں اندر ڈالیں اور ہم نے اندر جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کی گہرائی تو اتنی نہیں ہے مگر نیچے جیسے پائپ میں سے پانی آ رہا ہوتا ہے تو اس طرح ہمیں دھاریں نظر آئیں۔ ہم نے اس سے پوچھا' جی یہ کیا معاملہ ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ہم عام لوگوں میں یہ بات نہیں کرتے' مجھے کئی مرتبہ زمزم میں نیچے جانے کا موقع ملا' نیچے سات جگہیں ایسی ہیں جہاں سے پانی ابل رہا ہے۔ واہ میرے مولا! آپ کتنے قدر دان ہیں کہ بی بی ہاجرہ کے توکل کے صدقے پوری مخلوق کو زمزم پہنچا رہے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ۱۲/۱۳۰)

نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو وتحمل

ایک مرتبہ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی بندہ میرے ایک کان میں گالی نکالے اور دوسرے کان میں معافی مانگ لے تو اسی وقت اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔ ان کا "والعافین عن الناس" پر ایسا عمل تھا۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۰/۱۳۷)

فرزند کے مرنے پر صحابیہ کا صبر واستقلال

ایک صحابیہؓ کے یہاں بیٹا پیدا ہوا۔ شوہر جہاد پر گیا ہوا ہے۔ جس دن شوہر کو آنا ہے تو اس دن چند گھنٹے پہلے بیٹا فوت ہو گیا۔ اب پریشان بیٹھی ہے کہ خاوند اتنے عرصے میں آئے گا اور

جب یہ معلوم ہوگا کہ بیٹا فوت ہوگیا تو اسے کتنا صدمہ ہوگا۔ دل میں افسوس ہوگا۔ کاش بچے کو زندگی میں آ کر پیار ہی کر لیتا۔ جب صحابیہؓ بہت پریشان ہوئی تو اس نے بچے کو نہلا کر کپڑا ڈال کر چارپائی پر رکھ دیا۔ کسی کو اطلاع نہ دی۔ خاوند گھر آیا تو پوچھا کیا بنا۔ بتایا کہ اللہ نے بیٹا دیا۔ پوچھا کہ میرا بیٹا کہاں ہے۔ کہا کہ وہ سکون میں ہے۔ خاوند سمجھا کہ وہ سو رہا ہے۔ چنانچہ خاوند نے کھانا کھایا تو رات ہوگئی۔ میاں بیوی اکٹھے بھی ہوئے۔ سفر کی باتیں بھی ہوئیں۔ لیکن اس عورت کو دیکھئے جو ماں تھی اس کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی جس کے معصوم بیٹے کی لاش سامنے چارپائی پر پڑی ہوئی ہو۔ لیکن وہ خاوند کی خوشی کی خاطر سینے پر سل رکھ کر اس راز کو چھپائے بیٹھی ہے کہ میرے خاوند کا دل غمزدہ نہ ہو۔ وہ اس کے ساتھ کھانا بھی کھا رہی ہے۔ ہنس بول بھی رہی ہے۔ دونوں مل بھی رہے ہیں حتیٰ کہ اسی حال میں صبح ہوگئی۔ صبح اپنے خاوند سے پوچھتی ہے کہ مجھے ایک بات بتایئے۔ خاوند نے کہا۔ پوچھو کہنے لگی اگر کوئی کسی کو امانت دے اور پھر کچھ عرصہ بعد واپس مانگے تو وہ خوشی سے دینی چاہئے یا غمزدہ ہو کر۔ خاوند نے کہا کہ خوش ہو کر۔ کہا کہ اچھا آپ کو بھی اللہ نے امانت دی تھی۔ آپ کے آنے سے کچھ پہلے اللہ نے وہ امانت واپس لے لی۔ اب جایئے اور خوشی خوشی اللہ کے حوالے کر دیجئے۔ اللہ اکبر۔ اس صحابیہؓ نے حسن معاشرت کا حق ادا کر دیا۔ صبح ان کے خاوند رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ میرے گھر میں یہ معاملہ ہوا۔ میری بیوی نے میری خوشی کی خاطر اتنے صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا۔ اللہ کے نبی نے دعا دی۔ چنانچہ اللہ نے اس رات میں برکت ڈالی اور وہ عورت اپنے خاوند سے ملنے کی وجہ سے حاملہ ہوئی۔ اللہ نے ان کو ایک اور بیٹا عطا کیا اور جو حافظ قرآن بھی بنا اور حافظ حدیث بھی بنا۔

سیدنا حضرت حسینؓ کا عفو و درگزر

سیدنا حسینؓ ایک مرتبہ گھر میں تشریف لائے تھے۔ ایک مہمان آیا۔ آپ نے اسے بٹھا کر باندی سے فرمایا۔ جاؤ اس مہمان کیلئے کچھ لے کر آؤ۔ گھر کے اندر کچھ شوربہ تھا۔ اس باندی نے وہی شوربہ گرم کیا' پیالے میں ڈال کر لانے لگی۔ جب دروازے میں سے داخل ہونے لگی تو اس وقت بے توجہی کی وجہ سے اس کا پاؤں اٹکا اور وہ شوربہ نیچے گرا۔ اس کے کچھ قطرے آپ کے جسم مبارک پر بھی گرے۔ چونکہ شوربہ گرم تھا اور گرم شوربہ جسم پر پڑے تو جسم

جلتا ہے۔ آپ کو تکلیف ہوئی اس لیے سیدنا حسینؓ نے اس باندی کی طرف غصے کے ساتھ دیکھا۔ وہ باندی پہچان گئی کہ آپ کو بہت غصہ آیا' مگر وہ آپ کی زندگی کے اصول وضوابط کو جانتی تھی۔ جب آپ نے غصہ اور جلال سے اس کی طرف دیکھا تو وہ فوراً کہنے لگی' ''والکاظمین الغیظ'' قرآن کی وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ مومنین کی صفات گنواتے ہیں کہ وہ تو غصہ کو پی جانے والے ہوتے ہیں آپ نے فوراً کہا کہ میں نے اپنے غصہ کو پی لیا ہے۔ وہ کہنے لگی ''والعافین عن الناس'' ''انسانوں کو معاف کرنے والے۔ آپ نے فرمایا' جا میں نے تیری غلطی کو معاف کر دیا۔ کہنے لگی ''واللہ یحب المحسنین'' ''اللہ تعالیٰ نیکوکاروں سے محبت کرتے ہیں۔ آپ فرمانے لگے۔ جا میں نے تجھے اللہ کے راستے میں آزاد کر دیا۔

آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو و درگزر

ایک مرتبہ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا جو ان کی غیبت کر رہا تھا آپ نے فرمایا: ''اے دوست! اگر تو سچا ہے تو خدا مجھے بخش دے اور اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے بخش دے'' سبحان اللہ' کتنا آسان جواب ہے بات ہی سمیٹ دی۔

ایک اور شخص نے ایک مرتبہ آپ کی غیبت کی تو آپ نے اسے فرمایا: ''اے دوست! جتنا تجھے میرے عیبوں کا پتہ ہے اس سے بہت زیادہ عیب ایسے ہیں جن کا ابھی تجھے پتہ ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس بندے کو ایک ہزار دینار ہدیہ کے طور پر پیش کیے۔ جب اس بندے نے آپ کا یہ حسن سلوک دیکھا تو اسے شرم آئی۔ چنانچہ اس نے معافی مانگی اور کہنے لگا۔ ''میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ نواسۂ رسول کے بیٹے ہیں'' (خطبات ذوالفقار: ۱۴۳/۱۰)

صبر و تحمل کی انتہا تو دیکھئے

ایک مرتبہ ایک شخص امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ذہنی اذیت دینے کیلئے مجمع میں کہنے لگا۔ آپ کی والدہ بیوہ ہیں۔ آپ ان کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ اب یہ کتنا غصہ دلانے والی بات تھی کہ بوڑھی والدہ کیلئے نکاح کا پیغام بھیج رہا ہے۔ آپ نے بڑی نرمی سے جواب دیا۔ میری والدہ عاقلہ بالغہ ہیں۔ ان سے پوچھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔ وہ شخص وہاں سے رخصت ہو کر آگے جا کر گر پڑا۔ گردن ٹوٹ گئی اور وہیں مر گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا' ابوحنیفہ کے صبر نے ایک آدمی کی جان لے لی۔

ستانے والوں کو دعاؤں کا تحفہ

ایک مرتبہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے حلق کروایا۔ یعنی ٹنڈ کروائی۔ وہ کشتی پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ اس وقت کشتیاں اتنی بڑی ہوتی تھیں کہ ان میں دو تین سو بندے آسانی سے بیٹھ سکتے تھے۔ آپ کشتی میں ذکر و اذکار میں مشغول ہو گئے۔ جب چھوٹے بچوں نے چمکتی ہوئی ٹنڈ دیکھی تو ان کو اچھی لگی۔ چھوٹوں کو کیا وہ تو بڑوں کو بھی اچھی لگتی ہے۔ ٹنڈ کروائیں تو اس پر ہاتھ پھیرنے کا اپنا مزہ ہوتا ہے۔ ایک بچے نے پاس آ کر ان کے سر کے اوپر ہاتھ پھیرا تو اس کو بڑا مزہ آیا۔ دوسرے بچے نے بھی ہاتھ پھیرا تو اسے بھی مزہ آیا۔ اس نے تیسرے کو بتایا حتی کہ بچے باری باری آتے رہے اور ان کی ٹنڈ پر ہاتھ پھیر کر جاتے رہے۔ ان میں سے ایک بچہ کچھ زیادہ ہی شرارتی تھا۔ جب وہ آیا تو اسے شرارت سوجھی اور اس نے ہاتھ پھیرنے کے بعد ایک تھپڑ سا لگا دیا۔ اس کے بعد دوسرے بچے نے بھی تھپڑ لگا دیا۔ اس کے بعد تیسرے نے بھی لگا دیا۔ بچے ان کو تھپڑ لگاتے رہے اور بڑے ان کو دیکھ کر ہنستے رہے۔ کشتی کے سب آدمی ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ حتی کہ عجیب طوفان بدتمیزی بپا ہوا۔ جب انہوں نے اللہ کے ایک ولی کو اس طرح بہت زیادہ ایذا پہنچائی تو پھر اللہ رب العزت کی غیرت بھی جوش میں آ گئی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ان کو الہام فرمایا۔ اے ابراہیم بن ادہم! انہوں نے طوفان بدتمیزی بپا کرنے میں حد کر دی ہے اگر اس وقت تو دعا کرے تو میں کشتی کو الٹ دوں اور سب غرق ہو جائیں۔ جیسے ہی الہام ہوا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! آپ ان سب کے دلوں کی کشتی کو الٹ دیجئے اور ان کو نیک بنا دیجئے۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ اور کشتی میں جتنے تھے سب نے مرنے سے قبل ولایت کا انعام حاصل کیا۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحمل مزاجی

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ تقریر کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں اسٹیج پر انہیں ایک چٹ ملی۔ اس پر لکھا تھا۔ اشرف علی! آپ کافر ہیں۔ والد الزنا ہیں اور ذرا سنبھل کر بات کرنا۔ آپ نے یہ پڑھ کر بہت محبت سے جواب دیا۔ بھائی! یہ پرچی آئی ہے۔ سارے مجمع کو پڑھ کر سنائی اور پھر کہا کہ اگر میں کافر ہوں تو لو اب کلمہ پڑھ لیتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' اور جو دوسری تہمت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حسن اتفاق سے اس مجمع میں

میرے والد کے نکاح کے گواہ موجود ہیں ان سے پوچھ لیں اور تیسری بات ذرا سنبھل کر بات کرنے کی ہے تو نہ میں چندہ مانگنے آیا ہوں نہ رشتہ مانگنے آیا ہوں۔ میں سنبھل کر بات کیوں کروں۔ میں تو اپنا حق بیان کروں گا۔

ایک آفیسر نے قلی کا دل جیت لیا......

ایک آدمی گورنمنٹ کے کسی محکمہ کا آفیسر تھا۔ اس نے اپنی زندگی کی داستان میں اپنا ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ لکھا ہے' میں آپ کو وہ واقعہ سنا دیتا ہوں۔

وہ ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسے ایک مرتبہ کسی سرکاری دورے پر ایک شہر سے دوسرے شہر جانا تھا۔ اسے ریل گاڑی کے ذریعے جانا تھا۔ چنانچہ وہ اسٹیشن پر پہنچا اور اس نے ٹکٹ خریدا۔ گاڑی جس لائن پر کھڑی تھی اسے وہاں پہنچنا تھا۔ اس نے سامان اٹھانے کے لیے قلی کو بلایا اور اسے کہا کہ بھئی! میرا سامان فلاں پلیٹ فارم پر پہنچا دو۔ اس نے کہا' جی بہت اچھا۔ اور سامان اٹھالیا۔ چونکہ وقت بہت کم تھا اس لیے وہ تیزی سے پلیٹ فارم کی طرف چلا۔ پیچھے سے قلی بھی سامان اٹھا کر بھاگا' وہ آدمی تیز تیز چل کر پلیٹ فارم پر بوگی کے دروازے پر جلدی پہنچ گیا لیکن بھیڑ زیادہ ہونے کی وجہ سے قلی وقت پر نہ پہنچ سکا۔ اس وقت اس کو بہت غصہ آیا۔ یہاں تک کہ گارڈ نے وسل دے دیا اور گاڑی چلنا شروع ہوگئی۔ وہ اس پر چڑھ بھی نہیں سکتا تھا' کیونکہ اس کا سامان پیچھے تھا۔ بالآخر اسے گاڑی چھوڑنا پڑی۔

جب وہ گاڑی سے رہ گیا تو اسے بہت افسوس ہوا کہ میرا پروگرام مس ہوگیا ہے۔ جب گاڑی چل دی اور مسافروں کو الوداع کہنے والے لوگ بھی چلے گئے تو اس وقت وہ قلی پسینے سے شرابور سامان اٹھائے ہوئے اس کے پاس آیا۔ اس کے چہرے پر بڑی ندامت اور شرمندگی تھی۔ وہ کہنے لگا' صاحب! مجھے معاف کردیں' میں نے یہاں پہنچنے کی بڑی کوشش کی لیکن راستے میں اتنی بھیڑ تھی کہ راستہ بھی نہیں مل رہا تھا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ اب گاڑی تو جاچکی ہے' اب اگر میں اس بیچارے پر غصہ کروں گا بھی تو مجھے کیا فائدہ ہوگا۔ چنانچہ اس نے اسے پیار سے کہا کوئی بات نہیں' اللہ کو ایسا ہی منظور تھا۔ چلو میں کل چلا جاؤں گا جیسے ہی اس نے یہ کہا' اس قلی کے چہرے پر بشاشت آگئی اور کہنے لگا' اچھا میں آپ کا سامان آپ کی گاڑی میں پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اس کا سامان گاڑی تک پہنچا دیا۔ اس نے وہ رات

وہیں گزاری۔ اگلے دن وہ وقت سے کچھ زیادہ پہلے اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ جب وہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہی قلی پہلے سے اس کا انتظار کر رہا تھا جیسے ہی اس نے دیکھا تو اس سے ایسے گرمجوشی سے ملا جیسے کوئی بڑا ہی عزیز ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس قلی نے اس کا سامان سر پر اٹھالیا اور کہنے لگا' صاحب! آج تو ابھی رش نہیں ہوا لہٰذا آج تو آپ کو پہنچا ہی دوں گا۔ جب قلی نے اس کا سامان پلیٹ فارم پر پہنچا دیا اور اس نے اسے پیسے دینے چاہے تو وہ کہنے لگا نہیں صاحب! میں پیسے نہیں لوں گا کیونکہ میری ہی غلطی کی وجہ سے آپ کی ٹرین مس ہوئی تھی۔ اس نے پیسے دینے کی بڑی کوشش کی لیکن قلی نے اس کی منت سماجت کرنی شروع کر دی کہ آپ مجھے پیسے نہیں دیں گے تو میں زیادہ خوش ہونگا۔ بالآخر اس نے پیسے نہ لیے۔

قلی نے اسے گاڑی پر بٹھایا اور بوگی کے باہر آ کر اس کے ساتھ والی کھڑکی کھول کر کھڑا ہو گیا اور گاڑی کے چلنے کے وقت تک وہ اسے بڑی احسان مندانہ نظروں سے دیکھتا رہا اور جب گاڑی چلنے لگی تو اس قلی نے اسے ایسی محبت سے الوداع کیا کہ اسے پوری زندگی میں کبھی کسی رشتہ دار نے اتنی گرم جوشی کے ساتھ الوداع نہیں کیا تھا۔

اسنے اس واقعہ کے بعد لکھا ہے کہ لیٹ ہونے کا جو غم تھا وہ تو رات کو ہی ختم ہو گیا تھا لیکن اس کی محبت بھری الوداعی نظر آج بیس سال گزرنے کے بعد بھی میرے دل میں ٹھنڈک پیدا کر دیتی ہے۔ اب دیکھیے کہ وہ بندہ دو گالیاں دے کر اپنے دل کا غصہ ٹھنڈا بھی کر سکتا تھا اور وہ سن کر گھر چلا جاتا لیکن اس نے معاف کر دیا۔ اور اس معاف کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے احسان مانا۔ اس دن بھی اس کا سامان پہنچایا اور اگلے دن بھی سامان پہنچایا۔ حتیٰ کہ جب تک وہ روانہ نہ ہوا وہ پلیٹ فارم پر ہی کھڑا رہا۔ اس کیلئے دعائیں بھی کرتا رہا اور اسے محبت بھری نظروں سے الوداع بھی کیا۔ جی ہاں! جب انسان دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے تو ان کی غلطیوں کی تکلیف تو یاد نہیں ہوتی لیکن معاف کر دینے کا مزہ اسے زندگی بھر نصیب ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے جب کبھی کوئی معافی مانگنے آئے تو سب سے پہلے اپنی آخرت کے بارے میں سوچیں کہ اگر میں نے آج اس کو معاف نہ کیا تو پھر میں قیامت کے دن اللہ رب العزت سے کس منہ سے معافی مانگوں گا۔ (خطبات ذوالفقار۔۱۶۶ تا ۱۰/۲۳۴)

فیصلہ خداوندی پر تسلیم و رضا

﴿۱﴾ ..... حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا' حضرت! انگریز کی ہندوستان پر گرفت مضبوط ہوتی جا رہی ہے' کیا یہ اولیاء کچھ بھی نہیں کر سکتے؟ مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک تسبیح گھمانے کی بات ہے مگر کیا کریں کہ اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

﴿۲﴾ ..... جب ساتویں صدی ہجری میں تاتاری فتنہ اٹھا اس وقت تذکرۃ الاولیاء کے مصنف خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے انہیں پتہ چلا کہ تاتاری لشکر ان کے شہر کی طرف آ رہا ہے' جس وقت اطلاع ملی اس وقت وہ پیالے میں کچھ پی رہے تھے' انہوں نے اس پیالے کو دوسری سمت گھما دیا' جب پیالے کو گھمایا تو لشکر راستہ بھول گیا' پورے کا پورا لشکر کسی اور سمت میں چلا گیا' ایک سال اسی طرح گزر گیا۔

ایک سال کے بعد دوبارہ پتہ چلا کہ تاتاری لشکر اسی شہر کی طرف آ رہا ہے' انہوں نے پھر ارادہ کیا کہ میں کچھ کروں مگر الہام ہوا کہ پیارے! مرضی تو ہماری چلتی ہے' یہ قضا و قدر کے فیصلے ہیں جو آپ کو تسلیم کرنا پڑیں گے' چنانچہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے کہ اے اللہ! جب تیری رضا یونہی ہے جب تیری قضا و قدر کے فیصلے ایسے ہی ہیں تو ہم کٹ جائیں گے پھر نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تاتاری لشکر آیا' انہوں شہر فتح کیا اور لوگوں کا قتل عام کیا' خواجہ فرید الدین عطار بھی انہی شہید ہونے والوں میں سے تھے۔

﴿۳﴾ ..... جب ریشمی رومال کی تحریک چل رہی تھی اس وقت اولیاء اور علماء میں انگریز کے خلاف بڑا غصہ تھا' مولانا تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ ایک موقع پر بات کرتے ہوئے بڑے جلال میں آ گئے اور فرمانے لگے' جی تو چاہتا ہے کہ ایڈورڈ کے محل میں گھس کر اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا دبا دوں مگر کیا کروں کہ مجھے اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

﴿۴﴾ ..... حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک محفل میں فرمانے لگے کہ اگر میں ایک توجہ کروں تو پورے مجمع کو تڑپا کر رکھ دوں مگر کیا کروں مجھے اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

﴿۵﴾ ایک مرتبہ خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بتایا گیا کہ بادشاہ بڑا نافرمان

جنتا چلا جا رہا ہے' فرمانے لگے' اگر تصرف کروں تو بادشاہ ننگے پاؤں دوڑتا ہوا ابھی چل کر یہاں آ جائے مگر کیا کروں کہ اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (خطبات ذوالفقار۔۱۴۰/۵)

مرضئ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

جب تاتار کا فتنہ اٹھا تھا تو خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ملی کہ تاتاری اس شہر پر حملہ بولنے والے ہیں' انہوں نے اٹھ کر دعا مانگی' اے اللہ! ہمیں اس فتنہ سے محفوظ فرما' جو لشکر شہر کی طرف چلا تھا وہ اس دعا کی برکت سے راستہ بھول گیا اور کسی دوسری طرف کو جا نکلا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پورے شہر کو محفوظ فرما لیا' اگلے سال تاتاریوں نے پھر اس شہر کا رخ کیا تو اس مرتبہ خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں ارادہ کیا کہ میں دعا مانگوں مگر الہام کر دیا گیا کہ میرے بندے! یہ میری مشیت ہے اب تمہیں سر جھکانا پڑے گا۔ آپ نے پہلے دعا مانگی تھی' جسے ہم نے قبول کر لیا اب مت ہاتھ اٹھانا' یہ قضا و قدر کے فیصلے ہیں' اسے ہو کر رہنا ہے' چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دعا نہ مانگی اور نتیجہ یہ نکلا کہ تاتار آئے اور پورے شہر کو تہس نہس کر دیا' اسی دوران خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ (خطبات ذوالفقار:۱۲۶/۶)

لطیفہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صافہ اتار کر

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ درس قرآن دے رہے تھے۔ اسی دوران دو چڑیاں لڑتی ہوئی ان کے قریب آ کر گریں۔ یہ کم عمر تو تھے ہی سہی انہوں نے اپنا عمامہ اتارا اور ان چڑیوں کے اوپر رکھ دیا۔ اب جو درس قرآن کے درمیان جو یہ کام کیا تو جو مشائخ بیٹھے تھے انہوں نے اس چیز کو Mind (محسوس) کیا کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے عمامہ اپنے سر پر رکھا اور یہ فرمایا الصبی صبی ولو کان ابن نبی کہ بچہ تو بچہ ہی ہوتا ہے۔ چاہے کسی نبی علیہ السلام کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ پھر ان مشائخ کی تسلی ہوگئی کہ ہاں کم عمری کی وجہ سے ایسی باتیں ہو سکتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تواضع وانکساری
اور
عجب وکبر

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

صدیق اکبرؓ کی عجز وفنائیت

اپنے آپ کو مٹانے کی بہترین مثال تو صدیق اکبرؓ کی زندگی میں ملتی ہے، محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو صدیقیت کی بشارت دیتے ہیں، عشرہ مبشرہ میں ان کے تذکرے فرماتے ہیں، احد سے کہتے ہیں کہ اُحد! کیوں ہلتا ہے، تیرے اوپر صدیق ہے، اپنی حیات مبارکہ میں ان کو مصلی پر کھڑا فرماتے ہیں، ہجرت کے وقت رفیق سفر بناتے ہیں مگر اس سب کچھ کے باوجود صدیق اکبرؓ کی یہ حالت تھی کہ جب اپنے آپ پر نظر ڈالتے تو کانپ اٹھتے، رو پڑتے اور رو رو کر کہتے کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا، کاش! میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا کاش! میں کوئی پرندہ ہوتا، کاش! میں گھاس کا کوئی تنکا ہوتا جسے کوئی جانور ہی کھا لیتا۔

ان کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اِبْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ﴾

(کہ جو شخص چاہے کہ زمین کے اوپر چلتی ہوئی کسی لاش کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکرؓ کو دیکھ لے)

سبحان اللہ پھر اللہ رب العزت نے ان کو غار میں "ان اللہ معنا" کی بشارتیں دیں، کیونکہ خواہشات ختم ہو گئی تھیں، ہوائے نفسانی کا نام ونشان نہ رہا تھا، حقیقت انسانیت نصیب ہو چکی تھی، وہ زندہ تو تھے مگر دنیا میں نہیں تھے بلکہ ان کے دل ودماغ عرش کے اوپر پہنچے ہوئے ہوتے تھے۔

فاتح خیبر کی عجز وانکساری کا عالم

ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت علیؓ سے ملا، وہ تابعین میں سے تھا، اس نے حضرت علیؓ کو نہ پہچانا، کیونکہ مدینہ میں نووارد تھا، لہٰذا اس نے پوچھا "مَنْ اَنْتَ" آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا "مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ" میں (نہیں ہوں مگر مسلمانوں میں سے ایک آدمی) میرے دوستو! انہوں نے یہ نہ بتایا کہ میں داماد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، میں خاتون جنت فاطمۃ الزہراؓ کا خاوند ہوں، میں "سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" حسن وحسین کا والد ہوں۔ میں باب العلم ہوں، مجھے اسد اللہ الغالب کہا گیا، میرے ہاتھ پر اللہ رب العزت نے خیبر فتح

کروایا' انہوں نے اپنے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہی' بلکہ اپنی ذات کی نفی کردی' اپنی شان کی نفی کردی' اپنے مقامات کی نفی کردی' جب ان اکابرین کا یہ حال تھا' تو میں اور آپ کس کھیت کی گاجر مولی ہیں' کہ ہم دعوے کرتے پھریں کہ ہمیں تو یہ کیفیت اور مقام حاصل ہے۔
(خطبات ذوالفقار: ۳/۲۳۰)

ابدال کا مقام کیسے ملا......

حضرت بایزید بسطامیؒ ابدال کے مقام پر کیسے فائز ہوئے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ اہل شہر نے کہا کہ کافی دن ہوئے ہیں بارش نہیں ہوئی۔ لگتا ہے کہ شہر میں کوئی ایسا گنہگار ہے کہ جس کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش کو روکا ہوا ہے۔ فرمایا کہ ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ میں نے دل میں سوچا کہ بایزید! اب تمہیں اس شہر میں رہنے کا کوئی حق نہیں' تم ہی وہ گنہگار ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کو روکا ہوا ہے۔ میں اپنے آپ کو پورے اہل شہر میں سے سب سے کمتر سمجھ کر شہر سے باہر نکل گیا۔ میرے مالک نے میری عاجزی کو قبول کر کے مجھے ابدال کا مقام عطا فرمایا۔ سبحان اللہ

سید الطائفہ کا تواضع

مشائخ میں تو اتنا عجز ہوتا ہے کہ اگر ہمارے سامنے کھل جائے تو ہم حیران ہو جائیں' حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے آ کر کہا کہ فلاں بزرگ تو لوگوں کو بڑے استخارے کرنے کے بعد بیعت کرتے ہیں لیکن آپ کے پاس تو جو بھی آتا ہے آپ اسے بیعت کر لیتے ہیں' فرمایا کہ میں تو ہر ایک کو اس لئے بیعت کر لیتا ہوں کہ اگر قیامت کے دن میرے مرید اپنے پیر کو جہنم میں جاتا ہوا دیکھیں گے تو کوئی تو ان میں سے ایسا ہوگا جو پیر کی شفاعت کرے گا' کسی ایک کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ پیر کو بھی جنت میں جانے کی توفیق دے دیں گے۔ (خطبات ذوالفقار: ۳/۲۱۰)

بانی دارالعلوم کی شان فنائیت

حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات سنائے بغیر محفل کا مزہ ہی نہیں آتا' اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و عمل میں بہت ہی بلند مقام عطا کیا تھا۔ اس دور میں شاہ جہاں پور انڈیا میں سال میں ایک مرتبہ تمام مذاہب کے لوگ اکٹھے ہوتے تھے' اور اپنے اپنے مذہب

کی تبلیغ کرتے تھے' مسلمان علماء نے سوچا کہ ہم کن کو بلائیں' جب حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سامنے آیا تو سب مطمئن ہوئے کہ اچھا ہے کہ حضرت تشریف لائیں اور دین اسلام کی حقانیت پر بیان فرمائیں' چنانچہ انہوں نے حضرت سے رابطہ کیا' حضرت نے کہا کہ میں مباحثے سے ایک دن پہلے وہاں بذریعہ ٹرین پہنچ جاؤں گا' جب ان علماء نے یہ جواب سنا تو وہ مطمئن ہوگئے کہ چلو حضرت تشریف لے آئیں گے۔

جس دن حضرت نے آنا تھا' اس دن لوگوں نے ان کے استقبال کی تیاریاں کیں اور اسٹیشن پر پہنچ گئے' حضرت کی باطنی بصیرت کے واقعات مشہور تھے' حدیث شریف میں ہے کہ ''اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ'' (مومن بندے کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) چنانچہ حضرت نے اپنی باطنی بصیرت سے بھانپ لیا کہ چونکہ لوگوں کو میرے آنے کی اطلاع ہے ایسا نہ ہو کہ استقبال کیلئے اکٹھے ہو جائیں' میں تو پہلے ہی بگڑا ہوا ہوں' میرا نفس کہیں اور نہ بگڑ جائے' چنانچہ یہ سوچ کر آپ منزل سے ایک اسٹیشن پہلے ہی نیچے اتر گئے کہ میں اگلے شہر تک کا سفر پیدل طے کرلوں گا تقریباً پانچ میل کا سفر بنتا تھا' آپ نے پیدل چلنا شروع کر دیا' ادھر جب ٹرین پہنچی تو لوگوں نے دیکھا کہ ٹرین میں حضرت تشریف نہیں لائے' بہت حیران ہوئے کہ کیا بنا' ان میں سے ایک بڑے عالم نے کہا کہ شہر کے مسافر خانہ یا ہوٹل سے معلومات حاصل کرو کہ کہیں وہاں آ کے ٹھہر نہ گئے ہوں' چنانچہ انہوں نے ہوٹلوں میں پتہ کیا تو وہاں بھی قاسم کے نام کا کوئی آدمی نہیں تھا' ایک ہوٹل میں خورشید حسن کا نام نظر آیا۔

ادھر جس اسٹیشن پر حضرت اترے تھے' وہاں سے اگلے شہر جب روانہ ہوئے تو راستے میں ایک نہر عبور کرنا پڑی' جب حضرت وہ نہر عبور کرنے لگے تو پاجامہ پانی میں بھیگ گیا' جب اس نہر سے باہر نکلے تو اس وقت کوئی خادم کوئی شاگرد' کوئی رفیق سفر ساتھ نہ تھا' اکیلے جا رہے تھے' سبحان اللہ' یہ دیوانہ اللہ کی محبت میں فنا ہو کر اسلام کا نمائندہ بن کر جا رہا تھا۔ جب آپ نہر سے نکلے تو آپ نے چادر باندھ لی' پاجامے کو اتار لیا ہاتھ میں چھڑی تھی' سفر کرنا بھی ضروری تھا [illegible] کرنے کا انتظار بھی نہیں کر سکتے تھے' چنانچہ اس چھڑی کو کندھے پر رکھ لیا اور اس کے پیچھے اپنا پاجامہ لٹکا لیا' دین اسلام کا نمائندہ اس فقیرانہ چال سے جا رہا ہے' لوگ

استقبال کیلئے جمع ہیں اور یہ فقیر اللہ کی یاد میں مست اپنی منزل کی طرف چل رہا ہے' شہر پہنچ کر آپ نے خورشید حسن (یہ آپ کا اصلی نام ہے اور قاسم لقب ہے) کے نام سے ہوٹل میں ایک کمرہ بک کروالیا اور سوچا کہ آج آرام کرلوں' کل مباحثے سے پہلے میں متعین جگہ پر پہنچ جاؤں گا۔

دوسری طرف جب لوگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہوٹل پہنچے تو خورشید کا نام دیکھا' پہچان لیا' کہ یہ حضرت ہوں گے' انہوں نے ہوٹل والے سے پوچھا کہ یہاں اس کمرے میں کون ہیں؟ اس نے کہا کہ ایک مولانا ہیں' دبلے پتلے اور ہلکے پھلکے سے ہیں' انہوں نے کہا بس وہی جو دیکھنے میں دبلا پتلا ہے' وہ بسطة في الجسم تو نہیں مگر بسطة في العلم ضرور ہے' اللہ تعالیٰ نے علم کے اعتبار سے اسے بڑا وزن عطا فرمایا ہے' چنانچہ وہ حضرت کے پاس گئے اور مل کر عرض کیا' حضرت! آپ یہاں پر ہیں اور ہم تو آپ کے استقبال کیلئے اسٹیشن پر گئے ہوئے تھے' حضرت نے فرمایا' ہاں میں بھی اسی لیے آ گیا کہ آپ میرے استقبال کیلئے اسٹیشن پر گئے ہوئے تھے' وہ بڑے حیران ہوئے کہ حضرت یہ کیا فرما رہے ہیں' پھر حضرت نے ان کو عاجزی انکساری کا انمول درس دیا اور بڑی حسرت کے ساتھ اپنے بارے میں فرمایا: کہ دو لفظ پڑھ لیے ہیں جس کی وجہ سے دنیا جان گئی ورنہ تو قاسم اپنے آپ کو ایسے مٹاتا کہ کسی کو نام بھی پتہ نہ چلتا۔

میرے دوستو! جب اپنے دل میں اپنے آپ کو مٹانے کی یہ کیفیت ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اوپر اٹھایا کرتے ہیں' آج جہاں تک علم کا نام رہے گا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی وہاں تک رہے گا' سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار: ۱۴۵ تا ۱۴۸/۱۲)

طالبان علوم نبوت کے سامنے تواضع کی مثال

ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ ایک دم بارش شروع ہوگئی۔ طلباء نے اپنی کتابیں سمیٹیں اور کمرے میں بھاگ گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رومال بچھایا' طلباء کی جوتیاں اس میں ڈالیں اور اس کی گٹھڑی باندھ کر سر پر رکھی اور کمرے میں لے آئے۔ طلباء نے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔ کہنے لگے' حضرت! ہم خود جوتے اٹھا لیتے۔ حضرت نے جواب دیا۔ بچو! تم سارا دن' قال اللہ' اور قال الرسول '' پڑھتے ہو' رشید احمد تمہارے جوتے نہ اٹھائے گا تو اور کیا کرے گا۔

شیخ طریقت کے سامنے عجز و بے کسی

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ دستر خوان پر بیٹھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پلیٹ میں دال ڈال دی اور ایک روٹی حضرت گنگوہی کے ہاتھ میں پکڑا دی اور فرمایا کہ وہاں پیچھے دستر خوان کے کونے پر بیٹھ کر کھالو اور خود دستر خوان پر بڑی طرح طرح کی نعمتیں کھانا شروع کر دیں۔ آج کا کوئی مرید ہوتا تو پیر سے بدظن ہو جاتا کہ اس پیر کو تو مساوات ہی نہیں آتی۔ اس پیر کو تو آداب معاشرت نہیں آتے۔ اس پیر کو تو شریعت کا پتہ ہی نہیں ہے۔ یہ بندے کو بندہ نہیں سمجھتا۔ اس کے اندر تو تکبر ہے۔ اس کے اندر عجب ہے۔ اس کے اندر دنیا کی محبت ہے۔ معلوم نہیں کیا کیا فتوے لگ جاتے۔ مگر وہ کامل تھے۔ طالب صادق تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ لہٰذا آرام سے بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا۔ ادھر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کھانے میں تو بریانی اور بوٹیاں کھا رہے ہیں اور ادھر دال دی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کھانا کھاتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ میاں رشید احمد! جی تو یہ چاہتا تھا کہ تجھے ادھر جوتوں پر بٹھا دیتا کہ وہاں بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔ مگر تم پر احسان کیا کہ تمہیں اپنے دستر خوان کے کونے پر بٹھا لیا۔ یہ کہنے کے بعد حضرت حاجی صاحب نے ان کی طرف دیکھا۔ حضرت گنگوہی نے مسکرا کر کہا۔ حضرت! میری اوقات تو یہی ہے کہ میں جوتوں میں بیٹھنے کے قابل نہیں تھا۔ آپ نے احسان فرمایا کہ اپنے دستر خوان کے کونے پر بٹھا لیا۔ جب حضرت حاجی صاحب نے دیکھا کہ ایسی بات کو سن کر نفس بھڑکا نہیں' چمکا نہیں۔ بلکہ عاجزی کا بول نکلا ہے تو فرمایا! الحمدللہ اب کام بن گیا ہے۔ اس امتحان کے بعد حضرت حاجی صاحب نے ان کو نسبت القا فرمائی۔

خواجہ عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ کی انکساری

ابھی حضرت ماسٹر انجم صاحب مجھے مجمع میں بیٹھے سامنے نظر آئے' ان کو دیکھ کر مجھے ایک بات یاد آ گئی' جو ایک مرتبہ انہوں نے سنائی' وہ خود اس کے چشم دید گواہ ہیں مگر ہم نے سنی ہے چونکہ وہ بات موضوع سے متعلقہ ہے اس لیے آپ کو بھی سنا دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ماسٹر صاحب حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں

خانیوال تشریف فرماتھے کہ اس وقت حضرت کے ایک مرید آئے' اس مرید کا تعلق ایسے علاقے سے تھا جہاں حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور پیر بھائی رہتے تھے' ان کو بھی اجازت وخلافت تھی اور وہ بھی بڑے شیخ تھے' حضرت بھی اپنے علاقے کے شیخ اور عالم تھے اور وہ بھی اپنے علاقے کے بڑے شیخ اور عالم تھے' میں اس وقت ان کا نام بتانا مناسب نہیں سمجھتا' جب محفل میں وہ مرید حاضر ہوئے تو حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ بھئی! آپ آتے ہوئے فلاں شیخ سے مل کے آئے ہیں؟ اس نے بتایا کہ ہاں' حضرت! میں مل کے آیا ہوں۔

یہ وہ دور تھا جب حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا تھا' دنیا کی ریل پیل تھی' دنیا قدموں میں پھینکی جاتی تھی' حضرت نے پوچھا کہ اچھا جب آپ مل کے آئے تو انہوں نے کیا فرمایا؟ اس نے جھجکتے جھجکتے کہا کہ سلام بھی بھیجا ہے مگر حضرت نے پہچان لیا کہ یہ کوئی بات چھپا رہا ہے۔

پیرا آخر پیر ہوتے ہیں' ہمارے حضرت' حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کراچی میں تشریف فرماتھے' ایک صاحب آئے تو کسی نے کہا کہ حضرت! یہ فلاں آدمی اس کام کے لئے آیا ہے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غصے سے فرمایا' میں لعنت کرتا ہوں اس پیر پر کہ جس کے پاس مرید آئے اور اسے پتہ بھی نہ چلے کہ کس مقصد کیلئے آیا ہے' اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو نور فراست عطا فرمادیتے ہیں۔

جب حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ پہچان گئے کہ کوئی بات چھپا رہا ہے تو فرمایا کہ بتاؤ' اب وہ خاموش رہا' حضرت نے سختی فرمائی کہ بتاؤ اور من وعن اسی طرح بتاؤ کہ جس طرح بات پیش آئی' جب حکم دیا تو وہ صاحب بھی سیدھے ہوگئے اور کہنے لگے حضرت! جب میں ان سے ملا تو بتایا کہ میں حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جارہا ہوں تو انہوں نے مجھے کہا کہ ان کو میرا سلام پہنچا دینا اور یہ کہنا کہ دنیا اور آخرت وہ دو بہنیں ہیں جو ایک نکاح کے اندر جمع نہیں ہو سکتیں ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ یہ بتا کر کہنے لگا' حضرت! مجھے تو بات کچھ بھی سمجھ نہیں آئی' اس لیے میں نے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا' حضرت نے جب یہ بات سنی تو رونا شروع کر دیا' کوئی ہم جیسا ہوتا تو ہم کہتے کہ بڑے زاہد بنے پھرتے ہیں کیا ہمارے اندر دنیا کی محبت ہے' ہم بھی تو اللہ کی محبت میں دین کا کام کررہے ہیں ہم اس کا جواب دے دیتے' مگر وہاں

تو عاجزی تھی۔

حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کافی دیر تک سر جھکا کر روتے رہے بالآخر سر اٹھایا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا' الحمد للہ ابھی دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ہماری اصلاح فرماتے رہتے ہیں' سبحان اللہ' ہماری یہ حالت ہے کہ اگر کوئی ہمیں اصلاح کی بات کہہ دے تو تو بہ' وہ تو گولی کی طرح لگتی ہے اور ہم ہر ممکن مخالفت پر اتر آتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۴۹/۳)

بُرا کہنے والوں کو بُرا نہ کہیے......

حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ مسکین پور شریف میں دور دراز سے سالکین آ کر قیام کرتے اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی محنت کرتے تھے' عام طور پر یہ حضرات جب فجر کے وقت قضائے حاجت کیلئے بستی سے باہر ویرانے میں جاتے تو واپسی پر کچھ خشک لکڑیاں بھی اٹھا کر لے آتے' حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ تھی کہ لکڑیوں کا بہت بڑا گٹھڑ سر پر اٹھا کر لاتے' مقامی لوگ اتنا بڑا گٹھڑ دیکھ کر حیران ہوتے اور آپس میں طنز و مزاح کرتے' یہ باتیں کسی ذریعہ سے حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچیں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر فرمایا' مولانا! آپ اتنا بڑا گٹھڑ سر پر نہ لایا کریں' بس تھوڑی سی لکڑیاں بھی لے آئیں گے تو کار خیر میں شرکت ہو جائے گی' حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا' حضرت! مجھے اس میں کوئی مشقت نہیں اٹھانا پڑتی' میں اپنے شوق سے لے آتا ہوں' حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' مولانا! یہاں کے مقامی لوگ جاہل ہیں یہ لوگ آپ کی قدر نہیں جانتے' لہٰذا آپ کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا' حضرت! آخر کیا باتیں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ مولانا! جب آپ اتنا بڑا گٹھڑ سر پر لا رہے ہوتے ہیں تو یہ لوگ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں' دیکھو پیر قریشی نے خراسان سے گدھا منگوایا ہے' حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً کہا' حضرت! یہ لوگ مجھے پہچانتے ہیں اسی لیے گدھا کہتے ہیں۔ سبحان اللہ تواضع کا کیا عالم تھا۔

(خطبات ذوالفقار: ۱۵۱/۳)

حضرت سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

حضرت مولانا سعید احمد گوہانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت احمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ احمد پور شرقیہ والوں

کے خلفاء میں سے تھے' یہاں بھی تشریف لاتے تھے' حضرت مولانا حکیم محمد یاسین صاحب دامت برکاتہم کے شیخ تھے۔ اس عاجز کو بھی چند ایک مرتبہ یہاں ان کے جوتوں میں بیٹھنا نصیب ہوا' اس وقت چھوٹی عمر تھی' تاہم زیارت نصیب ہوئی' وہ ایک مرتبہ جھنگ تشریف لائے ہوئے تھے' ان کی محفل میں جا کر بیٹھے تو وہ ایک مضمون بیان کر رہے تھے' کہنے لگے فقیرو! تم تو بہت اچھے ہو' فقیرو! تم تو بہت اچھے ہو' یہ سب خلفاء حضرات دل کے کانوں سے سنیں' علماء حضرات بھی دل کے کانوں سے سنیں' اساتذہ کرام بھی دل کے کانوں سے سنیں' فرمایا' فقیرو تم تو بہت اچھے لوگ ہو کہ دین کی محبت میں یہاں پہنچے ہو' مجھے نیک سمجھتے ہو' اللہ والا سمجھتے ہو' اس حسن ظن کو لے کر تم یہاں آئے ہو' فقیرو! تم تو بہت بہت اچھے ہو' میں تو کہتا ہوں کہ تم جنتی ہو' میں تو کہتا ہوں کہ تم جنتی ہو' بار بار جنت کے تذکرے کیے' سوچنے والا سوچتا ہے کہ جی یہ تو جنت کی ٹکٹیں یہیں تقسیم ہونے لگیں' ہمارے جیسا کوئی بدگمان ہوتا تو ہم تو اٹھ کر ہی آ جاتے کہ جی یہ شیخ بھی کیا جو دنیا میں بیٹھے جنت کی ٹکٹیں تقسیم کر رہا ہے' نہیں بعض اوقات مشائخ بات اس انداز سے کرتے ہیں کہ حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے' جب بار بار کہا کہ تم جنتی ہو تو آخر میں یہ بھی کہہ دیا کہ میں لکھ کر دینے کو تیار ہوں کہ تم سب جنتی ہو' یہ کہنے کے بعد فرمایا' ہاں! رہا معاملہ تمہارے پیر کا تو وہ کھٹائی میں ہے' قیامت کے دن مجھے تو زنجیروں میں باندھ کر پیش کیا جائے گا' میں جب تک ثابت نہ کر دوں گا کہ میں نے اس امانت کا حق ادا کر دیا ہے اس وقت تک میری زنجیروں کو نہیں کھولا جائے گا۔ اللہ اکبر (ص ۱۵۱/۳)

معاملہ تمہارے پیر کا تو کھٹائی میں ہے......

یاد رکھیں کہ کسی غریب یا گنہگار کو کم نظر سے نہ دیکھا کریں کیونکہ کیا پتہ کہ وہ غریب آدمی اللہ کی نظر میں اس امیر آدمی کی نسبت بہت زیادہ پسندیدہ ہو اور کیا پتہ کہ وہ گنہگار آدمی ایسی توبہ کر لے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دے۔

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں آپ نے ایک گنہگار آدمی کو دیکھا۔ وہ اپنے گناہوں پر بہت ہی نادم اور شرمندہ ہو رہا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تمہاری خواہش کیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ میں نے بڑے بڑے گناہ کیے ہیں' میری تو بس یہی خواہش ہے کہ میرا مالک مجھے معاف فرما دے۔ پھر تھوڑا سا آگے جا کر آپ

نے ایک عبادت گزار آدمی کو دیکھا۔آپ نے اس سے بھی پوچھا کہ تمہاری خواہش کیا ہے؟اس نے اس گنہگار آدمی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا حشر اس کے ساتھ نہ کرے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمادی کہ اے میرے پیارے روح اللہ! آپ ان دونوں سے کہہ دیں کہ میں نے ان دونوں کی دعاؤں کو قبول کرلیا ہے۔جو گنہگار مجھ سے رحم طلب کررہا تھا میں نے اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل کر اس پر جنت واجب کردی ہے اور عبادت گزار نے یہ دعا مانگی تھی کہ مجھے اس کے ساتھ اکٹھا نہ کرنا' اب چونکہ وہ گنہگار جنت میں پہنچ چکا ہے' اس لیے اب میں اس عبادت گزار کو جنت کی بجائے جہنم میں داخل کروں گا۔اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ نہ تو ہم اپنی عبادت پر ناز کریں اور نہ ہی کسی گنہگار کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔(خطبات ذوالفقار ۱۶۷/۱۲)

شرابی کی عجز و بے کسی پر مغفرت

ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سوئے ہوئے تھے۔ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے پڑوسی کا جنازہ تیار ہے' تم جاکر اس کا جنازہ پڑھو۔سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے' کہ ان کا پڑوسی بڑا شرابی بندہ تھا' اب وہ اٹھ کر بیٹھے لیکن بڑے حیران تھے کہ اس پڑوسی کے بارے میں مجھے فرمایا گیا کہ جاؤ اس کی نماز جنازہ پڑھ کے آؤ۔پھر ان کے دل میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے' کہ اس کی کوئی وجہ ہو' چنانچہ انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پوچھا کہ اس کو موت کس حال میں آئی۔انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک غافل سا بندہ تھا' لیکن موت کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے' اور یہ اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کررہا تھا:''اے دنیا و آخرت کے مالک! اس شخص پر رحم فرما جس کے پاس نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے'' اس عاجزی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت اس کے گناہوں کو معاف فرمادیا۔سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار:۱۴۴/۱۲)

ایک بوڑھی عورت کی کسمپرسی

میرے ایک دوست کہنے لگے کہ میں ریل گاڑی میں سفر کررہا تھا ایک نوے سال سے زیادہ عمر کی بوڑھی عورت مجھے کہنے لگی' کیا آپ مسلمان ہیں؟ میں نے کہا' ہاں میں مسلمان ہوں' کہنے لگی کہ میں نے سنا ہے کہ مسلمان وعدے کے بڑے پابند ہوتے ہیں' میں نے کہا'

ہاں بڑے پابند ہوتے ہیں' کہنے لگی: کیا آپ مجھ سے ایک وعدہ کر سکتے ہو؟ جی مجھے بتائیں کہ میں کیا وعدہ کروں' کہنے لگی: بس آپ مجھے وعدہ کریں پھر میں آپ کو بتاؤں گی' میں نے کہا مجھے بتاؤ تو سہی کہ کیا وعدہ لینا ہے' کہنے لگی کہ وعدہ یہ لینا ہے کہ آپ امریکہ میں جہاں بھی کہیں ہوں روزانہ پانچ منٹ کیلئے مجھے Call Collect کر دیا کریں Collect cal ایسے ٹیلیفون کو کہتے ہیں کہ آپ ٹیلیفون سے کسی آدمی کو فون کریں مگر بل آپ کی بجائے اس بندے کو آئے گی' جس کو ٹیلیفون کیا جا رہا ہے' گویا وہ کہہ رہی تھی کہ بل میں ادا کروں گی' میں نے پوچھا کیوں؟ آپ کے بچے نہیں ہیں؟ کہنے لگی کہ بچے تو ہیں مگر ان کے پاس مجھے ملنے کیلئے ٹائم نہیں ہے' میرا بہت بڑا گھر ہے' مجھے اتنی پنشن ملتی ہے' مجھے خرچ کی پرواہ نہیں' مگر میں اپنے بچوں کو یاد کرتی ہوں اور اتنے بڑے گھر میں سارا دن اکیلی رہتی ہوں' جس کی وجہ سے اب میری صحت بھی خراب ہوتی چلی جا رہی ہے' اگر آپ مجھے کال کرنے کا وعدہ کریں تو ۲۴ گھنٹوں میں مجھے انتظار رہے گا کہ کبھی نہ کبھی میرے فون کی گھنٹی بجے گی' میں یہی سمجھوں گی کہ امریکہ میں کوئی بندہ تو میرے بارے میں سوچ رہا ہوگا' اس طرح آپ کے فون کے انتظار میں مجھے سارا دن جینے کیلئے ایک طاقت مل جائے گی۔

اب بتایئے کہ جس ماں کی اسی ملک میں اولاد بھی موجود ہے۔ وہ ماں پانچ منٹ کیلئے کسی سے بات کرنے کو ترستی پھرتی ہے' یہ یورپی اور امریکی سوسائٹی کا سب سے کمزور پہلو ہے۔

عجب وکبر

سیدنا فاروق اعظمؓ کے عجب کا انمول علاج

سیدنا عمر بن الخطابؓ نے اپنے آپ کو کیسے مٹایا؟ ایک مرتبہ کسی جہاد سے مال غنیمت آیا۔ قیدی بھی آئے۔ آپؓ نے دیکھا تو خوش ہوئے۔ اس کے بعد لوگوں سے کہا۔ ذرا منبر کے قریب ہو جاؤ۔ لوگ منبر کے قریب ہو گئے۔ پھر آپؓ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اپنے آپ کو کہا۔ ''عمر! تو وہی تو ہے جس کی ماں خشک گوشت چبایا کرتی تھی'' عرب میں یہ غربت کی علامت ہوتی تھی کہ جن کو کھانے کا کچھ وافر حصہ میسر نہیں ہوتا تھا وہ بھوک کی شدت کی وجہ سے خشک گوشت چبایا کرتے تھے۔ یہ بات کہہ کر حضرت عمرؓ منبر سے نیچے اتر گئے۔ صحابہ کرامؓ حیران ہوئے کہ ہمیں امیر المومنین نے اکٹھا کیا تھا تو کیا ہی کچھ کہنا تھا۔ بعد میں انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا! حضرت آپ نے اتنے لوگوں کو اکٹھا بھی کیا کہ بات سنو اور کوئی خاص بات بھی نہیں کی۔ بس یہی کہا کہ عمر! تو اس ماں کا بیٹا ہے جو خشک گوشت چبایا کرتی تھی۔ آخر کیا وجہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا' جب قیدی آئے اور مال غنیمت بھی آیا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ عمر! اللہ نے تجھے کیا ہی شان دی ہے کہ تیرے زمانے میں اسلام کو قوت ہو رہی ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے نفس کے اندر کہیں عجب پیدا نہ ہو جائے۔ میں نے اس کا یہ علاج تجویز کیا کہ سارے لوگوں کو بلا کر ایک ایسی بات کہہ دی جس نے میرے اندر سے خود پسندی کو ختم کر کے رکھ دیا۔

کسی غیر کو بھی حقیر نہ جانئے......

شیخ عبداللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر تھے۔ عیسائیوں کی بستی کے قریب سے گزر رہے تھے۔ اس بستی کے اوپر صلیبیں لٹک رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کنویں پر عصر کی نماز ادا کرنے کیلئے وضو کرنے گئے۔ وہاں کسی لڑکی پر نظر پڑی۔ شیخ کا سینہ دین سے خالی ہو گیا۔ اپنے مریدین سے کہنے لگے۔ جاؤ' واپس چلے جاؤ۔ میں ادھر جاتا ہوں جدھر یہ لڑکی ہو گی۔ میں اس کی تلاش میں جاؤں گا۔ مریدین نے رونا شروع کر دیا۔ کہنے لگے' شیخ! آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ وہ شیخ تھے جن کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ قرآن کے حافظ تھے۔ سینکڑوں مسجدیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں۔ خانقاہیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں۔ انہوں نے کہا

کہ میرے پلے کچھ نہیں جو میں تمہیں دے سکوں۔ اب تم چلے جاؤ۔ شیخ ادھر بستی میں چلے گئے۔ کسی سے پوچھا کہ یہ لڑکی کہاں کی رہنے والی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ یہاں کے نمبردار کی بیٹی ہے۔ اس سے جا کر ملے کہنے لگے۔ کیا تم اس لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر سکتے ہو اس نے کہا۔ یہاں رہو ہماری خدمت کرو۔ جب آپس میں موافقت ہو جائے گی تو پھر آپ کا نکاح کر دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا' بالکل ٹھیک ہے۔ وہ کہنے لگا' آپ کو سوروں کا ریوڑ چرانے والا کام کرنا پڑے گا۔ شیخ اس پر بھی راضی ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہاں میں خدمت کروں گا۔ اب کیا ہوا؟ صبح کے وقت سور لے کر نکلتے۔ سارا دن چرا کر شام کو واپس آیا کرتے۔ ادھر مریدین جب واپس گئے اور یہ خبر لوگوں تک پہنچی تو کئی لوگ تو بے ہوش ہو گئے۔ کئی موت کی آغوش میں چلے گئے اور کئی خانقاہیں بند ہو گئیں۔ لوگ حیران تھے کہ اے اللہ! ایسے ایسے لوگوں کے ساتھ بھی تیری بے نیازی کا یہ معاملہ ہو سکتا ہے۔

ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سچے مرید تھے۔ جانتے تھے کہ میرے شیخ صاحب استقامت تھے۔ مگر اس معاملے میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہو گی۔ ان کے دل میں بات آئی کہ میں جا کر حالات معلوم کروں۔ چنانچہ اس بستی میں آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ میرے شیخ کدھر ہیں۔ کہا تم فلاں جنگل میں جا کر دیکھو وہاں سور چرا رہے ہوں گے۔ جب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی عمامہ وہی جبہ اور وہی عصاء جس کو لے کر وہ جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔ آج اسی حالت میں سوروں کے سامنے کھڑے سور چرا رہے ہیں۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ قریب ہوئے' پوچھا حضرت! آپ تو قرآن کے حافظ تھے' آپ بتایئے کہ کیا آپ کو قرآن یاد ہے؟ فرمانے لگے' قرآن یاد نہیں۔ پھر پوچھا' حضرت! کوئی ایک آیت یاد ہے۔ سوچ کر کہنے لگے مجھے ایک آیت یاد ہے۔ پوچھا' کونسی آیت؟ کہنے لگے۔

﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾

جسے اللہ ذلیل کرنے پر آتا ہے اسے عزتیں دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پورا قرآن بھول گئے اور صرف ایک آیت یاد رہی جو کہ ان کے اپنے حال سے تعلق رکھتی تھی۔ حضرت شبلی رونے لگ گئے کہ حضرت کو صرف ایک آیت یاد رہی۔ پھر پوچھا' حضرت! آپ تو حافظ حدیث تھے' کیا آپ کو حدیثیں یاد ہیں؟ فرمانے لگے' ایک یاد ہے۔ "مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ" جو دین کو

بدل دے اسے قتل کر دو۔ یہ سن کر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ پھر رونے لگے تو انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ شیخ روتے رہے اور روتے ہوئے انہوں نے کہا' اے اللہ! میں آپ سے یہ امید تو نہیں کرتا تھا کہ مجھے اس حال میں پہنچا دیا جائے گا۔ رو بھی رہے تھے اور یہ فقرہ بار بار کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ کو توبہ کی توفیق عطا فرما دی اور ان کی کیفیتیں واپس لوٹا دیں۔ پھر بعد میں شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ یہ سارا معاملہ کیسے ہوا؟ فرمایا' میں بستی میں سے گزر رہا تھا۔ میں نے صلیبیں لٹکی ہوئی دیکھیں تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کیسے کم عقل لوگ ہیں' بے وقوف لوگ ہیں' جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس بات کو پکڑ لیا کہ عبد اللہ! اگر تم ایمان پر ہو تو کیا یہ تمہاری عقل کی وجہ سے ہے یا میری رحمت کی وجہ سے ہے۔ یہ تمہارا کمال نہیں ہے یہ تو میرا کمال ہے کہ میں نے تمہیں ایمان پر باقی رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کا وہ معاملہ سینے سے نکال لیا کہ اب دیکھتے ہیں تم اپنی عقل پر کتنا ناز کرتے ہو۔ تم نے یہ لفظ کیوں استعمال کیا۔ تمہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو محروم کر دیا ہے۔ تم نے عقل اور ذہن کی طرف نسبت کیوں کی؟

عجب و کبر کا حکیمانہ علاج

حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی حسین و جمیل تھے۔ ان کی طبیعت میں نفاست بھی تھی۔ وہ اچھے اور صاف کپڑے پہنتے تھے۔ وہ اپنا واقعہ خود لکھتے ہیں کہ میں چھوٹی عمر میں ہی مہتمم بن گیا تھا۔ چھوٹی عمر اور مہتمم..... اس کی وجہ سے ان میں خود پسندی سی کچھ آ گئی تھی۔ یہ مہتمم کا لفظ ہم سے بنا۔ یہ ہم عربی زبان کا ہے اردو کا نہیں۔ اردو کے ہم کا مطلب ہوتا ہے' ہم ہی ہم ہیں۔ اور عربی کے ہم کا مطلب' غم ہوتا ہے۔ چونکہ ان کی عمر چھوٹی تھی اس لیے ان میں غم والے ہم کی بجائے' "ہم ہی ہم والا" ہم تھا۔ ان کی بیعت کی نسبت حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھی۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ میرے اندر خود پسند آ گئی ہے تو انہوں نے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ حضرت! میں اپنے اندر یہ چیز محسوس' کرتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سب کچھ چھوڑ کر ہمارے پاس آ جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اہتمام کو چھوڑا اور حضرت کے پاس آ گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کیلئے علاج تجویز فرمایا۔ دیکھو جو حاذق طبیب ہوتا ہے وہ بندے کی بیماری کے مطابق دوا دیتا ہے۔ انہوں نے ان کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی کہ خانقاہ میں

جولوگ آتے ہیں وہ اپنے جوتے اتار کر مسجد میں داخل ہوتے ہیں آپ نے ان کے جوتوں کو سیدھا کرنا ہے۔

اب نوجوان اور اتنے اختیارات کا مالک اور اتنے علم والے ان کو جوتے سیدھے کرنے پر لگا دیا۔ شروع میں طبیعت کو ناگواری تو محسوس ہوئی مگر شیخ کے حکم پر جوتے سیدھے کرنے شروع کر دیے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر نظر رکھی کہ کیسے جوتے سیدھے کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت نے دیکھا کہ جو نئے نئے جوتے ہیں ان کو بالکل سیدھا کر کے رکھتے ہیں اور جو گندے اور پرانے ہیں ان کو بس تھوڑا سا ہاتھ لگاتے ہیں۔ حضرت سمجھ گئے کہ ابھی اندر سے تکبر نہیں نکلا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پرانے جوتوں کو پہلے ٹھیک کرو۔ فرماتے ہیں کہ بس حضرت کا یہ حکم ہونا تھا کہ میرے اندر سے عجب وتکبر سب کچھ نکل گیا۔ چند دن جوتیاں سیدھی کرنے نے میرے من کے اندر سے تکبر کو بالکل ختم کر دیا۔

بڑائی جتانے کا عبرت ناک انجام

ایک آدمی کو اللہ نے اتنی زرعی زمین دی تھی کہ تین ریلوے اسٹیشن اس کی زمین میں بنے ہوئے تھے۔ یعنی پہلا ریلوے اسٹیشن بھی اس کی زمین میں، دوسرا بھی اس کی زمین میں اور تیسرا بھی اس کی زمین میں تھا۔ اتنی جاگیر کا مالک کروڑوں پتی بندہ تھا۔ ایک مرتبہ دوستوں کے ساتھ شہر کے مرکزی چوک میں کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ دوستوں نے کہا کہ کاروبار کی کچھ پریشانیاں ہیں۔ وہ ذرا موڈ میں آ کے کہنے لگا۔ او! بھوکے ننگو تمہارے پلے ہے ہی کیا۔ کبھی کبھی جب پیٹ بھر کر کھانے کو مل جاتا ہے نا تو بندہ خدا کے لہجے میں بولنا شروع کر دیتا ہے۔ اس نے دوستوں کو کہا کہ تم پریشان رہتے ہو کہ آئے گا کہاں سے اور میں تو پریشان پھرتا ہوں کہ لگاؤں گا کہاں پہ۔ بس یہ عجب کا بول اللہ تعالیٰ کو ناپسند آ گیا۔ بیمار ہو گیا اور چند مہینوں کے بعد خود تو دنیا سے رخصت ہوا اور ایک بیٹا پیچھے چھوڑ گیا۔ جوان العمر بیٹا جب سر پر باپ نہیں اور کروڑوں کا سرمایہ ہاتھ میں ہے تو پھر اس کے کئی الٹے سیدھے دوست بن گئے۔ اس کو انہوں نے شراب اور شباب والے کاموں میں لگا دیا۔ اب جوانی بھی لٹ رہی ہے۔ مال بھی لٹا رہے ہیں۔ وہ اپنی مستیاں اڑا رہا ہے کسی نے اس کو یہاں سے لاہور کا راستہ دکھا دیا۔ پھر کسی نے لاہور سے کراچی کا راستہ دکھا دیا۔ کسی نے اس کو جوئے کا راستہ دکھا دیا۔ کسی نے کہا

کہ کیا تم پاکستان میں پڑے ہو چلو باہر کسی ملک میں چلتے ہیں۔ اس نے اسے بنکاک کا راستہ دکھا دیا۔ پانی کی طرح اس نے پیسہ بہایا اور جوئے میں پھر کروڑوں ہارے۔ حتی کہ جتنا بینک میں تھا سارا لگ گیا۔ زمینیں بکنا شروع ہو گئیں۔ آہستہ آہستہ ایک ایک مربع زمین بکتی گئی اور وہ لگا تا گیا۔ ایک وہ وقت آیا جب ساری زمینیں بک گئیں۔ پھر وہ وقت آیا کہ وہ نوجوان جس گھر میں رہتا تھا اس کو وہ گھر بھی بیچنا پڑا۔ اب اس کے پاس اپنا گھر نہیں تھا۔ کھانے کیلئے اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ جس جگہ پر اس کے باپ نے بڑا بول بولا تھا' اس کا بیٹا اسی جگہ پر آ کر کھڑا ہوتا اور لوگوں سے بھیک مانگا کرتا تھا۔ اللہ اکبر کبیرا۔ اللهم انا نعوذبك من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا

غریبوں کی آہ سے ڈرو

امیروں سے نہ ڈرو بلکہ غریبوں کی آہ سے ڈرو۔ اس لیے کہ اگر امیر بھاگے گا تو وہ حاکم کے دروازے پر جائے گا اور اگر غریب نے آہ بھرلی تو وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے کو کھٹکھٹائے گا۔

ایک مرتبہ سرداران قریش! نبی علیہ السلام کی خدمت میں تھے' اللہ کے محبوب ﷺ کی چاہت تھی کہ اگر یہ لوگ دین میں آ جائیں تو ان کی وجہ سے بہت سارے لوگ دین میں آ جائیں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو نصیحت فرمانا شروع کر دی۔ جب آپ ﷺ ان کو نصیحت فرما رہے تھے تو اس وقت ایک نابینا صحابی چلتے ہوئے آئے اور محبوب ﷺ کی خدمت میں طلب گار ہوئے کہ مجھے بھی نصیحت کی جائے۔ اس وقت نبی ﷺ کے دل میں یہ بات ہوئی کہ یہ تو اپنا ہے' اس کو تو بعد میں بھی نصیحت کر سکتے ہیں اور یہ قریش مکہ اس وقت آئے بیٹھے ہیں اس لیے اس وقت کسی اور سے بات نہیں کرتا۔ لہذا جب نابینا صحابی نے اپنی بات بڑھانے کی کوشش کی تو نبی علیہ السلام کے دل میں کچھ رنجش سی پیدا ہو گئی اور آپ کے چہرہ انور پر غصے کے آثار ظاہر ہو گئے کہ یہ بات کیوں نہیں سمجھ رہا۔

محبوب ﷺ کے مبارک چہرے پر جو غصے کے تھوڑے سے آثار ظاہر ہوئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیات اتار دیں اور اپنے محبوب ﷺ سے محبوبانہ خطاب فرمایا

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی وَهُوَ یَخْشٰی﴾

(تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ آیا اس کے پاس اندھا۔ اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ سنورتا یا سوچتا تو کام آتا اس کا سمجھانا۔ وہ جو پرواہ نہیں کرتا' سو تو اس کی فکر میں ہے اور تجھ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ درست نہیں ہوتا۔ اور وہ جو آیا تیرے پاس دوڑتا ہوا اور وہ ڈرتا ہے)

اللہ تعالیٰ نے اس نابینا صحابی کی دو صفات خاص طور پر گنوائیں۔

﴿۱﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی (اور وہ تیز چل کر محفل میں آیا)

﴿۲﴾ وَهُوَ یَخْشٰی (اور اس کے دل کے اندر خشیت بھی تھی)

معلوم ہوا کہ سچی طلب کی نشانی یہ ہے کہ آدمی نیک محفلوں میں جائے تو ایک تو وہاں پہنچنے میں جلدی کرے اور تیز تیز چل کر جائے اور دوسرا یہ کہ دل میں خشیت الٰہی بھی ہو۔ ایسے بندے کی اللہ رب العزت کے ہاں بڑی قدر ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس نابینا صحابیؓ کو ایسی عزت عطا فرمائی کہ روایت میں آیا ہے کہ اس کے بعد جب بھی وہ صحابیؓ آپ ﷺ کی خدمت میں آتے تو اللہ کے محبوب ﷺ ان کے بیٹھنے کیلئے اپنی چادر بچھا دیا کرتے تھے۔ جی ہاں! وہ سچی طلب لے کر آئے تھے' اس لیے اللہ رب العزت کے ہاں ان کا جو مقام تھا اس مقام کا کوئی عشر عشیر حصہ بھی ان سرداران قریش کیلئے نہیں تھا۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۶۷ تا ۱۶۹/۱۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرص وحسد

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

حاسد شرمندہ اور نمدیدہ رہا

ایک دوسرے واقعہ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مصاحبین نے انہیں یہ شکایت لگائی کہ بادشاہ سلامت ایاز کی ایک الماری ہے' یہ اس الماری کو تالا لگا کر رکھتا ہے۔ وہ روزانہ اس الماری کو کھول کر دیکھتا ہے اور کسی دوسرے بندے کو دیکھنے نہیں دیتا۔ ہمارا خیال ہے کہ اس نے آپ کے خزانے کے قیمتی ہیرے اور موتی اس کے اندر چھپا کر رکھے ہوئے ہیں۔ آپ ذرا اس کی تلاشی لیجیے۔ جب بادشاہ کو یہ شکایت لگائی گئی تو بادشاہ سلامت نے اسی وقت ایاز کو بلوایا اور کہا' ایاز! کیا تمہاری کوئی الماری ہے؟ اس نے کہا جی ہے۔ پوچھا کیا اسے تالا لگا کر رکھتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ پوچھا کسی اور کو دیکھنے دیتے ہو؟ عرض کیا' جی نہیں'۔ پھر پوچھا' کیا تم خود اسے روزانہ دیکھتے ہو؟ عرض کیا' جی ہاں۔ پھر بادشاہ نے فرمایا کہ چابی لاؤ۔ ایاز نے چابی دے دی۔ بادشاہ نے کسی بندے کو بھیجا کہ جاؤ اور اس الماری میں جو کچھ موجود ہے وہ سب کچھ لا کر یہاں سب کے سامنے پیش کر دو۔ وہ حاسدین بڑے خوش ہوئے کہ دیکھو اب اس کی حقیقت کھل جائے گی۔ جب اس کی چوری کا سامان سامنے آئے گا تو بادشاہ ابھی اس کو یہاں سے دھکے دے کر نکال دے گا۔

اللہ کی شان کہ جب وہ بندہ واپس آیا تو اس نے آ کر بادشاہ کے سامنے تین چیزیں رکھ دیں۔ ایک پرانا جوتا' ایک پرانا تہبند' اور ایک پرانا کرتا۔ بادشاہ نے پوچھا اس میں کچھ اور نہیں تھا؟ اس نے کہا جی نہیں۔ یہی کچھ تھا۔ بادشاہ نے کہا' ایاز! اس میں تو کوئی ایسی قیمتی چیز نہیں ہے جسے تم تالے میں بند کر کے رکھو اور کسی دوسرے کو دیکھنے بھی نہ دو اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ جسے تم روزانہ آ کر چیک کرو کہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ اس نے کہا۔ بادشاہ سلامت! بات یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ بہت قیمتی ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا! بھئی وہ کیسے؟ اس نے کہا' بادشاہ سلامت! وہ اس لیے کہ جب میں آپ کے دربار میں پہلی مرتبہ آیا تھا تو یہ جوتے پہنے ہوئے تھے۔ یہ تہبند باندھا ہوا تھا اور یہ کرتا پہنا ہوا تھا۔ میں نے ان تینوں چیزوں کو محفوظ کر لیا تھا۔ اب میں روزانہ الماری کھول کر ان کو دیکھتا ہوں اور اپنے نفس کو سمجھاتا ہوں کہ ایاز! تمہاری اوقات یہی تھی۔ تم اپنی اوقات نہ بھولنا۔ اب تمہیں جو کچھ ملا ہے یہ سب تمہاری بادشاہ کا تم پر

احسان ہے۔ لہٰذا تم اپنے بادشاہ کا احسان سامنے رکھنا۔ بادشاہ سلامت! اس طرح مجھے اپنی اوقات یاد رہتی ہے کہ میں کیا تھا اور مجھے بادشاہ کے قرب نے کیا کیا عزتیں بخشیں۔ کاش! ہماری بھی یہی کیفیت ہو جاتی کہ ہم اللہ رب العزت کی نعمتوں کا استحضار رکھتے اور اپنی اوقات کو یاد رکھتے۔ ہمیں تو ذرا سا کچھ مل جاتا ہے تو سب سے پہلے اپنی اوقات کو بھولتے ہیں۔

دو خطرناک روحانی بیماریاں

جب حضرت نوح علیہ السلام اپنے امتیوں کو لے کر کشتی میں بیٹھے تو انہیں کشتی میں ایک بوڑھا نظر آیا اسے کوئی پہچانتا بھی نہیں تھا۔ آپ علیہ السلام نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا کشتی میں بٹھایا تھا۔ مگر وہ اکیلا تھا۔ لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھنے لگے کہ یہ بوڑھا کون ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے پوچھا' بتاؤ تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا' جی میں شیطان ہوں۔ آپ نے سن کر فرمایا تو اتنا چالاک بدمعاش ہے کہ کشتی میں آ گیا۔ کہنے لگا' جی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے اب آپ مجھے معاف فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں ہم ایسے ہی نہیں چھوڑیں گے۔ تو ہمیں اپنا گر بتاتا جا جس سے تو لوگوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ کہنے لگا جی میں سچ سچ بتاؤں گا البتہ آپ وعدہ کریں کہ آپ مجھے چھوڑ دیں گے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ وہ کہنے لگا۔ میں دو باتوں سے انسان کو زیادہ نقصان پہنچاتا ہوں۔ (۱) حسد (۲) حرص۔ وہ پھر کہنے لگا کہ حسد ایک ایسی چیز ہے کہ میں خود اس کی وجہ سے برباد ہوا اور حرص وہ چیز ہے جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتار دیا گیا۔ اس لئے میں انہی دو چیزوں کی وجہ سے انسانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہوں۔

واقعۃً یہ دونوں ایسی خطرناک بیماریاں ہیں جو تمام بیماریوں کی بنیاد بنتی ہیں۔ آج کے سب لڑائی جھگڑے یا تو حسد کی وجہ سے ہیں یا حرص کی وجہ سے۔ حاسد انسان اندر ہی اندر آگ میں جلتا رہتا ہے۔ وہ کسی کو اچھی حالت میں دیکھ نہیں سکتا۔ دوسرے انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوتی ہیں اور حاسد کے اندر مروڑ پیدا ہوتے ہیں کہ وہ اچھی حالت میں کیوں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حاسدین

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حاسدین بہت زیادہ تھے۔ جب انسان میں کمال آتا ہے تو

حاسد بھی بن جاتے ہیں۔ اب بھی ایسے لوگ ہیں جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نہ کسی انداز سے نشانہ بناتے ہیں۔ دشمن دو طرح کے ہوتے ہیں۔ انجان یا حاسد۔ انجان اپنی ناواقفیت کی وجہ سے بندے کی خوبیوں سے نابلد ہوتا ہے۔ انجان تو کسی تعارف کے بعد دوست بن جاتے ہیں البتہ حسد کرنے والے کا کیا کریں۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اے خراسانی! یہ ابوحنیفہ کون ہے جو دین میں نئی نئی باتیں گھڑتا رہتا ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے ''کتاب الرحمٰن'' لا کر رکھ دی۔ انہوں نے اس کتاب کو پڑھا تو کہنے لگے۔ عبداللہ! یہ نعمان کون ہے؟ یہ تو بڑا عالم ہے۔ اگر تم علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی صحبت اختیار کرو۔ ان کو پہلے تعارف نہیں تھا۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا۔ حضرت! یہی تو وہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں' جنہیں آپ بدعتی کہہ رہے تھے۔

امام صاحب سے حسد کی انتہا؟

تاریخ میں اس قسم کے واقعات بہت ہیں۔ چنانچہ حاسدین نے سوچا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن پر ایسا دھبہ لگا دیا جائے کہ لوگ بدظن ہو جائیں۔ لہٰذا انہوں نے ایک جوان عمر بیوہ عورت سے رابطہ کیا کہ کسی حیلہ سے امام صاحب کو اپنے گھر بلا ہم تمہیں اس کے بدلے میں بھاری رقم ادا کریں گے۔ عورت بیچاری پھسلتی بھی جلدی ہے اور پھسلاتی بھی جلدی ہے۔ وہ پھانسے میں آ گئی۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب رات کو گھر جاتے وقت اس عورت کے گھر کے سامنے سے گزرے تو عورت باپردہ ہو کر نکلی اور کہنے لگی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ 'میرا خاوند فوت ہو رہا ہے وہ کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے اور وہ وصیت میری سمجھ میں نہیں آ رہی' خدا کے واسطے آپ وہ سن لیں۔ آپ گھر میں داخل ہوئے۔ عورت نے دروازہ بند کر دیا۔ کمروں میں چھپے ہوئے حاسدین باہر آ گئے اور کہنے لگے' ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ رات کے وقت ایک علیحدہ مکان میں اکیلی نوجوان عورت کے پاس برے ارادے سے آئے ہیں۔

چنانچہ اس عورت کو اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔ حاکم وقت تک بات پہنچی تو اس نے کہا انہیں فی الحال حوالات میں بند کر دیا جائے۔ میں صبح کے وقت کارروائی مکمل کروں گا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اس عورت کو ایک تاریک کوٹھری میں بند کر دیا

گیا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ باوضو تھے۔ لہٰذا وہ نوافل پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ جب کافی دیر گزر گئی تو اس عورت کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ میں نے اتنے پاک دامن شخص پر بہتان لگایا ہے۔ جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کا سلام پھیرا تو وہ عورت کہنے لگی' آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے معاف کر دیں۔ پھر اس نے ساری کہانی سنا دی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ اب میں تجھے ایک تدبیر بتاتا ہوں تاکہ ہم اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم اس پہریدار کی منت سماجت کرو کہ لوگ مجھے اچانک پکڑ کر لے آئے ہیں۔ مجھے ایک ضروری کام نمٹنے کیلئے گھر جانا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو تاکہ میں وہ کام کر سکوں۔ پھر جب پہرے دار مان جائے تو میرے گھر چلی جانا اور میری بیوی کو صورت حال بتا دینا تاکہ وہ تمہارے اسی برقع میں لپٹ کر یہاں میرے پاس آ جائے۔ عورت نے رو دھو کر پولیس والے کا دل موم کر لیا اور یوں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ حوالات میں ان کے پاس پہنچ گئیں۔ جب صبح ہوئی تو حاکم وقت نے طلب کیا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اس عورت کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔ حاسدین کا جم غفیر موجود تھا۔ جب پیشی ہوئی تو حاکم نے کہا کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تم اتنے بڑے عالم ہو کر بھی کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہو۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ حاکم نے کہا کہ آپ ایک نامحرم عورت کے ساتھ رات کے وقت ایک مکان میں دیکھے گئے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا وہ نامحرم نہیں ہے۔ حاکم نے پوچھا' وہ کون ہے؟ آپ نے اپنے سسر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ان کو بلاؤ تاکہ شناخت کریں۔ وہ آئے' انہوں نے دیکھا تو فرمانے لگے کہ یہ تو میری بیٹی ہے۔ میں نے فلاں مہینے میں ان کا نکاح امام ابو حنیفہ سے کر دیا تھا۔ چنانچہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد فہم سے حاسدین کی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی اور ان کی سازش خاک میں مل گئی۔

دنیا میں ہمارے سب سے بڑے دشمن

یہ فقیر فرانس گیا تو ایک دوست کہنے لگے کہ رمضان المبارک آیا' مجھے روزے رکھنے تھے تراویح پڑھنی تھی' میں نے اپنے پروفیسر سے کہا کہ مجھے چھٹی دے دو' اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا مجھے روزے رکھنے ہیں اور تراویح پڑھنی ہے' اس نے کہا کہ تمہیں چھٹی کی کیوں ضرورت ہے؟ میں نے کہا مجھے فلاں جگہ جانا ہے اور وہاں سے میں روز آ نہیں سکتا' اس نے کہا کہ میں

تمہیں یہیں جگہ دیتا ہوں' میں نے کہا کہ بہت اچھا' وہ مجھے یونیورسٹی میں ایک جگہ لے گئے جہاں پر گورے چٹے نوجوان لڑکے کالی داڑھیاں' عمامے باندھے ہوئے' جبے پہنے ہوئے' مسواک سے وضو کر رہے ہیں' نمازیں پڑھ رہے ہیں اور اذانیں دے رہے ہیں' قرآن پاک ایک آگے پڑھ رہا ہے' دوسرے پیچھے سن رہے ہیں' روزے رکھ رہے ہیں' پورا مہینہ' پھر اعتکاف میں بھی بیٹھے' پھر صبح شام جیسے روزے کی سحری وافطاری ہوتی ہے' اس کے مطابق کر رہے ہیں' کہنے لگے کہ میں عید پڑھ کر واپس آیا تو میں نے ٹیچر سے کہا کہ آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے ایسے نیک لوگوں سے ملا دیا' میرا رمضان شریف تو بڑا اچھا گزرا' وہ مسکرا کے کہنے لگا کہ آپ کو پتہ ہے یہ سب یہودی تھے؟ میں نے کہا مجھے تو پتہ نہیں ہے' کہنے لگا کہ انہوں نے ایک پراجیکٹ (Project) شروع کیا ہے کہ اسلام میں مسلمانوں کو جیسے روزے رکھنے کیلئے کہا گیا ہے' تم ہو بہو ایک مہینہ اس طرح دیکھو کہ اس میں کیا اچھائیاں ہیں' کیا برائیاں ہیں' اچھائیاں ہونگی ہم بن کہے قبول کر لیں گے اور جو خامیاں ہونگی اس کے خلاف پروپیگنڈہ کریں گے۔

اب بتایئے! آج دنیا میں یہ کام ہو رہا ہے' ہمارے نوجوان بیرون ملک جن یونیورسٹیوں سے اسلامیات کی پی ایچ ڈی کی ڈگریاں لیتے ہیں وہاں پر اسلامیات کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ یہودی ہوتے ہیں' اب بتایئے دنیا میں اس وقت اسلام کے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے... اللہ اکبر! اس وقت ہمارے سب سے بڑے دشمن دنیا کے اندر یہودی ہیں جو بالواسطہ اسلام کو ہر وقت نقصان پہنچانے کیلئے کوشش کر رہے ہیں۔

رشیا میں یہود کی سازش

فقیر ایک دفعہ روس میں سفر کر رہا تھا۔ مولانا عبداللہ اور دوسرے حضرات رفقاء سفر تھے' ٹرین میں سفر کر رہے تھے' کہ ایک آدمی آیا' فقیر سے بھی ملا اوروں سے بھی ملا' داڑھی رکھی ہوئی تھی' پھر ساتھیوں سے باتیں کرنے لگا' جب وہ چلا گیا تو فقیر نے ساتھیوں سے پوچھا' کیا باتیں کر رہا تھا' کہنے لگے کہ آپ کے متعلق پوچھ رہا تھا کہ کون ہے؟ ہم نے کہا کہ عالم ہیں' پیر ہیں' کہاں سے آئے ہیں؟ بتایا گیا کہ پاکستان سے تشریف لائے ہیں۔ کہنے لگا' آپ بھی رشین ہیں' میں بھی رشین ہوں آپ لوگ اس کو دھوکہ دو' اس کو کہیں باہر باہر پھراتے رہو' اس کا

سارا پیسہ خرچ کروادو، پھر یہ خود بخود یہاں سے چلا جائے گا، ہمیں ان لوگوں سے کیا فائدہ ہے؟ اس کو یہیں سے مرخا دو تا کہ یہاں کوئی دین اسلام کا کام نہ کر سکے، اس قسم کے ذاتی تجربات اور مشاہدات فقیر کو کئی مرتبہ ہوئے ہیں، اب بات سمجھ میں آئی ہے کہ ان کے دلوں میں کیا غیض و غضب کی صورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ (تم مرجاؤ اپنے غصے میں) كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾ اور

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ﴾

زبان سے باتیں کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اتنا کچھ اسلام کے خلاف چھپا ہوا ہوتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُهٗ○ وَالرَّحْمَةِ لِلْعَالَمِيْنَ ظُهُوْرُهٗ○ عَدَدَ مَنْ مَّضٰى مِنْ خَلْقِكَ وَمَنْ بَقِيَ○ وَمَنْ سَعِدَ مِنْهُمْ وَمَنْ شَقِيَ○ صَلَاةً تَسْتَغْرِقُ الْعَدَّ وَتُحِيْطُ بِالْحَدِّ○ صَلَاةً لَا غَايَةَ لَهَا وَلَا انْتِهَاءَ○ وَلَا اَمَدَ لَهَا وَلَا انْقِضَاءَ○ صَلَوَاتِكَ الَّتِيْ صَلَّيْتَ عَلَيْهِ○ صَلَاةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ○ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَذَالِكَ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسن معاشرت اور حسن اخلاق

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

مثبت سوچ کا فائدہ

ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلے کے ایک بزرگ تھے۔ لیکن ان کی ایک آزمائش تھی کہ ان کے گھر میں بیوی بڑی تیز طرار تھی۔ وہ اس پر صبر کرتے تھے اور اس صبر پر اللہ نے ان کو ولایت عطا فرمادی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک مرید ان سے ملنے کیلئے آیا۔ اس نے گھر جا کر پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں؟ بیوی نے کہا کہ کون حضرت؟ کہاں کے حضرت؟ اس نے کہا کہ جی میں ان سے ملنے کیلئے آیا ہوں۔ جواب دیا کہ جاؤ وہاں کہیں جنگل میں بیٹھے ہوں گے۔ وہیں مل لو۔ مرید سمجھ گیا کہ معاملہ ذرا نازک سا ہے۔ چنانچہ وہ حضرت کو ملنے جنگل میں آیا، مگر کیا دیکھتا ہے کہ حضرت شیر کے اوپر سوار ہو کر آ رہے ہیں۔ یہ ایک کرامت تھی۔ جو اللہ نے ظاہر کر دی۔ اب جب اس نے یہ دیکھا کہ حضرت تو جنگل میں شیر پر سواری کر رہے ہیں اور گھر میں بیوی ان پر سواری کر رہی ہے، سوچنے لگا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب حضرت ان کو ملے تو حضرت نے بھی ان کو پہچان لیا اور فرمایا کہ دیکھو میں گھر میں بیوی کی اس تکلیف کا بوجھ اٹھاتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس شیر کو میرا بوجھ اٹھانے پر لگا دیتے ہیں۔ تو جب یہ بات بتائی تو وہ مرید تو رخصت ہوا لیکن جب حضرت گھر کو آنے لگے تو دعا مانگی کہ اے اللہ! یہ عورت بہت ہی زیادہ غصہ والی ہے اور تیز طرار ہے، اے اللہ کوئی ایسا معاملہ ہو کہ یہ عقیدت والی بن جائے تاکہ دین کے کام میں رکاوٹ نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک کرامت بخشی کہ وہ ہوا میں اڑنے لگ گئے اور اڑتے اڑتے اپنے گھر کے اوپر سے گزرے۔ جب واپس گھر آئے تو گھر میں داخل ہوتے ہیں بیوی نے استقبال کیا کہ بڑے بزرگ بنے پھرتے ہو، اور بڑے ولی بنے پھرتے ہو، ولی تو وہ تھا جسے میں نے آج ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا۔

حضرت نے ان کی بات سن کر کہا کہ اللہ کی بندی وہ میں ہی تو تھا۔ جو یہاں سے اڑ کر گزر رہا تھا۔ میں نے اللہ سے دعا مانگی تھی۔ جب بیوی نے یہ سنا تو تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگی۔ اچھا آپ تھے۔ انہوں نے کہا، ہاں ہاں میں ہی تھا۔ کہنے لگی میں بھی سوچ رہی تھی کہ ٹیڑھا ٹیڑھا کیوں اڑ رہا ہے۔ اب سوچئے کہ گھر کیوں کر آباد ہو۔ لہٰذا منفی سوچ سے بچنے کی کوشش کریں اور مثبت سوچ رکھیں۔

بیوی سے حسن سلوک پر مغفرت

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی کی بیوی سے غلطی ہوگئی۔ اتنا بڑا نقصان تھا کہ اگر وہ چاہتا تو اسے طلاق دے دیتا۔ کیونکہ وہ حق بجانب تھا۔ لیکن اس نے اسے اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کی وفات ہوگئی۔ کسی نے اسے خواب میں میں دیکھا تو اس سے پوچھا' سناؤ بھئی! آگے کیا بنا۔ کہنے لگا کہ بس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مہربانی فرمادی اور میرے گناہوں کو معاف کر دیا۔ اس نے پوچھا' کس وجہ سے آپ کی معافی ہوئی؟ وہ کہنے لگا کہ ایک ایسی بات تھی جو میں بھول ہی گیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ ایک مرتبہ میری بیوی سے کوئی غلطی ہوگئی تھی' میں اگر چاہتا تو سزا دیتا۔ طلاق دے دیتا۔ مگر میں نے اسے اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا۔ پروردگار نے کہا' تو نے اسے میری بندی سمجھ کر معاف کر دیا تھا آج میں تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں۔

بیوی کو معاف کرنے پر رحمت

چنانچہ ایک آدمی کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی بیوی بے عقل سی تھی۔ غلطیاں کرتی رہتی تھی۔ کبھی کوئی نقصان' کبھی کوئی نقصان۔ غصہ تو اس آدمی کو بہت آتا لیکن سوچتا کہ اگر میں نے اسے طلاق دے دی تو یہ بیچاری تو پریشان ہو جائے گی۔ پھر کون اسے لے گا۔ چلو اس کی زندگی بھی گزر جائے گی اور میرا بھی وقت گزر جائے گا۔ لہٰذا وہ اس کی غلطیوں کو معاف کر دیتا کہ کوئی بات نہیں' اللہ کی بندی ہے۔ اسی حال میں زندگی گزار دی۔ حتیٰ کہ اس کی وفات ہوگئی۔ مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ سنایئے' آپ کے ساتھ کیا معاملہ بنا؟ کہنے لگا۔ مجھے اللہ رب العزت کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا۔ میرے بندے! تو اپنی بیوی کو میری بندی سمجھ کر معاف کیا کرتا تھا' جا آج میں نے تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیا۔

محبت بھری زندگی کا طریقہ

ایک مرتبہ پیارے نبی علیہ السلام گھر تشریف لائے۔ صحن میں دیکھا تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ پیالے سے پانی پی رہی ہیں۔ دور سے دیکھا' تو وہیں سے فرمایا۔ حمیرا! (نام عائشہ تھا مگر

پیار سے حمیرا کہا کرتے تھے) نبی پاک ﷺ نے ہمیں اس میں بھی سبق دے دیا)۔ دور سے فرمایا' حمیرا بولیں' اے اللہ کے نبی ﷺ فرمایئے۔ فرمایا تھوڑا سا پانی میرے لیے بھی بچا دینا۔ وہ امتی تھیں' بیوی تھیں' آپ ﷺ خاوند بھی تھے' سید المرسلین بھی تھے' رحمۃ للعٰلمین بھی تھے۔ برکتیں تو آپ کی ذات سے ملتی تھیں۔ مگر سبحان اللہ محبت بھی عجیب چیز ہے کہ رفیقہ حیات کو دیکھا پانی پی رہی ہیں تو دور سے کہا کہ کچھ پانی میرے لئے بھی بچا دینا۔ حضرت عائشہؓ نے کچھ پانی بچا دیا۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اپنی بیوی کا بچا ہوا پانی ہاتھ میں لے کر پینا چاہا' اچانک آپ ﷺ رک گئے' پوچھا کہ اے حمیرا تو نے اس پیالے پر کس جگہ لب لگایا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے جس جگہ کی نشاندہی کی' آپ ﷺ نے اسی جگہ پر اپنا لب مبارک لگایا۔

☆☆☆

علماء کرام نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بیوی بہت خوبصورت تھی۔ جبکہ خاوند بہت بدصورت اور شکل کا انوکھا تھا۔ رنگ کالا تھا۔ بہرحال زندگی گزر رہی تھی۔ نیک معاشرے میں زندگیاں گزر جایا کرتی ہیں ایک موقعہ پر خاوند نے بیوی کی طرف دیکھا تو مسکرایا' خوش ہوا' بیوی دیکھ کر کہنے لگی کہ ہم دونوں جنتی ہیں' اس نے پوچھا' یہ آپ کو کیسے پتہ چلا۔ بیوی نے کہا کہ جب آپ مجھے دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں شکر ادا کرتے ہیں اور جب میں آپ کو دیکھتی ہوں تو صبر کرتی ہوں۔ شریعت کا حکم ہے کہ صبر کرنے والا بھی جنتی ہے اور شکر کرنے والا بھی جنتی ہے۔

دنیا میں جنت کے مزے

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق سکھ گھرانے سے تھا۔ آپ ابتدائے جوانی میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا۔ حتیٰ کہ آپ دورۂ حدیث کے درجے تک پہنچ گئے۔

آپ یہ واقعہ خود سنایا کرتے تھے کہ جب میرے سسر کوان کے گھر والوں نے کہا کہ اب ہماری بچی جوان ہے اس لیے کوئی مناسب رشتہ تلاش کر کے نکاح کر دینا چاہیے' وہ پنجاب کے مدارس کے دورے پر نکلے تا کہ انہیں اپنی بچی کیلئے کوئی عالم فاضل نوجوان مل سکے۔ حتیٰ کہ دارالعلوم دیوبند پہنچ گئے۔ جب انہوں نے دورۂ حدیث کی کلاس کو دیکھا تو ان کی نگاہیں

میرے اوپر تک گئیں۔ انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ سکھ گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اور مسلمان ہو کر ہمارے پاس علم حاصل کیا ہے۔ انہوں نے پوچھا' کیا یہ شادی شدہ ہے؟ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں' انہوں نے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا' کیا یہ شادی کرنا چاہتا ہے؟ تو میرے استاد محترم نے بھی مجھ سے پوچھا کہ کیا تم شادی کرنے کیلئے تیار ہو؟ میں نے عرض کیا' حضرت! میں مسلمان ہوں اور میرا سارا خاندان کافر ہے' اب مجھ اکیلے کو کون اپنی بیٹی دے گا۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر کوئی اپنی بیٹی آپ کو دے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا' حضرت! میں اس سنت کو ضرور ادا کروں گا۔ میں اس کے ترک کا گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ چنانچہ میرے سسر صاحب نے فرمادیا کہ کل عصر کے بعد نکاح ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے دوستوں کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ کل میرا نکاح ہے' طلباء طلباء ہی ہوتے ہیں۔ وہ یہ سن کر مجھ سے محبت پیار کی باتیں کرنے لگ گئے۔ کافی دیر کے بعد ایک دوست نے کہا' جی آپ کے کپڑے بڑے میلے ہیں' لہٰذا آپ کو چاہئے کہ آپ کسی دوست سے ادھار کپڑے لے لیں اور وہ پہن کر نکاح کی تقریب میں جائیں۔ میں نے کہا کہ میری عزت نفس اس بات کو گوارا نہیں کرتی' میں جو کچھ ہوں سو ہوں' میں ادھار تو نہیں مانگوں گا' طلباء بھی منطقی ہوتے ہیں' آسانی سے نہیں چھوڑتے' چنانچہ وہ کہنے لگے' اچھا اگر کسی دوسرے سے نہیں مانگتا تو آپ اسی سوٹ کو دھو کر دوبارہ پہن سکتے ہیں تاکہ صاف کپڑے ہوں' حضرت کے اپنے الفاظ ہیں کہ:

''میرے بھیڑ کدنے'' یعنی میری بدبختی آگئی کہ میں نے اپنے دوست کی بات مان لی چنانچہ میں نے اگلے دن دھوتی باندھی اور کپڑے دھو لیے۔ سردی کا موسم تھا اور اوپر سے آسمان ابر آلود ہو گیا۔ عصر کا وقت آ گیا۔ میں نے مسجد کے ایک طرف کپڑے ہوا میں لہرانے شروع کر دیے اور ساتھ ہی دعائیں مانگنی شروع کر دیں کہ اے اللہ! ان کپڑوں کو خشک فرما دے۔ اور موسم کی خرابی کی وجہ سے کپڑے خشک ہونے پر نہیں آ رہے تھے۔ حتیٰ کہ عصر کی اذان ہو گئی اور میں نے سردی کے موسم میں گیلے کپڑے پہنے اور مجمع میں آ کر بیٹھ گیا' لیکن میرے سسر کا دل بھی سونے کا بنا ہوا تھا' کہ ان کی نظر ان چیزوں پر بالکل نہیں تھی' انہوں نے دیکھا کہ کل بھی

یہی کپڑے تھے اور میلے تھے اور آج بھی وہی کپڑے ہیں اور میلے ہیں اور اس کے پاس کوئی دوسرا جوڑا بھی نہیں ہے انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد رخصتی ہو گئی۔

ابتداء کے چند دنوں میں میرے اوپر فاقے آئے کیونکہ میں طالب علم تھا اور تازہ تازہ پڑھ کر فارغ ہوا تھا۔ کمائی کا کوئی ایسا سلسلہ بھی نہیں تھا۔ کبھی کھانے کو مل جاتا اور کبھی نہ ملتا۔ کچھ عرصہ میری دلہن میرے گھر میں رہی۔ اس کے بعد جب وہ اپنے والدین کے گھر گئی تو اس کی والدہ نے اس سے پوچھا بیٹی! تو نے اپنے نئے گھر کو کیسے پایا؟ فرماتے ہیں کہ میری بیوی تقیہ نقیہ نیک اور پاک عورت تھی اس کی نظر میری دینداری پر تھی چنانچہ اس نے اس کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی والدہ سے کہا ''اماں! میں تو سمجھتی تھی کہ مر کر جنت جائیں گے لیکن میں جیتی جاگتی جنت میں پہنچ گئی ہوں'' حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ میرے سسر نے مجھے اس وقت پہچان لیا تھا جب احمد علی احمد علی نہیں تھا اور آج تو احمد علی احمد علی ہے۔

(خطبات ذوالفقار: ۱۴/۱۹۳)

مسکراہٹ محبت کا سرچشمہ ہے

کراچی کے ایک صاحب کا مجھ سے تعلق تھا۔ ایک مرتبہ وہ میاں بیوی دونوں ملنے آئے۔ وہ کہنے لگے۔ حضرت! ہماری شادی کو چار سال ہو چکے ہیں اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اب ہمارا گزارہ مشکل ہے۔ چونکہ ہم دونوں آپ سے بیعت ہوئے ہیں حاضر اس لئے ہوئے ہیں کہ آپ سے اجازت بھی لے لیں اور نصیحت بھی لے لیں تاکہ آپ ناراض نہ ہوں کہ تم نے تو بتایا ہی نہیں یہ میاں صاحب کے الفاظ تھے۔

اب انہوں نے آکر کچھ باتیں تو بتائیں ایسے حالات میں پیروں کا کام یہ ہوتا ہے کہ Read in between the line (بین السطور اصل حقیقت کو سمجھیں) کچھ تو مرید آکر بتاتے ہیں اور کچھ ان کو پڑھنا پڑتا ہے کہ اندر کی بات کیا ہے۔ خیر اندر کی بات کا پتہ چل گیا کہ ان دنوں خاوند کا کاروبار کچھ مشکل سا بنا ہوا ہے اور وہ جب گھر آتے ہیں تو وہی تفکرات اور وہی سوچیں انہیں گھیرے رہتی ہیں۔ بیوی اس وقت کھانا کھاتی ہے جب وہ گھر آتے ہیں اور جب وہ گھر آتے ہیں تو ان کا موڈ بنا ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں تو گھر میں محبت والا ماحول پیدا نہیں کیا جا سکتا ہے۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ جس فیصلہ کن نتیجے پر پہنچے ہیں اس کیلئے آپ چھ مہینے انتظار کریں۔ وہ کہنے لگے۔ جی بہت اچھا۔ میں نے کہا خاوند یہ وعدہ کرے کہ وہ ایک کام کرے گا۔ اس نے کہا' جی حضرت! میں ضرور کروں گا۔ میں نے کہا کہ وعدہ یہ لینا ہے کہ آپ جب بھی گھر آئیں گے' آپ اپنی اہلیہ کو دیکھ کر مسکرائیں گے' ان کو یہ چھوٹی سی بات نظر آئی۔ وہ کہنے لگا۔ جی حضرت! بہت اچھا۔ وہ اس وقت اس بات کی حقیقت کو نہ پا سکے۔ اب بتائیں کہ بیوی انتظار میں ہو' کہ کھانا کھانا چاہتی ہو' خاوند کیلئے دروازہ کھولے اور خاوند کی اس پر نظر پڑے اور وہ مسکرائے تو بہاریں شروع ہو جاتی ہیں یا نہیں.....

میں نے ان کو چھ مہینے کی مہلت دی تھی۔ انہوں نے اس نصیحت پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ چھ مہینے تو کیا ایک مہینے کے بعد فون آیا کہ حضرت! جتنی محبت کی زندگی ہم اب گزار رہے ہیں۔ ہم نے اس کے بارے میں کچھ سوچا بھی نہیں تھا۔ ذرا سوچئے کہ ایک مسکراہٹ نہ ہونے کی وجہ سے دونوں کی زندگی تلخ ہو کر رہ گئی تھی۔ جہاں نبی علیہ السلام کی ایک سنت کے چھوٹنے پر گھر اجڑنے کی نوبت آ رہی تھی' وہاں وہی سنت زندہ کرنے پر گھر جنت کا منظر پیش کرنے لگا۔

قابلِ افسوس واقعہ

لاہور میں ایک صاحب کی بیٹی کی شادی ہوئی تھی۔ اس نے ایک سال پہلے اس کی پلاننگ شروع کر دی۔ کارڈ چھپوائے اور بڑے پیسے خرچ کیے۔ حتیٰ کہ اس نے یہاں تک انتظام کیا کہ اس نے بارات کے ساتھ آنے والے ہر مہمان کے گلے میں ایک ہزار کا ہار ڈالا۔ اور وہ برتن جن میں باراتیوں نے کھانا کھایا وہ پتھر کے بنے ہوئے انمول قسم کے برتن تھے۔ وہ برتن اس نے خود بنوائے تھے۔ ان برتنوں پر اس نے اس شادی کی یادگار بھی لکھوائی تھی۔ ہر باراتی کو اجازت تھی کہ وہ اپنے استعمال میں آنے والے برتن یادگار کے طور پر لے جا سکتا ہے۔ ادھر لڑکے والوں نے بھی کیا خوب انتظام کیا کہ چڑیا گھر سے کرائے پر ہاتھی لے آئے دولہا میاں اس ہاتھی پر بیٹھ کر سسرال پہنچا۔ جیسے جنگ کرنے چلا ہو۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے پیسہ پانی کی طرح بہایا۔

جب رخصتی ہو گئی اور مرد گھر واپس آئے تو عورتوں نے لڑکی کے والد سے پوچھا کہ حق

مہر کتنا مقرر کیا ہے؟ اس وقت ان کو خیال آیا کہ ہم نے تو نکاح پڑھا ہی نہیں ہے' تب انہوں نے باراتیوں کی طرف پیغام بھجوایا کہ بارات کو کہیں راستے میں روک لیا جائے تا کہ بچی کا نکاح کرنے کے بعد اسے نئے گھر میں داخل کیا جائے۔ اندازہ کیجئے کہ اتنے پیسے خرچ کئے اور اتنے عرصے سے پلاننگ کی۔ ہر چیز کا تو خیال رکھا لیکن اللہ کے حکم کا خیال نہ رکھا۔ یہ دین سے دوری کا نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ دینداری کی بنیاد پر اپنے نئے گھر کی بنیاد رکھتے ہیں وہ دنیا ہی میں جنت کے مزے لیتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار:۱۲/۱۹۳)

ساس بہو کے جھگڑے کا حل

میرے پاس ایک خاتون آئی جو کافی پڑھی لکھی لگتی تھی' شاید ایم اے کیا ہوا تھا اس نے پردہ کے پیچھے بیٹھ کر بات کی' اپنی ساس کے بڑے گلے شکوے کئے کہ ناک میں دم کر رکھا ہے' بات بات پر نوک جھونک کرتی ہے' غرض اس نے ساس کا خوب رونا رویا' تقریباً آدھا گھنٹہ ساس کے شکوے کرتی رہی' اور اس دوران وہ رو پڑی' لیکن ساتھ ہی بتایا کہ خاوند میرے ساتھ بہت اچھا ہے' بہت پیار سلوک رکھنے والا ہے' اس کے خاوند کی ایک فیکٹری ہے' بڑا کھاتا پیتا گھرانہ ہے' کار کوٹھی اس کے پاس ہے لیکن ساس کی وجہ سے بہت پریشان تھی' جب اس نے بتایا کہ خاوند اس کے ساتھ بہت اچھا ہے' اس سے اسے کوئی شکوہ نہیں تو میں نے اس سے ایک سوال کیا' کیا آپ کو خاوند اور گھر اچھا لگا؟ کہنے لگی' جی ہاں' میں نے پوچھا کہ آپ اس گھر میں کیسے آئیں؟ کہنے لگی وہ تو میری ساس میرے گھر آئی' مجھے دیکھا اور پسند کیا' اور مجھے بیاہ کر لے آئی' اس پر میں نے کہا کہ اس نے تو آپ پر احسان کیا کہ اتنے اچھے گھر میں آپ کو لے آئی جس میں آپ کو خاوند بھی اچھا ملا' اس بڑے احسان پر تو آپ کو عمر بھر اپنی ساس کا شکر گزار رہنا چاہیے تھا۔ لیکن یہ شکوے کیسے؟ میں نے کہا کہ اب بتائیں کہ اتنے بڑے احسان کے مقابلہ میں تمہاری یہ باتیں کیسی ہیں؟ کہنے لگی' آپ نے تو میرا مسئلہ حل کر دیا' اس احسان کے مقابلے میں تو یہ باتیں واقعی کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ (خطبات ذوالفقار۔۱۳۹/۴)

شکر رنجی کو اس طرح دور کیجیے

دو بھائی تھے۔ جن میں محبت کا تعلق تھا۔ لیکن بیویوں کی آپس میں نہ بنتی تھی۔ ان میں سے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو دعوت کھانے کیلئے گھر بلایا اور اس کے سامنے کھانا لا کر

رکھا۔ اس کی بیوی کو پتہ چلا تو اس نے سامنے سے اٹھا لیا کہ ہم اس بندے کو کھانا نہیں دیتے۔ یہ بھائی دل میں بہت رنجیدہ ہوا۔ اس کے بھائی نے جب چہرے پر غصے کے اثرات دیکھے تو کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میں آپ کے گھر آیا۔ یاد رہے کہ آپ نے بھی کھانا میرے سامنے رکھا تھا۔ آپ کی ایک مرغی بھاگتی ہوئی آئی اور سالن میں اس کا پاؤں پڑا تو سالن گر گیا۔ میں نے روٹی نہ کھائی کیونکہ سالن اور نہیں تھا۔ تمہارے گھر کی ایک مرغی نے سالن خراب کر دیا اور میں نے یہ محسوس نہ کیا۔ اگر میری بیوی نے غصے میں کھانا اٹھا لیا تو آپ غصے کیوں ہوتے ہیں۔ دوسرے بھائی نے کہا کہ بات تو سچی ہے۔ کیا میں اتنا بھی اس کا لحاظ نہیں کر سکتا جتنا اس نے میری مرغی کا کیا تھا۔ چنانچہ بات جلدی سمجھ میں آ گئی۔ معاملہ الجھتے الجھتے بالکل سلجھ گیا۔ اگر سمجھنے کی نیت ہو تو بات جلدی سمجھ میں آ جاتی ہے اگر لڑنے کی نیت ہو تو بات بالکل سمجھ میں نہیں آتی۔ اچھا پڑوسی بن کے رہنا یہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔

با اخلاق پڑوس کی قیمت

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ اسے مکان بیچنے کی ضرورت پیش آئی ایک آدمی خریدنے کیلئے آیا' تو اس نے پوچھا کہ آپ یہ مکان کتنے کا دیں گے؟ وہ یہودی کہنے لگا' دو ہزار دینار کا۔ اس نے کہا' جی اس جیسا مکان تو یہاں ایک ہزار دینار کا ملتا ہے۔ یہودی اس کے جواب میں کہنے لگا کہ واقعی ایک ہزار دینار تو اس مکان کی قیمت ہے اور دوسرا ہزار دینار عبداللہ بن مبارک کے پڑوس کی قیمت ہے۔ سبحان اللہ

یتیم...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

مشہور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام عید کے دن گھر سے مسجد کی طرف تشریف لانے لگے راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا' انہوں نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے' بچوں نے سلام عرض کیا تو نبی علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے چل کر دیکھا تو ایک بچے کو خاموشی کے ساتھ اداس بیٹھے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب رک گئے اور اس بچے سے پوچھا' تمہیں کیا ہوا؟ کیا وجہ ہے کہ تم اداس اور پریشان نظر آ رہے ہو؟ اس نے رو کر کہا' اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں یتیم مدینہ ہوں' میرے سر پر باپ کا سایہ نہیں ہے' جو میرے کپڑے لا دیتا' میری امی مجھے نہلا کر نئے کپڑے پہنا دیتی' اس

لیے میں یہاں اداس بیٹھا ہوں' نبی علیہ السلام نے اسے فرمایا کہ تم میرے ساتھ آؤ۔

آپ ﷺ اسے لے کر واپس اپنے گھر تشریف لائے اور سیدہ عائشہؓ سے فرمایا' حمیرا انہوں نے عرض کیا' لبیک یارسول اللہ! اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں' آپ ﷺ نے فرمایا' تم اس بچے کو نہلا دو' چنانچہ اسے نہلا دیا گیا' اتنے میں نبی علیہ السلام نے اپنی چادر کے دو ٹکڑے کر دیئے' کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے تہبند کی طرح باندھ دیا گیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دیا گیا' پھر اس کے سر پر تیل لگا کر کنگھی کی گئی' حتیٰ کہ جب وہ بچہ تیار ہو گیا اور نبی علیہ السلام کے ساتھ چلنے لگا تو نبی علیہ السلام نیچے بیٹھ گئے' اور اس بچے کو فرمایا: آج تو پیدا چل کر مسجد نہیں جائے گا' بلکہ میرے کندھوں پر سوار ہو کر جائے گا۔

نبی علیہ السلام نے اس یتیم بچے کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اسی حالت میں اسی گلی میں تشریف لائے جس میں بچے کھیل رہے تھے' جب انہوں نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ رو کر کہنے لگے کہ کاش! ہم بھی یتیم ہوتے اور آج ہمیں نبی علیہ السلام کے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف نصیب ہو جاتا۔

نبی علیہ السلام جب مسجد میں تشریف لائے تو آپ ﷺ منبر پر بیٹھ گئے تو وہ بچہ نیچے بیٹھنے لگا' نبی علیہ السلام نے اسے اشارہ کر کے فرمایا' کہ تم آج زمین پر نہیں بیٹھو گے بلکہ میرے ساتھ منبر پر بیٹھو گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس بچے کو اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص یتیم کی کفالت کرے گا اور محبت وشفقت کی وجہ سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے گا اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں اتنی نیکیاں لکھ دے گا۔ سبحان اللہ!

لختِ جگر ہو تو ایسی ہو......

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ گھر میں موجود تھے۔ سیدہ فاطمہؓ تشریف لائیں' آقا ﷺ نے آپ سے پوچھا کہ کیسے آئیں' آپ نے اپنے دوپٹے کا ایک پلو کھولا' اس کے اندر آدھی روٹی تھی' آپ نے وہ روٹی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور کہا کہ ابا جان! میں آپ کیلئے اپنی طرف سے تحفہ لائی ہوں' پوچھا' فاطمہ کیا بات بنی؟ عرض کیا' اے اللہ کے نبی ﷺ ہم کئی دنوں سے بھوکے تھے۔ حضرت علیؓ نے کچھ کام کیا' اور آٹا لے کر آئے' میں نے روٹیاں پکائیں

اور ایک حسنؓ نے کھائی اور ایک حسینؓ نے کھائی اور ایک علیؓ نے کھائی' ایک روٹی سائل کو دے دی' اور ایک میرے لیے بچی تھی' ابا جان! جب میں روٹی کھا رہی تھی تو دل میں خیال آیا' فاطمہؓ! تم بیٹھی روٹی کھا رہی ہو' پتہ نہیں کہ تمہارے ابا حضورﷺ کو کچھ کھانے کو ملا یا نہیں ملا' اس لیے میں نے بقیہ! آدھی روٹی کپڑے میں لپیٹی اور آپ کی خدمت میں لے آئی ہوں' ابا حضور! میں آپ کو یہ ہدیہ پیش کر رہی ہوں' اس کو قبول فرما لیجئے' نبی اکرمﷺ نے فرمایا' فاطمہؓ! مجھے قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' آج تین دن گزر گئے تیرے باپ کے پیٹ میں کھانے کا کوئی لقمہ نہیں گیا۔

باپ کا بیٹی سے سلوک

ہمارے ایک پروفیسر ہمیں انجینئرنگ کا ایک مضمون پڑھا رہے تھے' کہنے لگے کہ میں نے جرمنی سے ایک کورس کیا' جس آفس میں کام کرتا تھا' اس آفس میں میرے ساتھ والے کاؤنٹر پر ایک لڑکی بیٹھی تھی' ایک دن وہ دیر سے آفس میں پہنچی' میں نے دیکھا کہ پریشان سی لگ رہی ہے' میں نے اس سے پوچھا' کیا کوئی مشکل درپیش ہے' وہ کہنے لگی کہ میں اپنے والد کے مکان میں رہتی تھی' میرے والد مجھ سے بہت زیادہ کرایہ وصول کرتے تھے' کچھ دنوں سے کسی آدمی نے ان کو زیادہ کرایہ Offer کر دیا تھا' وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ یا تو تم بھی کرایہ بڑھاؤ یا پھر میں دوسرے آدمی کے ساتھ معاملہ کر لوں گا' میں نے کہا کہ میری سالانہ ترقی آنے والی ہے' اس کے بعد میں زیادہ دینا شروع کر دوں گی مگر وہ دو روز پہلے آئے اور کہنے لگے کہ میں نے اس آدمی سے بات چیت کر لی ہے' لہٰذا تم اپنے لیے جگہ کا بندوبست کر لو' مجھے نئے مکان کا بندوبست کر کے اپنا سامان شفٹ کرنا پڑا' جس کی وجہ سے آج تھکی ہوئی اور پریشان حالت میں دفتر پہنچی ہوں یہ ہے ان کا منفی پہلو۔ (خطبات ذوالفقار: ۵/۹۶)

بھوکوں' بیماروں کی خدمت کی عظمت

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو کھڑا کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا وہ حیران ہو جائے گا' کہ یا اللہ تیری شان بڑی ہے آپ بھوک پیاس سے منزہ مبرا ہیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اے میرے بندے تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی' وہ بندہ حیران ہو کر رہ جائے گا' حیران ہو کر عرض

کرے گا' یا اللہ یہ کیسی بات ہے کہ آپ بھوکے پیاسے تھے میں نے کھانا نہیں کھلایا' آپ بیمار تھے میں نے بیمار پرسی نہیں کی' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دنیا میں فلاں موقع پر تیرا پڑوسی بھوکا اور پیاسا تھا تو اسے کھانا کھلاتا یہ ایسا ہی ہوتا جیسے تو نے مجھے کھانا کھلا دیا' اگر بیمار کی عیادت کرتا ایسا ہی تھا جیسے تو نے میری عیادت کی' انسان کو اس وقت احساس ہوگا' دوسرے انسانوں کی غمگساری پر کیا ثواب ہوتا ہے' آج اچھا پڑوسی بن جانا بھی قسمت والے کو نصیب ہوتا ہے آج تو لڑائی ہی پڑوسیوں سے ہوتی ہے۔ حالانکہ پڑوسی کے حق کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل میرے پاس اتنی بار آئے کہ مجھے شک ہوا کہ مرنے کے بعد پڑوسی کو وارث میں شامل کرلیا جائے گا' لیکن ہمارا جھگڑا اچھا ہی پڑوسیوں کے ساتھ ہے' بچوں کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں الجھ پڑتے ہیں' تھوڑی دیر میں رشتے ناطے ختم کر کے رکھ دیتے ہیں' حالانکہ بات کو اگر سلجھانا چاہے تو سلجھ بھی جاتا ہے۔ (واقعات فقیر ۱:۴۲۳)

مکھی پر شفقت بھی موجبِ رحمت

ایک محدث فوت ہونے کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئے' اس نے پوچھا حضرت! آگے کیا بنا؟ فرمانے لگے کہ ایک عمل کو میں چھوٹا سمجھتا تھا مگر پروردگار کے ہاں قبول ہوگیا اور میری بخشش ہوگئی' اس نے پوچھا' حضرت! وہ کون سا عمل تھا؟ فرمایا' ایک مرتبہ میں احادیث کی کتابت کر رہا تھا' میں نے اپنا قلم دوات میں ڈبو کر نکالا' اس کے اوپر سیاہی لگی ہوئی تھی' ایک مکھی آئی اور اس سیاہی کے اوپر بیٹھ گئی' میں نے سوچا کہ یہ پیاسی ہوگی' چلو میں تھوڑی دیر کے لئے قلم روک لیتا ہوں' چنانچہ میں نے ایک لمحے کیلئے قلم وہیں روک لیا کہ مکھی سیاہی چوس لے اس کے بعد وہ مکھی اڑ گئی اور میں نے لکھنا شروع کر دیا' میں تو اس عمل کو بھول گیا تھا مگر نامۂ اعمال میں موجود تھا' پروردگار نے فرمایا کہ تم نے مکھی کی پیاس کا خیال رکھا آج میں تیری پیاس کا خیال رکھتے ہوئے تجھے جہنم سے بری کر دیتا ہوں۔ سبحان اللہ (خطبات ذوالفقار ۱۰۹:۴)

صدق و امانت سے کیا شرف ملا۔۔۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شادی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی یہ وہ خاتون تھیں جن کو اللہ رب العزت نے بڑا شرف عطا فرمایا تھا' جب نکاح ہونا تھا تو انہوں نے تجارت کیلئے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجارت پر گئے' انہوں نے اپنے غلام

میسرہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھیجا کہ پتہ کرو کہ حالات سفر کیسے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوگنا دو منافع عطا فرمایا' میسرہ نے آ کر بڑی اچھی باتیں سنائیں۔ خدیجۃ الکبریٰؓ کا دل بہت خوش ہوا کہ جس انسان کی امانت اور صداقت اتنی اچھی ہے وہ زندگی کا اچھا ساتھی بن سکتا ہے' چنانچہ آپؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرے رشتے کیلئے آنا چاہتے ہیں تو میرے بھائی عمرو یا میرے والد سے بات کیجئے' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے ان کی بات کہی اور بالآخر ان کا نکاح ہوا' نکاح میں بیس اونٹ مہر رکھے گئے اور دو اونٹوں کو ولیمہ کے لیے ذبح کیا گیا تھا۔

یہ وہ خاتون تھیں کہ جن کو اللہ رب العزت نے بڑا اعزاز بخشا کہ جب اللہ کا قرآن نازل ہوا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے سنا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنی زوجہ محترمہ کو یہ بات سنائی' چنانچہ نبوت کی زبان سے سب سے پہلے قرآن سننے کا شرف ایک عورت کو حاصل ہوا' اس امت کے مردوں پر عورتوں میں سے اس عورت کو یہ فضیلت حاصل ہے۔ جس کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے سب سے پہلے قرآن سننے کا شرف حاصل ہوا ہے' اور اس امت میں سے اس عورت کو اعزاز حاصل ہوا کہ اس نے اپنی آنکھوں سے محمد بن عبداللہ کو محمد رسول اللہ بنتے ہوئے سب سے پہلے دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وجہ سے غمزدہ ہوتے اور فرماتے "خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ" کہ جب فرشتہ آتا ہے تو مجھے اپنی جان کا خوف ہوتا ہے' آپؓ فرماتی تھیں کلا ہرگز نہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں فرمائیں گے' اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کریں گے' چنانچہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیاں دیتی تھیں ہجرت سے تین سال پہلے ۶۵ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ (خطبات ذوالفقار ۹ / ۱۶۷ - ۱۷۰)

اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام جمیل کو دامن اسلام میں

دیکھیے کہ ام جمیل ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوڑا کرکٹ ڈالتی تھی۔ وہ بیمار ہوگئی۔ اس کی بیٹی اس کی تیمارداری کرتی۔ ان کے گھر میں کوئی مرد نہیں تھا۔ ان کا حال پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ ماں اور بیٹی زندگی کا تکلیف دہ وقت گزار رہی تھیں۔ قریب کے لوگوں کے پاس فرصت ہی نہیں تھی کہ ان غریبوں کے کھانے یا دوائی کے بارے میں پوچھ لیتے۔ اس کسمپرسی کے عالم میں کئی دن گزر گئے۔

ایک مرتبہ بیٹی اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی کچھ باتیں کر رہی تھی۔ مگر ماں نقاہت کی وجہ سے جواب بھی نہیں دے پاتی تھی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ ماں نے کہا' بیٹی! جاؤ دیکھو کون ہے؟ بیٹی دروازے پر آئی اور دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو باہر حضور ﷺ ابوبکر اور عمر کے ہمراہ کھڑے تھے۔ وہ دیکھ کر بڑی حیران ہوئی۔ وہ بھاگ کر ماں کے پاس گئی اور کہا کہ جن کے اوپر تو کوڑا کرکٹ پھینکتی تھی آج وہ بدلہ لینے کیلئے اپنے دوستوں کو لے کر آ گئے ہیں۔ ہمارے پلے تو کچھ نہیں ہے۔ وہ تو ہمیں گلا گھونٹ کر جان سے مار دیں گے۔ اس بیمار بڑھیا کے دل پر بہت پریشانی گزری۔ چنانچہ کہنے لگی' اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟ پوچھو وہ ہمیں کیا کہتے ہیں۔ ہم رحم کی اپیل کر لیں گے۔ بہرحال' ان کو آنے دو۔ ہم معافی طلب کر لیں گے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ اندر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ام جمیل پریشان حال ہو کر بستر پر بیٹھی ہے۔ نگاہیں نیچی ہیں۔ پوچھتی ہے۔ اے محمد ﷺ آج آپ نے یہاں کیسے قدم رنجہ فرمایا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ کئی دنوں سے تو نے میرے اوپر کوڑا کرکٹ نہیں ڈالا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ جو عورت آپ پر کوڑا کرکٹ ڈالتی تھی وہ اب بیمار ہو چکی ہے لہٰذا میں تیری بیمار پرسی کیلئے تیرے پاس چل کر آیا ہوں۔

اب بتائیے کہ اس عورت کے دل میں کیا ہی محبت پیدا ہوئی ہوگی کہ وہ کوڑا کرکٹ ڈالنے والی عورت عین اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔

تین سو آدمیوں کا قبول اسلام

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک اعرابی مسجد میں آ کر بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کو رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس نے مسجد کے صحن میں ہی ایک طرف جا کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ کرامؓ نے دیکھا تو انہوں نے منع کیا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے دیکھا تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ جو یہ کر رہا ہے تم اسے اس حال میں مت روکو۔ چنانچہ جب وہ فارغ ہو کر آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ عظمتوں والے ہیں اور عظمتوں والے اللہ پاک کے گھر کو بھی پاکیزہ رکھنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے اتنے پیار سے اسے سمجھایا کہ وہ بڑا متاثر ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کہنے لگا کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کو پہننے کیلئے ایک لباس

بھی ہدیہ کے طور پر دیا اور جب وہ پیدل جانے لگا تو اللہ کے محبوب ﷺ نے اپنی سواری بھی اس کو ہدیہ کے طور پر دے دی۔ اس نے لباس زیب تن کیا اور سواری پر سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب وہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے قریب ہونے لگا تو آبادی کے باہر سے ہی پکارنے لگا۔ او میرے بھائی' او میرے ماموں' او میرے چچا۔ ذرا میری بات سننا۔ لوگ بھاگ کر اکٹھے ہو گئے کہ کیا بات ہے۔ پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا؟ کہنے لگا' میں نے ایک ایسے معلم کو دیکھا جو یقیناً ایک بڑی شفیق اور با اخلاق ہستی ہیں۔ میں نے اتنا بڑا جرم کیا کہ اللہ کے گھر میں گندگی پھیلا دی۔ مگر انہوں نے مجھے ڈانٹا نہیں۔ مارا نہیں' گالی نہیں دی' انہوں نے مجھ سے سختی نہیں کی۔ بلکہ مجھے پیار سے سمجھا دیا اور پھر مجھے آتے ہوئے یہ ہدیہ اور تحفے دیئے۔ سب لوگ کہنے لگے کہ اچھا ہم بھی جا کر انہیں دیکھیں گے۔ چنانچہ اس قبیلے کے تین سو آدمی اس کے ساتھ آئے اور اسلام کے دامن میں داخل ہوئے۔ سبحان اللہ

مفتی لطف اللہ کے کردار میں تاثیر

حضرت مفتی لطف اللہ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ایک مرتبہ اپنی مستورات کو لے کر کسی شادی میں شمولیت کیلئے جانا تھا۔ ایک سواری بنالی جس کے اوپر گھر کی ساری عورتیں بیٹھ گئیں' بچے بھی بیٹھ گئے۔ مرد صرف آپ ہی ساتھ تھے۔ آپ ان کو لے کر شادی میں شریک ہونے کیلئے دوسری جگہ جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک جگہ ویرانہ آیا۔ وہاں کچھ ڈاکو چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ کوئی سواری آ رہی ہے جس پر بہت ساری پردہ دار خواتین ہیں اور صرف ایک مرد ہے تو وہ باہر نکل آئے۔ سواری کو گھیر لیا۔ کہنے لگے کہ ہم مال لوٹیں گے اور عزتیں بھی خراب کریں گے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے' آپ یہ سارے کا سارا مال لے جائیں مگر ان پردہ دار خواتین کے سروں پر سے چادریں نہ کھینچئے۔ آپ کو ان کے کانوں سے زیور کھینچنے کی ضرورت نہیں۔ ہم خود ہی اتار کر سارے کا سارا زیور آپ کو دے دیتے ہیں۔ ڈاکو کہنے لگے' بہت اچھا۔ آپ نے گھر کی مستورات سے فرمایا کہ سب زیورات اتار کر دے دو۔ وہ نیک عورتیں تھیں۔ انہوں نے سب چوڑیاں' سب انگوٹھیاں وغیرہ اتار کر ایک رومال میں رکھ دیں۔ آپ نے اس کو گٹھڑی میں باندھ کر

ڈاکوؤں کے سردار کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ ہمارے پاس جتنا زیور تھا وہ ہم نے آپ کو دے دیا ہے۔ آپ ہماری پردہ دار خواتین کی ناموس کو دھبہ نہ لگائیں اور اب ہماری جان بخشی کر دیں۔ ڈاکوؤں نے جب دیکھا کہ مال کی گٹھڑی خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے باندھ کر دے دی ہے تو کہنے لگے بہت اچھا اب آپ جائیے۔

جب آپ تھوڑا سا آگے بڑھے تو گھر کی عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ اوہو! میری ایک انگلی میں سونے کا بنا ہوا ایک چھوٹا سا چھلہ (Ring) رہ گیا ہے۔ میرا دھیان ہی نہیں گیا۔ میں نے تو وہ دیا نہیں۔ آپ نے سنا تو سواری کو روک دیا اور اسے کہا کہ وہ بھی اتار کر دے دو کیونکہ میں نے کہا تھا کہ ہم تمہیں سارے زیورات دیں گے۔ اب یہ مناسب نہیں کہ ہم یہ چھلہ واپس لے جائیں۔ چنانچہ آپ نے وہ چھلہ لیا اور ڈاکوؤں کے پیچھے بھاگنے لگے۔ جب ڈاکوؤں نے دیکھا کہ کوئی پیچھے بھاگتا ہوا آ رہا ہے تو پہلے تو وہ گھبرائے اور پھر انہوں نے کہا کوئی بات نہیں۔ یہ تو اپنے ہاتھ سے پوری گٹھڑی باندھ کر دے چکا ہے۔ اب یہ ہمارا کیا کرے گا۔ چنانچہ وہ وہیں کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ آپ ان کی منت کر کے فرمانے لگے کہ میں نے آپ سے تو وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنے سب زیورات آپ کو دے دیں گے' مگر یہ ایک چھوٹا سا چھلہ ہماری ایک بچی نے پہنا ہوا تھا اس کی طرف دھیان ہی نہ گیا اور یہ ہمارے ساتھ جا رہا تھا۔ میں یہ لے کر آیا ہوں تاکہ یہ بھی آپ لوگوں کے حوالے کر دوں۔

ڈاکوؤں کے سردار نے جب یہ سنا تو اس کے جسم کے اندر ایک ایسی لہر دوڑی کہ اسے پسینہ آ گیا اور کہنے لگا' اوہو! یہ اتنا نیک اور دیانتدار بندہ ہے۔ یہ تو اتنی چھوٹی سی بات کا اتنا لحاظ رکھتا ہے اور میں نے بھی اپنے پروردگار کا کلمہ پڑھا ہے مگر میں اپنے پروردگار کے کلمے کی لاج نہیں رکھتا۔ چنانچہ اسی وقت کہنے لگا۔ حضرت میری زندگی برائی کرنے اور لوگوں کی عزتیں لوٹنے میں گزر گئی ہے اور میں نے لوگوں کا مال بھی چھینا ہے۔ میں بہت گنہگار ہوں۔ مجھے آپ بھی معاف کر دیں اور مجھے توبہ کا طریقہ بھی بتا دیں تاکہ میرا پروردگار بھی مجھے معاف کر دے۔

ایثار و ہمدردی میں جان کی قربانی

اسلام اپنی تاریخ میں ایثار و محبت کے ایسے ایسے واقعات پیش کر سکتا ہے جن کے بارے میں آج کی دنیا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ کیا جنگ یرموک کا واقعہ یاد نہیں ہے کہ ایک صاحب شہید ہونے والے ہیں' تڑپ رہے ہیں' العطش العطش ' (پیاس پیاس) پکار رہے ہیں' ان کا چچازاد بھائی پانی لے کر جاتا ہے' دوسری طرف سے آواز آتی ہے' وہ اپنے ہونٹ کو بند کر لیتا ہے اور اشارہ کرتا ہے کہ میری بجائے میرے بھائی کو پانی دیا جائے' ادھر جاتے ہیں تو تیسری طرف سے آواز آتی ہے' وہ بھی ہونٹ بند کر لیتے ہیں اور تیسری طرف بھیج دیتے ہیں' جب تیسری جگہ جاتے ہیں تو وہ آدمی فوت ہو جاتا ہے' فوراً لوٹ کر دوسرے کے پاس آتے ہیں وہ بھی فوت ہو چکے ہوتے ہیں' پھر جب لوٹ کر پہلے کے پاس آتے ہیں تو دیکھا کہ وہ بھی فوت ہو چکے ہیں' یوں اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینے کی تعلیمات اسلام نے دی ہیں' پوری دنیا اپنی ٹیکنالوجی کے باوجود یہ مثالیں کبھی بھی پیش نہیں کر سکتی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگی کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق گزاریں تاکہ کفر کی دنیا کے سامنے اسلام کی حقیقتیں کھل سکیں' اسلام کی حقانیت ان کے سامنے آ جائے اور وہ سارے کے سارے اسلام کے دامن میں داخل ہو جائیں' آج مسلمانوں کی بے عملی کی وجہ سے کفار اسلام میں داخل ہونے سے گھبراتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار ۱۰۲/۵)

راست بازی کا کرشمہ

حضرت عمر فاروقؓ کا واقعہ ہے کہ ایران کا ایک شہزادہ جو مسلمانوں کے ساتھ بہت زیادہ جنگ کرتا تھا اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا تھا۔ وہ ایک مرتبہ گرفتار ہو کر حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا۔ جب آپ نے جلاد کو بلا لیا' اس وقت شہزادہ بھی سامنے کھڑا تھا۔ تو آپ نے شہزادہ سے پوچھا کہ تمہاری کوئی آخری خواہش ہے؟ کیونکہ عام طور پر جس پر یہ حد جاری کی جاتی ہے' اس سے پوچھا جاتا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے پانی پینے کی تمنا ہو رہی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اس کو پانی کا پیالہ دے دو۔ چنانچہ پانی کا پیالہ جب اسے دیا گیا تو وہ شہزادہ پی نہیں رہا تھا' اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ آپؓ نے فرمایا کہ تو پانی کیوں نہیں پیتا۔ وہ کہنے لگا' مجھے اس جلاد کی تلوار کا خوف ہے کہ کہیں میں پانی پینے لگوں اور یہ تلوار کا وار کر کے

میری گردن اڑا دے۔ حضرتؓ نے فرمایا' تم مطمئن رہو کہ جب تک تم پانی نہیں پی لو گے تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ تو اس شہزادے نے چالاکی یہ کی کہ اس نے پانی کا پیالہ زمین پر گرا دیا۔ پانی زمین میں جذب ہو گیا۔ وہ کہنے لگا کہ اے مسلمانوں کے امیر المؤمنین! اپنے وعدہ پر پکے رہیے کیونکہ میں نے پانی نہیں پیا۔ اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ اب حضرت عمرؓ کے سامنے یہ ایسا موقع تھا کہ ایک طرف تو اتنا بڑا دشمن اسلام کھڑا ہے اور دوسری طرف زبان کا قول ہے۔ عقل کہتی ہے کہ تم اس کی بات کو نہ سنو اور اس کی گردن اڑا دو کیونکہ یہ اسلام کو نقصان دینے والا بندہ ہے۔ حضرت عمرؓ کی سچی پکی زندگی تھی۔ آپؓ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کہا کہ میں نے قول دے دیا تھا لہٰذا چونکہ وہ پانی تم نے نہیں پیا' ہم تمہیں قتل نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں تمہارے قتل کا حکم واپس لیتا ہوں۔ جب آپ نے قتل کا حکم واپس لے لیا' تو مسلمان بڑے حیران ہوئے کہ یہ شہزادہ اپنی چالاکی کی وجہ سے پھر بچ نکلا۔ لیکن حیرانی اس بات پر ہوئی کہ جب اسے معافی کا حکم نامہ سنایا تو وہ کہنے لگا' امیر المومنین! میں نے یہ حرکت اس لئے کی تھی کہ اگر جلاد کو دیکھ کر میں کلمہ پڑھ لیتا تو دنیا کہتی کہ شہزادہ تھا موت کے ڈر کی وجہ سے مسلمان ہو گیا۔ میں نے ایک حیلہ اختیار کیا جس سے کہ اب میری جان بچ گئی۔ آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ اب میں آزاد ہوں۔ اپنے دل سے کہتا ہوں کہ جس دین کے اندر سچ کا اتنا احترام ہے میں بھی اس دین کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ شہزادہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی معاملات میں اس سے مشورہ کرتے تھے۔ وہ اسلام کا دشمن پھر اسلام کا بہت بڑا جرنیل بن کر زندگی گزارنے والا بن گیا۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ عقل کہتی ہے کہ جھوٹ بولنا آسان راستہ ہے' جان چھوٹ جائے گی' ہرگز نہیں۔ ہم سچ بولیں گے۔ سچ ہمیشہ آسان راستہ ہوتا ہے اور سچ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے۔

مسلمان ہار گئے!...... اسلام جیت گیا

کاندھلہ میں ایک مرتبہ ایک زمین کا ٹکڑا تھا۔ اس پر جھگڑا اچل پڑا۔ مسلمان کہتے تھے۔ ہمارا ہے۔ ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے۔ چنانچہ یہ مقدمہ بن گیا۔ انگریز کی عدالت میں پہنچا۔ جب مقدمہ آگے بڑھا تو مسلمان نے اعلان کر دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا اگر مجھے ملا تو میں مسجد بناؤں گا۔ ہندوؤں نے جب یہ سنا تو انہوں نے ضد میں کہہ دیا کہ یہ ٹکڑا اگر ہمیں ملا تو ہم اس پہ

مندر بنائیں گے۔ اب بات تو دو انسانوں کی انفرادی تھی۔ لیکن اس میں رنگ اجتماعی بن گیا۔ حتیٰ کہ ادھر مسلمان جمع ہو گئے ادھر ہندو اکٹھا ہو گئے اور مقدمہ ایک خاص نوعیت کا بن گیا۔ اب سارے شہر میں قتل و غارت ہو سکتی تھی۔ خون خرابا ہو سکتا تھا۔ تو لوگ بھی حیران تھے کہ نتیجہ کیا نکلے گا؟ انگریز جج تھا وہ بھی پریشان تھا کہ اس میں کوئی صلح صفائی کا پہلو نکالے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ آگ اگر جل گئی تو اس کا بجھانا مشکل ہو جائے۔ جج نے مقدمہ سننے کی بجائے ایک تجویز پیش کی کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ آپ لوگ بات چیت کے ذریعہ مسائل کا حل نکالیں۔ تو ہندوؤں نے ایک تجویز پیش کی کہ ہم آپ کو ایک مسلمان عالم کا نام تنہائی میں بتائیں گے آپ اگلی پیشی پر ان کو بلا لیجیے اور ان سے پوچھ لیجیے اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین ہے تو ان کو دے دیجیے اور اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین نہیں' ہندوؤں کی ہے تو ہمیں دے دیجیے۔ جب جج نے دونوں فریقوں سے پوچھا تو دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے۔ مسلمانوں کے دل میں یہ تھا کہ مسلمان ہو گا جو بھی ہوا تو وہ مسجد بنانے کیلئے بات کرے گا۔ چنانچہ انگریز نے فیصلہ دے دیا اور مہینہ یا چند دنوں کی تاریخ دے دی کہ بھئی اس دن آنا اور میں اس بڈھے کو بھی بلواؤں گا۔ اب جب مسلمان باہر نکلے تو بڑی خوشیاں منا رہے تھے' سب کو در رہے تھے' نعرے لگا رہے تھے۔ ہندوؤں نے پوچھا' اپنے لوگوں سے کہ تم نے کیا کہا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک مسلمان عالم کو حکم بنالیا ہے۔ وہ اگلی پیشی میں جو کہے گا اسی پر فیصلہ ہو گا۔ اب ہندوؤں کے دل مرجھا گئے اور مسلمان خوشیوں سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ لیکن انتظار میں تھے کہ اگلی پیشی میں کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ ہندوؤں نے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بتایا جو کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ اور اللہ نے ان کو سچی زندگی عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ جب ہندوؤں نے ان کا نام لیا تو انگریز نے اگلی پیشی کے موقع پر ان کو بھی بلوا لیا۔ چنانچہ جب انگریز نے پوچھا کہ بتایئے مفتی صاحب' یہ زمین کا ٹکڑا کس کی ملکیت ہے۔ ان کو چونکہ حقیقت حال کا پتہ تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا تو ہندوؤں کا ہے۔ اب جب انہوں نے یہ کہا کہ یہ ہندو کا ہے تو انگریز نے اگلی بات پوچھی کہ کیا اب ہندو لوگ اس کے اوپر مندر تعمیر کر سکتے ہیں؟ مفتی صاحب نے فرمایا' جب ملکیت ان کی ہے تو وہ چاہے گھر بنائیں یا مندر تعمیر کریں۔ یہ ان کا اختیار ہے۔ چنانچہ فیصلہ دے دیا گیا کہ یہ زمین

ہندوؤں کی ہے۔ مگر انگریز نے فیصلہ میں ایک عجیب بات لکھی' فیصلہ کرنے کے بعد لکھا کہ " آج اس مقدمے میں مسلمان ہار گئے' مگر اسلام جیت گیا" جب انگریز نے یہ بات کہی تو اس وقت ہندوؤں نے کہا کہ آپ نے تو فیصلہ دے دیا۔ ہماری بات بھی سن لیجئے۔ ہم اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور آج یہ اعلان کرتے ہیں کہ اب ہم اپنے ہاتھوں سے یہاں مسجد بنائیں گے۔ تو عقل کہہ رہی تھی کہ جھوٹ بولو مسجد بنے گی مگر مفتی صاحب نے سچ بولا اور سچ کا بول بالا ہوا۔

میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں

ایک مرتبہ یہ عاجز کسی ائر پورٹ پر فلائٹ کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ ایک نوجوان سامنے سے گزرا۔ وہ شراب پی رہا تھا۔ ایک مرتبہ تو وہ سامنے سے گزر گیا۔ تھوڑی سی دور جا کر وہ پھر لوٹا اور آ کر مجھے ہیلو ہائے کرنے کے بعد کہنے لگا'

(میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں) I want to be the you جب میں نے اسے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل بھی ہے تو میں یہ سمجھا کہ اس کو یہ پگڑی اور لباس اچھا لگا ہوگا۔ ہم سے جب باہر ملک میں لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ نے یہ لباس کیوں پہنا ہوا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ "کیوٹ" لباس ہے۔ ان کافروں کو ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ سنت ہے کیونکہ کیا پتہ کہ وہ آگے سے کیا بکواس کر دیں۔ اور کیوٹ والا ایسا لفظ ہے کہ جب ہم ان کو جواب میں یہ کہتے ہیں تو وہ آگے بول ہی نہیں سکتے۔ خیر جب اس نے کہا کہ میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں تو میں نے اس سے کہا'

Do you like turban and this white dress?

(کیا آپ یہ پگڑی اور سفید لباس پسند کرتے ہیں؟) وہ کہنے لگا'

No, I want to be like you because I am seeing some ligt on your face.

(نہیں میں آپ کی طرح اس لیے بننا چاہتا ہوں کہ مجھے آپ کے چہرے پر نور نظر آیا ہے)

جب اس نے یہ الفاظ کہے تو مجھے فوراً احساس ہوا کہ کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا'

O brother!then you can be batter the me

(اے بھائی! آپ مجھ سے بھی بہترین بن سکتے ہیں)(وہ کہنے لگا)

(کیا سچ مچ ایسا ہی ہے؟) وہ کہنے لگا'

(ٹھیک ہے میں ابھی آ رہا ہوں) Ok, I am just Comming

وہ یہ کہہ کر سامنے واش روم میں چلا گیا۔ اس نے میرے دیکھتے ہی شراب کی بوتل پھینکی اور واش بیسن پر کلی کر کے چہرہ دھویا۔ وہ تازہ دم ہو کر دوبارہ میرے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ کہنے لگا Let me to introduce my self?

(کیا میں آپ کو اپنا تعارف کراؤں؟) میں نے کہا' جی ہاں کرائیں۔

اب اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میرا یہ نام ہے اور میں نے ٹوکیو (جاپان) کی یونیورسٹی سے ایم ایس سی کمپیوٹر سائنسز کیا ہوا ہے اور میں اس وقت فلاں بڑی کمپنی کے اندر منیجر ہوں۔ اس نے پھر وہی بات دوہرائی کہ (میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں)

I want to be like you .. میں نے بھی کہا' you can be better than me. (آپ تو مجھ سے بھی بہترین بن سکتے ہیں) وہ کہنے لگا یہ کیسے ممکن ہے جبکہ میں نوجوان ہوں۔ میں نے کہا' تو کیا ہوا نوجوان ہی تو بن سکتے ہیں۔

وہ کہنے لگا نہیں' میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ میری Personality (شخصیت) کو دیکھ رہے ہیں کہ میں کتنا خوبصورت ہوں' میرا Status (عہدہ) اور Pay (تنخواہ) بھی آپ کے سامنے ہے مجھے اس ملک میں ہر دن کہیں نہ کہیں سے گناہ کی دعوت ملتی ہے اور میں ان کا مہمان ہوتا ہوں۔ آج ادھر عیاشی کر رہا ہوتا ہوں تو کل ادھر' میرے گاہک نت نئے ہوتے ہیں' جب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا تو مجھے بتائیں کہ میں گناہ سے کیسے بچ سکتا ہوں۔ میں نے کہا بھئی! اگر آپ کیلئے گناہوں سے بچنا مشکل ہے تو اللہ تعالیٰ کیلئے تو آپ کو گناہوں سے بچا دینا آسان ہے۔

وہ کہنے لگا' ہاں یہ تو ہے..... میں نے کہا' ہم نے گناہوں سے بچنے کیلئے اپنے بڑوں سے ایک نسخہ سیکھا ہوا ہے' میں آپ کو وہ سکھا دیتا ہوں پھر اس کی برکت خود دیکھنا۔

وہ کہنے لگا' جی بتائیں ..... میں نے اسی جگہ پر بیٹھے ہوئے؟ اس آدمی کو بیعت کے کلمات پڑھائے اور اس کو مراقبہ کرنے کا طریقہ بتایا۔ اس نے کہیں اور جانا تھا اور میں نے کہیں اور۔ البتہ ہم نے ایڈریس اکسچینج کر لیا۔

اللہ کی شان کہ تین ماہ کے بعد اس نوجوان نے انگلش میں خط لکھا۔ اس خط کو میں نے Preseve (محفوظ) کیا ہوا ہے۔ اس نے اس خط میں دو باتیں لکھیں:

☆ پہلی بات یہ لکھی کہ "میں پانچ وقت کی نماز تو پڑھتا ہی ہوں' کبھی کبھی مجھے تہجد کی نماز بھی مل جاتی ہے۔

☆ دوسری بات یہ لکھی کہ اس بات پہ حیران ہوں کہ میں گناہوں کے سمندر میں رہتے ہوئے گناہوں سے بچا ہوا کیسے ہوں؟ میں نے اس کو جواب میں لکھا کہ ہمارے بڑوں کی دعائیں ہمارے گرد پہرہ دیا کرتی ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۳۸ تا ۱۰/۱۴۱)

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

+ + + + + + + + + + +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موت وقبر اور میدان حشر

ازافادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر ۲۲۳ سنت پورہ فیصل آباد

محشر کے ہولناک مناظر اور اولاد آدم علیہ السلام کی نفسا نفسی

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سورج دس گناہ زیادہ تیز ہوگا' اور ہر آدمی کو یوں محسوس ہوگا کہ سورج زمین سے چند گز کے فاصلے پر ہے' دھوپ کی سختی کی وجہ سے لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے۔ سات قسم کے آدمیوں کو عرش کا سایہ نصیب ہوگا' نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کہ مخلوق دھوپ اور پیاس کی وجہ سے تڑپ رہی ہوگی' کوئی پرسان حال نہیں ہوگا' اس حالت میں کئی ہزار سال گزر جائیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں درخواست

بالآخر لوگ پریشان ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہونگے اور کہیں گے" "یا ابانا قدم معنا" "اے ہمارے ابا جان آپ ہمارے ساتھ آگے قدم بڑھایئے اور اللہ کے حضور عرض کیجئے کہ اے اللہ اس سختی کو برداشت کرنا مشکل ہے' آپ ہم سے حساب لے لیجئے تاکہ ہم نے جہاں جانا ہے وہاں جلدی پہنچ جائیں' یہ تنگی ہماری برداشت سے باہر ہے مگر حضرت آدم علیہ السلام اس وقت یہ کہتے ہوئے انکار فرما دیں گے کہ نہیں میں نے بھول کی وجہ سے ایک دانہ کھا لیا تھا' اور اس دانہ کے کھانے پر تین سو سال تک رو رو کر معافی مانگتا رہا' حدیث پاک میں آیا ہے کہ پورے انسانوں کے جتنے آنسو ہیں وہ سارے کے سارے دسواں حصہ ہیں اور نو حصے آنسو حضرت آدم علیہ السلام کے ان تین سو سالوں میں نکلے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا' اتنا روئے اور معافی مانگنے کے بعد اور توبہ قبول ہو جانے کے بعد بالآخر انہوں نے بیت اللہ شریف بنایا' اور تیس حج پیدل چل کر کیے مگر قیامت کے دن وہ پھر بھی فرمائیں گے نہیں مجھے اللہ رب العزت کے سامنے جانے میں شرمندگی محسوس ہو رہی ہے' غور کیجئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا بھی فیصلہ آچکا ہے لیکن بندہ اپنے کیے پر پشیمان ہوتا ہے' جب قیامت کے دن ہمارے جدامجد کا یہ حال ہوگا تو ہم لوگ جب اپنے گناہوں کو لے کر جائیں گے اور بغیر توبہ کے مرجائیں گے تو ہمارے لیے قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے کھڑا ہونا کتنا مشکل ہوگا' اسی لیے قرآن مجید میں

آتا ہے...... ﴿ولو تری اذالمجرمون ناکسوا رء وسھم عند ربھم﴾ کہ اگر آپ اس منظر کو دیکھیں جس دن مجرم اللہ کے سامنے کھڑے ہونگے تو شرم کی وجہ سے ان کے سر جھکے ہوئے ہونگے۔ جب قیامت کے دن اتنی شرم محسوس ہوگی تو بہتر ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے آج ہی توبہ کرلیں۔ (خطبات ذوالفقار، ص ۸۸ تا ۹۰ ج ۶)

حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں درخواست:

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کو کہیں گے کہ آپ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جائیں لہٰذا ساری مخلوق حضرت نوح علیہ السلام کی تلاش میں لگ جائے گی' جب حضرت نوح علیہ السلام ملیں گے تو مخلوق عرض کرے گی' اے آدم ثانی! آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کر دیجیے اور ہمیں اللہ کے سامنے پیش کر دیجئے' حضرت نوح علیہ السلام ان کو فرمائیں گے کہ نہیں میں نے اپنے بیٹے کیلئے ایک دعا کر دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ﴿انی اعیذبك ان تکون من الجاھلین﴾ اے نوح! ایسی دعا نہ کیجئے کہ کہیں آپ کو مرتبہ نبوت سے اتار نہ دیا جائے' اس لیے مجھے تو اس فرمان سے ڈر لگتا ہے کہ میں وہ دعا ہی کیوں کر بیٹھا' میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور فوراً معافی مانگی تھی لہٰذا میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش نہیں ہوسکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام عبدالغفار تھا مگر وہ اس دعا کے مانگنے کے بعد اتنا روئے کہ ان کا نام نوح پڑ گیا' نوح کا مطلب ہے نوحہ کرنے والا یعنی رونے والا' اتنا رونے کے باوجود قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے جانے سے جب ان کو بھی اتنا ڈر لگے گا تو سوچنا چاہیے کہ ہم تو اپنے گناہوں پر روتے بھی نہیں بلکہ جب گناہ کرتے ہیں تو خوشی خوشی دوسروں کو بتاتے ہیں میں نے فلاں گناہ کیا ہے' سوچیں تو سہی کہ قیامت کے دن ہم اللہ تعالیٰ کے حضور کیسے پیش ہونگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں درخواست:

حضرت نوح علیہ السلام سب انسانوں کو فرمائیں گے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جائیں' ساری انسانیت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ڈھونڈ کر ان سے عرض کرے گی کہ اے اللہ تعالیٰ کے خلیل! آپ ہمیں اللہ رب العزت کے حضور پیش کر دیجئے' لیکن وہ فرمائیں گے کہ نہیں آج مجھے اللہ رب العزت کے پاس جاتے ہوئے گھبراہٹ ہو رہی ہے

کیونکہ میری زندگی میں تین باتیں ایسی تھیں جو مصلحت کی بنا پر تو ہوئیں لیکن خلاف واقعہ تھیں' آج مجھے ان تین باتوں پر شرمندگی ہے' ان میں سے پہلی بات یہ تھی کہ ایک مرتبہ ان کو ان کی قوم کہیں لے کر جانا چاہتی تھی مگر انہوں نے کہہ دیا تھا کہ میں بیمار ہوں' واقعی ان کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جانے میں تو روحانی بیماری ہی تھی' اس لیے انہوں نے ان کو عذر پیش کر دیا تھا اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا کہ انہوں نے فرمایا تھا۔ ﴿فقال انی سقیم﴾ کہ میں بیمار ہوں' انہوں نے یہاں بیماری کا عذر تو کیا لیکن واقعہ کے خلاف تھا' اس لئے فرمائیں گے کہ مجھے اللہ رب العزت کی سامنے حاضر ہونے سے شرم محسوس ہو رہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کو لے کر مصر کے قریب سے گزرے وقت کا بادشاہ ایک ظالم انسان تھا' اس نے پولیس والوں کو کہا ہوا تھا کہ تم جہاں کہیں بھی کسی خوبصورت عورت کو دیکھو تو اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ' اس طرح وہ اس کی بے حرمتی کر کے گناہ کا مرتکب ہوتا' اللہ تعالیٰ نے بی بی سارہ علیہا السلام کو حسن و جمال کا مرقع بنایا تھا' چنانچہ پولیس والوں نے جب ان کو دیکھا تو انہیں بھی پکڑ کر لے گئے' اس کا دستور یہ تھا کہ اگر اس عورت کے ساتھ اس کا شوہر ہوتا تو وہ اسے قتل کروا دیتا' اور اگر بھائی یا والد ہوتا تو پھر وہ ان کو قتل نہیں کرواتا تھا البتہ برائی کا مرتکب ہوتا تھا' جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پہنچے تو ان سے بھی پوچھا کہ تم کون ہو اور اس عورت کے کیا لگتے ہو؟ آپ نے اپنی جان کی حفاظت کے پیش نظر کہہ دیا کہ یہ میری بہن ہے' اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں ﴿انما المومنون اخوۃ﴾ کہ بیشک ایمان والے بھائی بھائی ہیں' اس لیے ایمان کی نسبت سے مومن مرد اور مومنہ عورت کو دینی بھائی اور بہن کہہ دیا جاتا ہے آپ نے بھی اسی نسبت سے حضرت سارہ علیہا السلام کو بہن کہہ دیا' کیونکہ وہ اسی دین پر تھی جس پر آپ تھے' یہ بات سو فیصد شریعت کے مطابق جائز تھی جان بچانے کیلئے تو حرام چیز بھی حلال ہو جاتی ہے مگر اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھجک محسوس ہوگی۔

تیسری بات یہ کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا تھا جب کافروں نے آ کر ان سے پوچھا کہ ہمارے اصنام کو کس نے توڑا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ تم اس سے پوچھو جو تمہیں ان بتوں میں سے بڑا نظر آتا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ کر

کلہاڑا سب سے بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا تھا اس لیے بڑے بت سے پوچھنے کو فرمایا' اب ظاہراً یہ کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں تھی' کافروں کو سمجھانے کیلئے ایسا کیا تھا کہ وہ پوچھیں گے تو بت انہیں جواب نہیں دیں گے لیکن بات تو حقیقت سے مختلف تھی' لہٰذا اس بات پہ بھی اتنا افسوس ہوگا کہ اللہ کا خلیل ہونے کے باوجود انہیں اللہ کے سامنے جاتے ہوئے شرمندگی محسوس ہو رہی ہوگی۔

اس پر ہم لوگ سوچیں جو دن رات جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں' جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں لوگوں کے سامنے اپنی غلطیوں پر پردے ڈالنے کیلئے اور اپنے آپ کو دنیا کی شرمندگی سے بچانے کیلئے جھوٹی باتیں کرتے پھرتے ہیں قیامت کے دن ہمیں اللہ رب العزت کے حضور جاتے ہوئے کتنی شرمندگی ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں درخواست:

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آپ سب لوگ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس چلے جائیں وہ آپ کی شفاعت کریں گے' چنانچہ ساری انسانیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے گی اور کہے گی' اے کلیم اللہ! آپ ہماری شفاعت فرمادیجیے مگر حضرت موسیٰ کلیم اللہ فرمائیں گے کہ نہیں' میں آپ کی شفاعت کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ ایک مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ میرے مخالفین میں سے ایک آدمی میری اتباع کرنے والے ایک آدمی سے جھگڑ رہا تھا اور میں نے نصیحت کی خاطر اس کو ایک مکا مارا تھا تا کہ اسے سمجھ آجائے لیکن اس کو وہ مکا ایسا لگا کہ وہ مر گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی' اگرچہ اللہ تعالیٰ نے میری معافی کا اعلان بھی فرما دیا مگر پھر بھی وہ میرا مکا لگنے سے مرا تو تھا اس لیے مجھے اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جاتے ہوئے آج شرم محسوس ہو رہی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں درخواست:

حضرت موسیٰ علیہ السلام ساری انسانیت کو فرمائیں گے کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جائیں' ساری انسانیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے گی مگر وہ بھی کہیں گے کہ نہیں مجھے اللہ رب العزت کے سامنے جاتے ہوئے اس لیے ڈر لگ رہا ہے کہ میری امت نے مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا دیا تھا' آج اللہ تعالیٰ مجھ سے کہیں یہ نہ

پوچھ لیں کہ کیا آپ نے تو نہیں کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے ساتھ شریک بنالو اس لیے آج مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے جاتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔

شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس جائیں' چنانچہ سب لوگ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس آئیں گے' ترغیب وترہیب میں حافظ منذری نے یہ بات لکھی ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام کیلئے منبر لگوائیں گے اور تمام انبیاء کرام اپنے اپنے منبروں پر جلوہ افروز ہو نگے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے بھی منبر پیش کیا جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر نہیں بیٹھیں گے کیونکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس منبر کے اوپر بیٹھ جاؤں اور یہ اثر کر جنت میں چلا جائے اور میری امت کے گنہگار پیچھے رہ جائیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جائے گا' اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ منبر پر کیوں نہیں بیٹھتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے' اے اللہ! میری امت کے گنہگاروں کا تو ابھی فیصلہ نہیں ہوا میں اس منبر پر ابھی کیسے بیٹھوں' پھر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک خاص تجلی فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس تجلی فرمانے پر اللہ تعالیٰ مجھے ''مقام محمود'' عطا فرما دیں گے میں وہاں جا کر ایک سجدہ کروں گا اور اس سجدے میں اللہ تعالیٰ کی وہ تعریفیں کروں گا' جو نہ پہلے کسی نے کیں اور نہ بعد میں کوئی کرے گا' رونے کی حالت میں سجدہ کروں گا' اللہ رب العزت میرے اس سجدے کو قبول فرمائیں گے اور مجھ سے پوچھیں گے اے میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں عرض کروں گا' اے اللہ! آپ اپنے بندوں کا حساب لے لیجئے' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا تم لوگوں کو حساب کیلئے پیش کرو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حساب و کتاب:

روایت میں آیا ہے کہ جب اجازت مل جائے گی تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر کو ہاتھ سے پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنا چاہیں گے کہ آپ جایئے تاکہ حساب کتاب شروع ہو جائے یہ سن کر سیدنا صدیق اکبر کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں گے اور وہ کہیں گے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی عمر کے آخری حصے میں مسلمان ہوا تھا' میری عمر کا زیادہ حصہ اسلام

سے پہلے کا ہے' اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میں آگے نہ پیش کیا جاؤں مگر اللہ کے محبوب ﷺ فرمائیں گے ابوبکرؓ! تجھے آگے جانا ہوگا' چنانچہ جب صدیق اکبرؓ آگے بڑھیں گے تو وہ وہی کام کریں گے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا' وہ بھی آگے قدم بڑھا کر اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں گے اور رونے لگ جائیں گے' کتابوں میں لکھا ہے کہ صدیق اکبرؓ اتنا روئیں گے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے محبوب ﷺ کے یار غار! کیوں روتے ہو؟ سجدے سے سر اٹھاؤ کیا چاہتے ہو؟ چنانچہ اللہ رب العزت ان کے سجدے کو قبول فرمائیں گے اور ان پر ایک خاص تجلی فرمائیں گے' حدیث پاک میں آیا ہے کہ "ان اللہ یتجلی لخلق عامۃ ولکن لابی بکر خاصۃ" قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر عام تجلی فرمائے گا لیکن ابوبکرؓ کے اوپر خاص تجلی فرمائے گا' اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے اس یار سے اتنے خوش ہو جائیں گے کہ خاص تجلی فرمائیں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پیشی:

ان کے بعد حضرت عمرؓ کو پیش کیا جائے گا' حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ آگے بڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ اے عمر تجھ پر سلامتی ہو ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ "اول من یسلم علیہ رب عمر" قیامت کے دن جس پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سلام فرمائیں گے وہ عمرؓ ہو نگے' انہوں نے ایسی صاف ستھری زندگی گزاری ہوگی کہ ان کے اعمال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں گے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سیدنا عثمان غنیؓ کو پیش کریں گے' کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونگے تو اللہ تعالیٰ ان کا حساب بہت ہی جلدی لے لیں گے' وہ اس لیے کہ ایک مرتبہ عید کا دن تھا' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عید کی نماز کیلئے تشریف لے جانے لگے تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا' اے اللہ کے محبوب ﷺ! کچھ دے دیجیے تاکہ ہم کچھ پکالیں مدینہ کی بیوائیں اور یتیم بچے امید لے کر آئیں گے' میں ان کو کچھ دے سکوں گی' اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے' چنانچہ آپ ﷺ نماز پڑھنے کیلئے تشریف لے گئے۔

جب واپس آئے تو دیکھا کہ گھر میں سب کچھ پکا ہوا ہے اور مدینہ کی بیوائیں اور یتیم لے لے کر جا رہے ہیں' محبوب ﷺ نے پوچھا' یہ کہاں سے آیا؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لے گئے تو عثمان غنیؓ نے سامان سے لدا ہوا ایک ایک اونٹ آپ کی سب ازواج کو ہدیہ کے طور پر بھیجا ہے' یہ سن کر نبی ﷺ کا دل اتنا خوش ہوا کہ آپ ﷺ نے دعا مانگی "یارحمن سهل الحساب على عثمان رضي الله عنه" اے رحمٰن! تو عثمانؓ کا حساب آسان فرما دینا' نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ دعا قبول ہوگی اور عثمان غنیؓ کا حساب کتاب بہت جلدی لے لیا جائے گا۔

حضرت علیؓ کا حساب و کتاب:

ان کے بعد حضرت علیؓ کو اللہ رب العزت کے حضور پیش کیا جائے گا' حدیث پاک میں آیا ہے کہ " اسرع المحاسبة يوم القيامة حساب على "کہ قیامت کی دن سب سے آسان اور جلدی حساب علیؓ کا لیا جائے گا۔

پل صراط کا سفر:

جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے چاروں یار پیش ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا جلال اس کے جمال میں تبدیل ہو جائے گا' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ﴿وامتازوا اليوم ايها المجرمون﴾ اے مجرمو! میرے نیک بندوں سے آج جدا ہو جاؤ' لہٰذا کافروں اور مشرکوں کو ایک طرف کر دیا جائے گا اور دوسری طرف نیک بندوں کو کر دیا جائے گا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جہنم کے اوپر بنی ہوئی پل صراط سے گزر کر یہ نیک لوگ جنت میں چلے جائیں' چنانچہ جب مومن بندے پل صراط کے اوپر گزرنے لگیں گے تو کچھ ایمان والے ایسے بندے ہوں گے جو بجلی کی تیزی سے گزر جائیں گے' کچھ ہوا کی تیزی' کچھ گھوڑے کی تیز رفتاری کے ساتھ' کچھ بھاگتے ہوئے آدمی کی رفتار کے ساتھ گزر جائیں گے' جو لوگ بھی پل صراط سے آگے گزر جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کو جنت عطا فرما دیں گے' پل صراط کے اوپر سے ہر ایک کو گزرنا پڑے گا' ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وان منكم الا واردها كان على ربك حتما مقضيا ثم ننجي الذين اتقوا ونذر الظلمين فيها جثيا﴾ جو گنہگار ہوں گے وہ کٹ کٹ کر جہنم کے اندر گرتے جائیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں داخلہ:

جب پل صراط سے آگے چلے جائیں گے تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھیں گے کہ میری امت کے سارے لوگ میرے ساتھ آ گئے ہیں اور جہنم سے پار ہو چکے ہیں' لہٰذا آپ ان سب لوگوں کو لے کر جنت میں تشریف لے جائیں گے حتیٰ کہ جنت میں رہتے ہوئے بہت عرصہ گزر جائے گا۔

مسلمانوں کو جہنم میں کفار کا طعنہ:

روایت میں آتا ہے کہ جو لوگ پل صراط گزرتے ہوئے جہنم میں گریں گے انہیں عذاب ہوگا جہنم کے سب سے اوپر کے درجے میں ایمان والے گنہگار ہوں گے جب بہت عرصہ گزر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے ان کے اور کافروں مشرکوں کے درمیان کی آگ کو شیشے کی مانند بنا دیں گے' کافر اور مشرک جب مسلمان گنہگاروں کو دیکھیں گے کہ وہ بھی جہنم کی آگ میں جل رہے ہیں تو وہ مسلمانوں کو طعنہ دیں گے کہ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کا انکار کیا جس کی وجہ سے ہم جل رہے ہیں لیکن آپ تو خدا کو مانتے تھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے تھے اور اس کے باوجود آپ بھی ہماری طرح جل رہے ہو' آپ کا خدا آپ کے کس کام آیا؟

جہنمی مسلمانوں سے جبرئیل امین علیہ السلام کی ملاقات:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب جہنمی کافر مسلمان گنہگاروں کو طعنہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو بلائیں گے اور فرمائیں گے کہ اے جبرئیل! آج ہمارے ماننے والوں کو طعنہ دیا جا رہا ہے کہ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو رہا ہے جو نہ ماننے والوں کے ساتھ ہو رہا ہے جاؤ ذرا جہنم سے حالات معلوم کر کے آؤ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام جہنم میں جائیں گے' جہنم کے دروازے پر اس کے داروغہ مالک کھڑے ہو نگے' وہ دروازہ کھول کر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اندر داخل کریں گے' جب گنہگار مسلمان ان کو دیکھیں گے تو وہ فرشتوں سے پوچھیں گے کہ یہ کون ہیں؟ اس وقت ان کو بتایا جائے گا کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو تمہارے پیغمبر علیہ السلام کے پاس وحی لے کر جاتے تھے۔

شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گنہگاروں کا پیغام:

جب ان کے پاس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا جائے گا تو اس وقت گنہگار لوگوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد آئے گی اور وہ کہیں گے وامحمداہ وامحمداہ جہنمی لوگ ان الفاظ میں جبرئیل علیہ السلام کو رو کر کہیں گے کہ اے جبرئیل علیہ السلام آپ نبی علیہ السلام کے پاس اللہ کا پیغام لے کر جاتے تھے آج ہم گنہگاروں کا پیغام بھی ہمارے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دینا کہ آقا! آپ تو ہمیں بھول ہی گئے ہم جہنم کی آگ میں جل رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے اندر ہیں جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ وعدہ کریں گے کہ میں آپ کا پیغام اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور پہنچاؤں گا۔

شفاعتِ کبریٰ:

چنانچہ جب جبرئیل علیہ السلام سے باہر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ رب العزت فرمائیں گے جبرئیل علیہ السلام آپ نے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار امتیوں سے جو وعدہ کیا ہے اس وعدے کو نبھانا ضروری ہے لہٰذا جبرئیل علیہ السلام جنت میں جائیں گے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت الفردوس میں انبیاء کی مجلس میں منبر پر تشریف فرما ہوں گے جبرئیل علیہ السلام کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیں گے تو فرمائیں گے جبرئیل! آج کیسے آنا ہوا؟ جبرئیل علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں آج آپ کی امت کے گنہگاروں کا پیغام آپ کے پاس لے کر آیا ہوں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنیں گے کہ میری امت کے کچھ گنہگار ابھی بھی جہنم میں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیران ہو گئے کہ اچھا مجھے تو خیال ہی نہیں تھا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اللہ رب العزت کے حضور سجدہ فرمائیں گے اور اللہ رب العزت کے سامنے کہیں گے اے پروردگار! میری امت کے گنہگاروں کو معاف فرما دیجئے اللہ تعالیٰ ان کو شفاعت کبریٰ کی اجازت فرمائیں گے کہ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ جس کے بارے میں چاہیں شفاعت فرمایئے ہم اس کو جہنم سے نکال دیں گے۔

شفاعتِ کبریٰ کی یہ خوشخبری سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہنم کی طرف چلیں گے اس وقت جبرئیل علیہ السلام ایک اعلان کر دیں گے کہ اے جنتیو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہنمیوں کی شفاعت کیلئے جا رہے ہیں تم بھی ساتھ چلو چنانچہ اس دولہے کے ساتھ شفاعت کرنے کیلئے ایک بارات چلے گی نبی علیہ

السلام شفاعت فرمائیں گے دیگر انبیاء کرام بھی شفاعت فرمائیں گے جس کا جو بھی واقف ہوگا ہر اس بندے کو جہنم سے نکال لیا جائے گا حتیٰ کہ اگر کسی نے دنیا میں کسی مومن کو ایک پیالہ پانی پلایا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس عمل کی برکت سے اس کو بھی جہنم سے نکال لیں گے۔

عتقاء رحمٰن کون؟

جب سب لوگ شفاعت کر چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے پیارے محبوب ﷺ! میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کی امت کے تین لپ بھر کر جہنم سے نکالوں گا' چنانچہ اللہ رب العزت اپنی قدرت کے دونوں ہاتھوں سے جہنم سے تین لپ بھر کر نکالیں گے۔ یعنی جیسے آدمی دونوں ہاتھوں سے آٹا نکال لیتا ہے اس لپ میں اس امت کے کھرب ہا کھرب لوگ ہونگے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جہنم سے نکال دیں گے۔

ان کے جسم جل جل کر کوئلے کی طرح کالے ہو چکے ہونگے' اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ان کو نہر حیات سے غسل دیا جائے' چنانچہ جب ان کو غسل دیا جائے گا تو ان کے جسم ٹھیک ہو جائیں گے لیکن ان کے ماتھے پر عتقاء الرحمٰن کا نام لکھ دیا جائے گا' جس کا مطلب یہ ہوگا کہ رحمٰن نے اپنی رحمت سے ان کی بخشش کر دی ہے اس کے بعد ان کو جنت میں بھیج دیا جائے گا' اب نبی ﷺ کی امت کا کوئی گنہگار بھی پیچھے نہیں رہے گا' سب کے سب بخش دیئے جائیں گے۔

عتقاء رحمٰن کی فریاد:

حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جب یہ لوگ جنت میں زندگی گزارنے لگیں گے تو وہ جنتی جو پہلے سے جنت میں ہونگے جب ان کو دیکھیں گے تو مذاق کیا کریں گے اور کہیں گے کہ دیکھو! ہم پر تو اللہ کی رحمت ہوگئی اور اس نے ہمارے عملوں کو قبول فرما لیا لیکن آپ لوگ تو رعایتی پاس ہیں' آپ کے ماتھے پر تو عتقاء الرحمٰن کا نام لکھا ہوا ہے' ان جنتیوں کے ساتھ پہلے والے جنتی اس طرح سے خوش مزاجی کریں گے' جن جنتیوں کے ماتھوں پر عتقاء الرحمٰن لکھا ہوگا ان کو بات محسوس ہوگی لہٰذا ایک مرتبہ وہ سب جنتی اللہ رب العزت کے حضور دعا کریں گے کہ اے اللہ! آپ نے ہمیں جہنم سے نجات تو دے دی لیکن ماتھے پر ایک مہر بھی لگا دی' جس کی وجہ سے سب پہچان رہے ہیں کہ ہم خود اس قابل نہیں تھے بلکہ رعایتی پاس ہو کر آ گئے ہیں' اے

اللہ! ہمیں اس سے بچا لیجیے' اللہ تعالیٰ ان کی اس فریاد کو قبول کریں گے اور فرمائیں گے کہ ہم نے خود یہ مہر لگائی تھی تاکہ تمہارے اپنے دل میں یہ کیفیت پیدا ہو اور تم ہم سے مانگو اور ہم تمہیں عطا کر دیں' چنانچہ ان کی فریاد پر اللہ رب العزت ان کے ماتھوں سے عتقاء الرحمٰن کی اس مہر کو بھی ہٹا دیں گے۔

شفاعت کی دعا:

محترم جماعت! کاش کہ ہم بھی ان رعایتی پاس لوگوں میں قیامت کے دن شمار ہو جائیں' اپنے عمل تو اس قابل نہیں ہیں مگر اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جائے' دوسرے انبیاء کی شفاعت اللہ کے نیک بندوں کی شفاعت نصیب ہو جائے' کاش کہ اللہ کا کوئی ایسا نیک بندہ ہو جو دنیا میں ہمیں بھی پہچاننے والا ہو' ہم بھی کسی کی پہچان میں آنے والے بن جائیں جو قیامت کے دن ہمیں جہنم میں جلتا دیکھے تو اتنا تو کہہ دے کہ اے اللہ! یہ مجھ سے تعلق رکھنے والا تھا' یہ میری عزت کرتا تھا اور میرے ساتھ رابطہ رکھنے والا تھا کاش کہ کوئی ایسا کہہ کر ہمیں بھی جہنم سے نکالنے والا بن جائے۔

رب کریم! سے دعا ہے کہ پروردگار عالم ہمیں اپنی رحمت سے قیامت کے دن ان رعایتی پاس لوگوں میں شامل فرمالے ہمارے اپنے اعمال تو اس قابل نہیں البتہ اللہ رب العزت کی رحمت ہی کا سہارا ہے اور محبوب ﷺ کو جو اللہ رب العزت نے رحمۃ للعالمین بنا دیا دل میں تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نبی رحمت کے صدقے ہمیں شرمندہ ہونے والوں میں شامل نہ فرمائے بلکہ ہمیں اپنی رحمت میں سے حصہ پانے والوں میں شامل فرما دے۔ آمین ثم آمین (خطبات ذوالفقار: ص ۸۸ تا ۱۰۴ ج ۷)

مہلتِ زندگی کا عجیب واقعہ

مہلت زندگی کو سمجھنے کیلئے ایک واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کا باغ تھا اور اس باغ کے کئی حصے تھے۔ اور ہر ہر حصہ میں پھل لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اس باغ سے پھل توڑ کر لاؤ۔ کوشش کرنا کہ تم اچھے پھل توڑ کر لانا۔ میں تم سے خوش ہونگا اور تمہیں انعام دوں گا۔ لیکن میری ایک شرط ہے کہ جس حصہ سے ایک دفعہ گذر جاؤ گے اس میں تمہیں دوبارہ واپس آنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ چنانچہ اس آدمی نے ٹوکری ہاتھ میں

لی اور باغ میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ پہلے حصہ میں بہت اچھے پھل لگے ہوئے تھے۔ دل میں آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں۔ پھر سوچا کہ اگلے حصہ میں دیکھ لیتا ہوں جب اگلے حصہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں بہت اچھے پھل لگے ہوئے ہیں۔ دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں۔ پھر سوچا کہ اگلے حصہ میں جا کر توڑ لوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں اور بہتر ہو۔ جب وہاں جا کر دیکھا تو اور بہتر پھل لگے ہوئے تھے۔ دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں۔ پھر سوچنے لگا نہیں اپنی ٹوکری میں سب سے بہترین پھل لے کر جاؤں گا۔ اس لیے اگلے حصہ میں دیکھتا ہوں۔ جب اگلے حصہ میں گیا تو دیکھتا ہے کہ وہاں پر بہت ہی بہترین پھل لگے ہوئے ہیں۔ دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں۔ پھر سوچا اگلے حصہ سے توڑ لوں گا۔ جب آخری حصہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس حصے کے درختوں پر پھل نہیں لگے ہوئے تھے۔ وہاں روتے کھڑا ہو گیا کہ کاش مجھے پتہ ہوتا تو میں پہلے حصوں سے پھل توڑ لیتا۔ آج میری ٹوکری خالی تو نہ ہوتی۔

اے انسان! تیری زندگی کی مثال ایسی ہی ہے۔ تیرا ہر دن تیرے لیے باغ کا حصہ ہے۔ تو اس میں پھلوں کو توڑ سکتا ہے یعنی نیکی کما سکتا ہے۔ لیکن انسان یہی سوچتا ہے کہ میں آج نہیں کل نیکی کر لوں گا۔ اور یہی آج کل کرتے کرتے بالآخر انسان کو موت آ جاتی ہے۔ پھر اسے اتنی مہلت بھی نہیں ملتی کہ اپنے گھر والوں کو وصیت کرے اذا جـــــاء اجـــلهـــم فـــلا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون موت آ جاتی ہے تو نہ ایک لمحہ آگے نہ ایک لمحہ پیچھے ہوتی ہے۔ بس انسان کو اپنے وقت پر جانا ہوتا ہے۔ اگر پانی کا پیالہ ہاتھ میں ہو تو اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ پانی کا پیالہ پی لے حتی کہ آدھا سانس اندر ہوتا ہے اور آدھا باہر آتا ہے اور وہیں اس کی روح کو قبض کر لیا جاتا ہے۔

ایک انسان کی عجیب موت

سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے تھے۔ ایک آدمی آیا اور پوچھتا ہے کہ کوئی اچھی جگہ ہے کہ جہاں کوئی مر سکے۔ کہنے لگے کہ ہم نے کنویں کا راستہ دکھا دیا کہ وہ سایہ دار اچھی جگہ ہے۔ کہنے لگے ہمارے سامنے وہ بندہ گیا وضو کیا' دو رکعت نفل پڑھے اور لیٹ گیا ہم سمجھے کہ وہ سویا ہوا ہے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو جگایا اس کو۔ تو دیکھا کہ وہ اللہ کو پیارا ہو چکا ہے۔ اللہ

والے غیب دان نہیں ہوتے مگر سنتوں پر عمل کی برکت سے حدیث پاک میں آتا ہے کہ ملک الموت ان کو بتا دیتے ہیں کہ تمہاری موت کا وقت قریب ہے۔

تو اللہ والوں کی موت اس طرح ہوتی ہے۔

موت کی یاد دہانی کیلئے آدمی مقرر تھا

سیدنا فاروق اعظمؓ کتنی بڑی شان والے صحابی ہیں۔ انہوں نے ایک آدمی کو اپنے ساتھ لگا رکھا تھا اور اس کو یہ کہہ رکھا تھا کہ تم مجھے وقتاً فوقتاً موت کی یاد دلاتے رہنا۔ چنانچہ مختلف محفلوں میں وہ موت کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ ایک دن آپ نے انہیں فرمایا۔ اب آپ کوئی دوسرا کام کر لیجیے۔ کہنے لگے کہ حضرت کیا اب موت یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے؟ آپ نے اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کیا جس میں کچھ سفید بال آ گئے تھے فرمایا۔ یہ سفید بال مجھے موت کی یاد دلانے کیلئے کافی ہیں۔ مجھے ان کو دیکھ کر موت کی یاد آتی رہے گی۔

ایک حیران کن منظر بھی دیکھا......

پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے کہ میں کسی کام کے سلسلے میں لاہور گیا ہوا تھا۔ وہاں ایک دوست نے مجھے کہا حضرت اگر آپ کے پاس وقت ہو تو آپ کو ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں میں نے پوچھا کہ کونسی چیز؟ وہ کہنے لگا حضرت! آپ وہ چیز دیکھ کر یقیناً خوش ہوں گے۔ لہٰذا اگر آپ کے پاس وقت ہے تو میں آپ کو لیے چلتا ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے چلیں۔ اس نے مجھے اپنی گاڑی پر بٹھا لیا اور تقریباً دس کلو میٹر سفر کرنے کے بعد اس نے بریک لگائی۔ وہ خود بھی گاڑی سے نیچے اترا اور مجھے بھی کہا حضرت! آپ بھی اتر آئیں۔ چنانچہ میں بھی اتر گیا۔ اس نے مجھے وہاں سڑک پر برگد کا ایک ایسا درخت دکھایا جو سخت آندھی کی وجہ سے جڑوں سے اکھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا' اس درخت کی کیا خوبی ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت! آپ ذرا اس کے قریب ہو کر اس کی جڑوں کے اندر دیکھیں۔ چنانچہ جب میں نے قریب ہو کر دیکھا تو میں حیران رہ گیا کہ اس درخت کی جڑوں کے درمیان والی مٹی میں نورانی چہرے والے ایک باریش آدمی کی میت دفن تھی۔ اس میت کو درخت کی جڑوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ درخت کے اکھڑنے کی وجہ سے اس کی جڑوں میں سے مٹی گر گئی جس کی وجہ سے اس کی

میت نظر آ رہی تھی اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا جسم اور کفن بالکل صحیح سلامت تھے۔ سبحان اللہ! بعد میں ہم نے غور کیا کہ یہ درخت تقریباً ایک سو سال پہلے لگایا گیا تھا۔ جوں جوں درخت بڑھتا گیا اس کی جڑیں اس آدمی کی میت کو چاروں طرف سے گھیرتی گئیں۔ معلوم نہیں کہ اس آدمی کو اس درخت کے لگنے سے کتنا پہلے دفن کیا گیا تھا۔

اللہ والوں کی موت

اللہ والوں کی موت بھی ایسی ہوتی ہے۔ خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ عطار تھے۔ عطر بیچتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی شیشیاں رکھتے تھے۔ ایک اللہ والے آئے اور بڑے غور سے ان کی شیشیوں کو دیکھنے لگے۔ یہ نوجوان تھے۔ کہنے لگے بڑے میاں کیا دیکھ رہے ہو۔ فرمانے لگے کہ دیکھ رہا ہوں کہ اتنی شیشیوں میں تمہاری جان اٹکی ہوئی ہے یہ کیسے نکلے گی۔ نوجوان تھے۔ غصے میں آ گئے۔ کہنے لگے بڑے میاں جیسی تمہاری نکلے گی ویسے میری نکلے گی۔ تو جب انہوں نے یہ کہا' بڑے میاں اس کے سامنے لیٹے اور انہوں نے چادر اپنے اوپر اوڑھ لی اور کہنے لگے کہ میری تو پھر ایسے نکلے گی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ کہہ کر سو گئے۔ پہلے تو یہ اس واقعہ کو یوں ہی سمجھے لیکن جب ہلا کر دیکھا تو وہ انتقال کر چکے تھے۔ بس اس واقعہ سے دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا۔ پھر یہ بڑے اللہ والوں میں شامل ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے تذکرہ اولیاء جیسی کتاب لکھ ڈالی۔ تو اللہ والوں کی تو ایسی موت آ جاتی ہے۔

قبر کیا سلوک کرتی ہے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جنازہ پڑھنے گئے' اب ذرا غور کیجئے گا کیونکہ یہ عاجز جو نکتہ آپ کے ذہن میں بٹھانا چاہتا ہے وہ فوراً آپ کے ذہن میں آ جائے گا..... جنازہ پڑھنے کے بعد قبرستان میں ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا حضرت آپ تو اس جنازہ کے سرپرست تھے آپ پیچھے کیوں کھڑے ہو گئے؟ فرمانے لگے کہ مجھے اس قبر میں ایسے آواز محسوس ہوئی جیسے یہ میرے ساتھ ہمکلامی کر رہی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ قبر نے آپ کے ساتھ کیا ہمکلامی کی؟ فرمایا کہ قبر نے مجھ سے یہ ہم کلامی کی کہ اے عمر بن عبدالعزیز تو مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتا کہ جو بندہ میرے اندر آتا ہے تو میں اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں؟ میں نے کہا' بتا دو۔ قبر کہنے لگی کہ میں اس

کے ساتھ یہ سلوک کرتی ہوں کہ:

☆..... اس کے گوشت کو کھا جاتی ہوں

☆..... اس کی انگلیوں کے پوروں کو اس کے ہاتھوں سے جدا کر دیتی ہوں

☆..... اس کے ہاتھوں کو اس کے بازوؤں سے جدا کر دیتی ہوں

☆..... اس کے بازوؤں کو اس کے جسم سے جدا کر دیتی ہوں

☆..... یوں اس کی ہڈیوں کو جدا کر کے ان کو بھی کھا جاتی ہوں

☆..... حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ جب قبر نے یہ بات کہی تو مجھے رونا آ گیا۔ (خطبات ذوالفقار ص ۱۰۱/۷۹)

قبر میں عذاب الٰہی کے مناظر

یہ واقعہ اس عاجز نے ایک مرتبہ ایک ملک میں سنایا۔ اس محفل میں پی۔ ایچ ڈی ڈاکٹر ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور سائنسدان قسم کے لوگ بلائے گئے تھے۔ محفل کے اختتام پر ایک سائنسدان صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت! کیا آپ نے یہ واقعہ کسی کتاب میں پڑھا؟ میں نے کہا جی ہاں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل صدقات میں بھی نقل فرمایا ہے۔ جب ایسے مستند بزرگ کوئی واقعہ نقل کریں تو وہ صحیح ہوتا ہے۔

وہ کہنے لگے حضرت! کیا آپ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہیں گے؟ میں نے کہا بھئی! آپ کا کیا مطلب ہے؟ وہ کہنے لگے حضرت! یہ چیز یہاں ایک جگہ آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے۔ میں اس کی بات سن کر بڑا حیران ہوا۔ وہ کہنے لگے حضرت! آپ تین گھنٹے فارغ کریں اور میں آپ کو لے جا کر یہ سب منظر آنکھوں سے دکھاؤں گا۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی میں نے کہا ٹھیک ہے کل چلیں گے۔

اگلے دن وہ ڈاکٹر صاحب وقت پر ہی آ گئے اور ہمیں ایک میوزیم (عجائب گھر) میں لے گئے۔ اس عجائب گھر کے اندر ان کافروں نے حنوط شدہ لاشیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس سٹیج پر بیٹھ کر میں یہ بات بڑی ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں میں باوضو ہوں مسجد میں بیٹھا ہوں اور سو فیصد صحیح بات کہہ رہا ہوں انہوں نے اس عجائب گھر میں شیشے کے کمرے بنائے ہوئے تھے۔

جب پہلے کمرے میں گئے تو اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے۔ جب ہم اندر گئے تو ہمیں ایک لاش نظر آئی جس پر انہوں نے کیمیکل لگا کر اسے ہر چیز سے بچایا ہوا تھا۔ اس کو حنوط شدہ لاش کہتے ہیں۔ انگلش میں اس کو Mummy (ممی) کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب کوئی بندہ مرتا ہے تو وہ اس حالت میں ہوتا ہے۔ ہم نے اس کو کیمیکل لگا کر یہاں رکھ دیا ہے' ہم اس لاش کو دیکھ کر حیران ہوئے۔

پھر وہ دوسرے کمرے میں لے کر گیا۔ وہاں ایک پلیٹ پر لکھا ہوا تھا کہ یہ آدمی مرا' ہم نے اسے قبر میں ڈالا اور چند دنوں کے بعد ہم نے قبر کو کھولا اور جس حالت میں اس کی لاش کو پایا' ہم نے اسی حالت میں اس پر کیمیکل چھڑک کر یہاں رکھ دیا۔ ہم نے جب اس بندے کو دیکھا تو اس کا باقی سارا جسم ٹھیک تھا مگر اس کی دونوں آنکھوں کے ڈھیلے ڈھلک کر اس کے رخساروں پر آ چکے تھے اور ان میں کیڑے پڑ چکے تھے۔ معلوم ہوا کہ قبر کے اندر بندے کے جسم میں جو سب سے پہلی تبدیلی آتی ہے' وہ یہ ہے کہ آنکھوں کے ڈھیلے ڈھلک کر رخساروں پر آ جاتے ہیں' اور ان میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ جن آنکھوں سے غیر اللہ کو محبت کی نظر سے دیکھتا تھا ان پر سب سے پہلے کیڑے چمٹتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے تیری آنکھیں قابو میں نہیں تھیں' تو غیر اللہ کو چاہتوں اور محبتوں سے دیکھتا تھا مگر یہ حق تیرے پروردگار کا تھا لیکن تجھے غیر محرموں کے چہرے اچھے لگتے تھے۔ تو جو آنکھیں غیر محرم کو محبت کی نظر سے ہوس کے ساتھ دیکھتی پھرتی ہیں قبر میں سب سے پہلے انہی آنکھوں کو کیڑے کھائیں گے۔ اس کے بعد ہم تیسرے کمرے میں گئے۔ اس کمرے میں پڑی ہوئی لاش کی آنکھوں کے ڈھیلوں کو بھی کیڑوں نے کھا لیا تھا مگر اب اس کے ہونٹوں کو بھی کیڑے کھا چکے تھے۔ صرف دانتوں کی بتیسی نظر آ رہی تھی۔ اس کے علاوہ باقی لاش ٹھیک تھی۔ تو دوسری تبدیلی یہ آئی کہ اس کے منہ میں کیڑے پڑ گئے اور کیڑوں نے اس کے ہونٹوں کو کھا لیا۔ جس کی وجہ سے دور سے اس کے دانت نظر آ رہے تھے غلط محبت بھری باتیں کرتا ہے اب دوسرے نمبر پر اس زبان کو کیڑوں نے کھا لیا۔

پھر ہم چوتھے کمرے میں گئے۔ ہم نے وہاں دیکھا کہ آنکھوں سے ڈھیلے نکلے ہوئے تھے اور ان کو کیڑوں نے کھا لیا تھا اور زبان کو بھی کیڑوں نے کھا لیا تھا۔ اس کے علاوہ ہم نے

دیکھا کہ اس کا پیٹ پیالے کی طرح بنا پڑا ہے اور اس پیالے کے اندر کیڑے پڑے ہوئے ہیں۔ جس پیٹ میں حرام ڈالتا تھا اب اس میں کیڑے پڑ چکے تھے اور اسے کھا رہے تھے۔ پھر اگلے کمرے میں دیکھا کہ کیڑوں نے پھیلنا شروع کر دیا تھا۔ بالآخر ایک ایسے کمرے میں گئے جہاں کیڑوں نے جسم کا پورا گوشت کھا لیا تھا فقط ہڈیاں موجود تھیں۔ پھر اگلے کمروں میں ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کی حالت کا مشاہدہ کیا۔ اور جب ہم آخری کمرے میں پہنچے تو وہاں لکھا ہوا تھا کہ جب ہم نے اس قبر کو کھودا تو فقط ریڑھ کی ہڈی کا اتنا سا حصہ باقی تھا' باقی سب ہڈیوں کو بھی مٹی نے کھا لیا تھا۔

یہ سب معاملات انسان کو قبر کے اندر پیش آتے ہیں۔ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا تھا اور اس ملک کے کافروں نے قبر میں جو تبدیلی دیکھی اسے حنوط شدہ لاشوں کی صورت میں لوگوں کیلئے Display (نمائش) بنایا ہوا تھا۔ مگر وہ کونسی لاشیں ہوتی ہیں جن کو مٹی اور کیڑے کھاتے ہیں؟ یہ ان لوگوں کی لاشیں ہوتی ہیں جو گناہ کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے اندر گناہوں کے اثرات ہوتے ہیں اس لیے مٹی اور کیڑے ان کی لاشوں کو کھاتے ہیں۔ اور جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں اور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں' چونکہ انہوں نے اپنے علم اور ارادے سے گناہ نہیں کیا ہوتا اس لیے ان کی لاشیں قبروں میں محفوظ رہتی ہیں' انبیائے کرام کے بارے میں تو حدیث پاک میں آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہ السلام کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا' اسی طرح جو انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور وہ گناہوں سے اپنے جسموں کو بچاتے ہیں' چونکہ ان کے جسموں میں گناہوں کی نجاست نہیں ہوتی اس لیے جب ان کے جسموں کو قبروں میں رکھ دیتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ کی زمین ان کے جسموں کو بھی نہیں گلا سکتی اور کیڑے بھی ان کے جسموں میں نہیں پڑ سکتے۔ اسی لیے بعض اولیاء اللہ کے جسم کو بھی نہیں گلا سکتی اور کیڑے بھی ان کے جسموں میں نہیں پڑ سکتے۔ اسی لیے بعض اولیاء اللہ کے جسم قبرستان کی کھدائی کے وقت بالکل صحیح سالم پائے گئے کیونکہ ان کے جسم میں گناہوں کے اثرات نہیں تھے۔ (خطبات ذوالفقار ۱۸۰/۲۰،۱۸۲)

بوقت موت انابت الی اللہ

ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت مولانا حسین علی واں

پنجر اں والے حضرت خواجہ سراج الدین سے خلافت پائی' حالانکہ حضرت خواجہ سراج الدین ان کے شاگرد تھے' ان سے پڑھتے تھے یہ بھی خلوص دیکھیے ہمارے اکابر میں اخلاص کی اس سے بڑی کیا مثال ہوگی کہ جس کو کتابیں پڑھا رہے ہیں خود اسی سے بیعت ہو رہے ہیں سلوک سیکھنے کیلئے اکابر کے اصاغر سے فیض پانے کی بہترین مثال اس دور میں اس سے بڑی نہیں مل سکتی ان سے خلافت پائی لیکن اللہ تعالیٰ نے مقام بڑا دیا تھا حضرت رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے' بڑی نسبت تھی بڑے بھاری عالم تھے لیکن جب ان کا آخری وقت آیا تو حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جو بھی ان سے ملنے آتا وہ اس سے مصافحہ کرتے اور مصافحہ کر کے حال احوال پوچھتے اور حال احوال پوچھنے کے بعد فرماتے کہ دیکھو! میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے آپ نے بھی تیاری کرنی ہوگی میں نے بھی تیاری کرنی ہے اچھا پھر ملیں گے اور رخصت کر دیتے' پھر دوسرا آتا ملاقات کرتے اس کا حال پوچھتے اور پھر یہی فرماتے میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے میں نے بھی تیاری کرنی ہے آپ نے بھی تیاری کرنی ہوگی اچھا پھر ملیں گے کئی مہینے ان کا یہی معمول رہا۔ شوق اور اشتیاق اتنا بڑھ گیا تھا سبحان اللہ جب کوئی پرندے کو آزاد کرنے لگے نا اور پرندہ دیکھے کہ دروازہ کھلنے لگا ہے تو پرندہ پھڑ کتا ہے ایسی ان کی کیفیت تھی حالت تھی کہ میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے ہم نے بھی اس انداز سے سوچا کہ میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔

+ + + + + + + + + + +